واصف علی واصف
گفتگو ۴
کاشف پبلی کیشنز
۳۰۱-۱ اے، جوہر ٹاؤن ○ لاہور

نام کتاب .... گفتگو ۴

مصنف .... واصف علی واصف

سرورق .... شاہد رانے علی

قیمت .... ۱۷۵ روپے

سن اشاعت ۱۹۹۹ء

ناشر .... کاشف محمود

مطبع: زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

ڈسٹری بیوٹرز: خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

تیرے فیضِ کرم سے آج واصفؔ
حریمِ لامکاں کا رازداں ہے

(واصف علی واصفؒ)

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

(۱)

(۲)

(۳)

(۴)

(۵)

(۶)

(۷)

(۸)

(۹)

عرضِ ناشر

واصف صاحبؒ کی محفلیں دانائی اور حکمت کا وہ خزانہ تھیں جن میں آنے والا ہر شخص اپنی طلب کے مطابق گوہرِ مقصود لے کے جاتا تھا۔ علم و عرفان کے وسیع تناظر کی حامل ان کی یہ محفلیں ہر شریک ہونے والے شخص کی الجھن دور کرنے کا ایک خاص اعجاز رکھتی تھیں۔ محفل میں جس شخص نے بھی سوال کیا اس کی تشفی کرائی جاتی بلکہ اسے ایک نئے اور خاص علم سے سیراب اور نہال کر دیا جاتا۔ محفل میں کیئے جانے والے گوناں گوں سوال نہ صرف ان سوال کرنے والے اشخاص کے مسئلے کے حل کا باعث بنتے بلکہ بعد میں یہ حقیقت آشکار ہوتی چلی گئی کہ ایک شخص کا سوال دراصل کئی اور اشخاص کے دلوں میں بھی موجود ہے۔ اس لئے یہ ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی گئی کہ ان اصحاب کے لئے جو ان کی محفل میں شریک نہ ہو سکے، ان محافل کے احوال

پیش کیے جائیں تاکہ علم و حکمت کے اس منفرد خزانے سے حتی الوسع لوگ فیض حاصل کر سکیں۔ اسی خیال کے پیش نظریہ مجموعہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اپنے قارئین سے استدعا ہے کہ وہ پہلے کی طرح ادارے کو اپنی قیمتی آراء سے نوازیں تاکہ آئندہ پیش کیے جانے والے محافل کے احوال کو مزید خوب صورت اور احسن بنایا جا سکے۔

۱

۱ اللہ کا سفر کس طرح کیا جائے اور اس سفر کی مشکلات کو ہم کیسے دور کریں؟

۲ ہم اکثر داتا گنج بخش کے مزار پر جاتے ہیں لیکن یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ان سے فیض کیسے حاصل کریں؟

۳ اکثر نیت تو ایک مقصد کی ہوتی ہے لیکن راستے میں کوئی دوسرا شخص مل جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کریں؟

۴ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک راستے کو اپنانا چاہیے لیکن انسان کئی راستوں سے گزر کے اصل راستے کو پاتا ہے، ایسے میں کیا کریں؟

۵ مسلمانوں میں آپس میں اتنے جھگڑے ہیں کہ عام آدمی پریشان ہو جاتا ہے کہ وہ دین پر کس طرح چلے؟

سوال :۔

اللہ کا سفر کس طرح کیا جائے اور ہم اس سفر میں آنے والی مشکلات کو کیسے دور کریں؟

جواب :۔

وہ انسان جو دوڑتا پھرتا ہے اگر سو جائے تو غافل ہو جاتا ہے۔ بندہ وہی ہوتا ہے لیکن زندہ ہو تو زندگی اور اگر مر جائے تو میّت کہلاتا ہے' اگر رونے لگ جائے تو غمگین اور ہنسنے لگ جائے تو شادمان کہلاتا ہے۔ اگر انسان اپنے کسی بھی سفر پر توجہ نہ کرے تو اس سفر سے بے راہ یا گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہر سفر کو ایک توجہ چاہئے۔ کچھ لوگ اپنے سفر کے ذریعے اللہ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اللہ ایسی رسائی والے کو چھپاتا نہیں ہے۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ اس نے آپ کو انسان بنایا' دیکھنے والا بنایا' سننے والا بنایا' سوچنے والا بنایا' اب اس کا شکر ادا کرو۔ یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے آپ کے دیکھنے کے لئے کل کائنات بنائی۔ آپ کو ہر چیز بغیر تقاضے کے ملی ہے' تقاضے کے بغیر آپ کو اسلام عطا فرمایا' آپ پر اپنی

رحمتیں نازل فرمائیں بلکہ آپ کے مانگے بغیر آپ کا رابطہ رحمتہ للعالمین ﷺ سے کرایا۔ اب اللہ کو کیا ضرورت ہے کہ اپنے تک رسائی کرنے والے کو چھپا کے رکھے۔ یہ آپ ہیں جو استقامت نہیں رکھتے اور چلتے چلتے اِدھر اُدھر ہو جاتے ہیں۔ جس سفر میں آپ Concentration یا توجہ چھوڑ دیں تو اس راہ میں آپ بے راہ ہو جاتے ہیں ---- ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے حضور پاکؐ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم دین سے کیسے اور کتنی محبت کریں؟ آپؐ نے فرمایا دین سے اتنی محبت کرو جتنی دنیا دار دنیا سے کرتا ہے۔ دنیا دار دنیا بنانے کا کوئی موقع نہیں چھوڑتا اور تم اپنے دین کے لئے کوئی موقع نہ چھوڑو ---- تو بات اتنی ساری ہے کہ دنیا دار ہر موقع پر اپنی دنیا بناتا ہے کیونکہ اس کا مزاج ہی دنیا ہے ---- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومنکم من یرید الدنیا تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار رہیں گے اور ومنکم من یرید الاخرہ اور تم میں سے لوگ ہیں جو آخرت کے طلب گار ہوں گے۔ آخرت کے طلب گار کا مطلب ہے دین کا طلب گار ہونا ---- یہ طلب گاری سرسری نہیں ہونی چاہئے بلکہ جس توجہ سے دنیا دار اپنی دنیا بنانے میں محو اور مصروف ہے، اسی طرح دین دار اپنے دین کو بنانے میں محو اور مصروف ہونا چاہئے۔ روحانیت زندگی سے کوئی الگ شعبہ نہیں ہے کہ آپ تسبیح بیان کرو، شغل کرو یا کوئی وظیفہ پڑھو ---- اگر آپ دنیا سے توجہ ہٹا کر دین کی طرف لگا لیں تو آپ دین دار ہو جائیں گے ---- کچھ لوگ خوف کی نماز پڑھتے ہیں جس میں اللہ کا خوف، دوزخ کا خوف، اور دنیا کا خوف شامل ہے۔ کچھ لوگ شریعت کی

نماز پڑھیں گے کیونکہ شریعت کا حکم ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو صرف خدا کی خوشنودی کے لئے نماز پڑھیں گے۔ شریعت ایک نظام ہے اور اللہ ایک ذات ہے۔ نظام کسی وقت خاموش ہو جاتا ہے لیکن ذات خاموش نہیں ہوتی۔ اگر آپ اکیلے بیٹھے ہوں تو نظام تو آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔ نظام نے تو اذان' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ سب طے کر دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ نظام خاموش ہے۔ کچھ کھانے میں یا کچھ پہننے میں فارمولا آپ پر زیادہ زور نہیں دے گا۔ لیکن جس وقت آپ اللہ کی طرف رجوع کر رہے ہوں تو آپ کو یہ خیال ہونا چاہئے کہ اللہ تنہائی میں بھی ہے' محفل میں بھی ہے' دولت میں بھی ہے' غریبی میں بھی ہے' پاکیزگی میں بھی ہے اور آپ کی غیر پاکیزہ زندگی میں بھی ہے۔ وہ کائنات کا مالک ہے' خیر و شر دونوں اس کی طرف سے ہیں' اللہ تعالیٰ سے آپ کا کوئی حال مخفی نہیں ہے اور آپ کی کوئی حالت ایسی نہیں ہے جب آپ اللہ تعالیٰ سے Disconnect ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے آپ کا کنکشن ہر حال میں بحال رہتا ہے اور رہنا بھی چاہئے۔ فارمولا یا ڈسپلن یا نظام جہاں پر ہے' اپنی جگہ صحیح ہے۔ اس ڈسپلن کے علاوہ بھی جو نظام ہے وہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ہے۔ اگر آپ کی تنہائی میں اور آپ کے دل میں کوئی بدی آ رہی ہے تو یہاں شریعت کی پکڑ نہیں ہے لیکن یہاں اللہ کی گرفت آئے گی کیونکہ اس نے اعمال کو نیت پر مقرر کر رکھا ہے۔ نیت کا فارمولا نہیں ٹوٹ سکتا۔ اگر دو آدمی بیک وقت نماز پڑھ رہے ہوں اور ایک آدمی کی نیت بد ہو اور دوسرے کی صحیح ہو تو آپ فارمولے کے ذریعے کیسے معلوم کرو گے کہ کس کی نماز صحیح ہے۔ یہ تو پتہ نہیں چل سکتا۔ اگر ایک آدمی بد

ہے اور ساری عمر نیکی کرتا ہے تو کیسے پتہ چلے گا کہ وہ منافق ہے۔ منافق وہ ہوتا ہے جو نیکوں میں بھی نظر آئے اور بد لوگوں میں بھی نظر آئے' مومنوں میں بھی پایا جائے اور کافروں میں بھی پایا جائے' دونوں میں مشہور ہونا چاہے اور جس کا رابطہ دونوں سے ہو ---- تو منافق بھی نیکی میں شامل ہو گا بلکہ نمایاں ہو گا لیکن اس کے دل میں نیکی وارد نہیں ہو گی۔ وہ حضور پاکؐ کی شان میں قصیدہ بھی لکھے گا لیکن دل سے کبھی قبول نہیں کرے گا۔ مثلاً" منافقوں نے مسجد بنائی اور حضور پاکؐ کو دعوت دی اور جب آپؐ جانے لگے تو ذات حق نے Interfere کیا کہ یہ مسجد تو مسجد نہیں ہے اور اس کو گرا دینا چاہئے کیونکہ اس کو بنانے والے دراصل منافق ہیں۔ منافقوں کی تعریف اللہ نے یہ بتائی ہے کہ اگر وہ کلمہ پڑھیں تو بھی جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسولؐ! جب منافق آپؐ کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو میں تو جانتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں لیکن میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ گویا کہ منافق اگر سچی بات کرے تب بھی جھوٹ ہے ---- یہاں پر کلمہ پڑھنے والا چونکہ منافق نکل آیا تو یہاں آ کے فارمولا فیل ہو جاتا ہے ---- یہاں پر کلمہ تو سچا ہے لیکن پڑھنے والا جھوٹا ہے۔ اس مقام پر ضرورت پڑتی ہے کہ فارمولے کے علاوہ بھی کوئی بات ہو کیونکہ جب جھوٹا آدمی سچا کلمہ پڑھے تو بھی جھوٹ ہے اور اگر جھوٹا آدمی سچا قرآن پڑھے' تب بھی جھوٹ ہے ہر چند کہ قرآن سچا ہے۔ لہٰذا مختلف مواقع پر اگر دو باتیں کوئی سے ،، مختلف آدمی کر رہے ہوں تو ان میں فرق ہو سکتا ہے' ایک نماز اگر دو

آدمی پڑھ رہے ہوں تو ان میں فرق ہو سکتا ہے' ایک کلمے کو دو آدمی پڑھ رہے ہوں تو ان میں فرق ہو سکتا ہے ----- اس فرق کو آپ فارمولے کے ذریعے معلوم نہیں کر سکتے بلکہ اس فرق کو آپ صرف حقیقت کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں اور ذات کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔ تو ذات سے جب تعلّق ہو تو اس تعلّق میں محویّت ہونی چاہئے اور Concentration ہونی چاہئے۔ آپ کی محویّت ہی آپ کے سفر کی ضمانت ہے۔ اس میں کوئی نیا فارمولا نہیں ہے۔ مثلاً" داتا صاحبؒ کا عرس شروع ہوتا ہے تو آدھے لوگ تو بھاٹی گیٹ کی مٹھائیوں تک ہی رہ جاتے ہیں' رونق' میلہ' چائے' باتیں' ملاقاتیں اور آگے دربار کی طرف نہیں جاتے۔ کچھ لوگوں نے اور واقعات کئے' کچھ عزیز میاں کے حوالے ہو گئے اور کچھ نصرت فتح علی قوال کے حوالے۔ قوالوں نے قول کہنا ہے' لکھنے والا اور ہے اور کہنے والا اور ہے۔ عرس قابل غور ہے۔ کچھ لوگ لنگر اور کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔ جس بزرگ کا عرس ہو رہا ہے یہ لوگ اس کی سوانح حیات سے بے خبر ہیں' اس کی کتاب سے بے خبر ہیں۔ کتنے لوگ ہیں جنہوں نے "کشف المحجوب" پڑھی ہے اور ان کو داتا صاحبؒ کی ذات سے تعارف ہے۔ داتا صاحبؒ اگر خود بھی آ جائیں تو وہ کہیں گے کہ ان لوگوں میں سے میرے پاس تو ایک بھی نہیں آیا ---- سب لوگ باہر کھڑے نعرے لگا رہے ہوتے ہیں اور اس آدمی کے پاس نہیں جاتے جس کا نعرہ لگا رہے ہوتے ہیں۔ جس کا کلمہ پڑھتے ہیں' اس کے تقرب میں اکثر لوگ نہیں جاتے۔ جس اللہ کو اللہ کہتے ہیں اس کے پاس اکثر لوگ نہیں جاتے۔ اس اللہ کے نام پر غریب کو کھانا کوئی نہیں

کھلاتا۔ اگر جائز کمائی ہو تو لنگر پکانے سے بہتر کوئی شے نہیں ہے۔ اس سے بہتر کوئی شے نہیں ہے کہ آپ اپنی جائز کمائی غریبوں کو کھلاتے ہیں۔ یہ تو سخاوت ہے اور اللہ والا کام ہے۔ اگر ناجائز کمائی آپ لنگر کے نام لگا رہے ہیں تو پھر اس میں دقت آئے گی اور آپ اس بزرگ کے بتائے ہوئے راستے پر بھی نہیں چلتے جس کام کے لئے وہ تشریف لائے۔ اگر اللہ والے سادہ زندگی گزارتے تھے اور آپ ان کے مزار کو سادگی سے باہر نکال دو تو یہ ان کا منشا کبھی نہیں ہو گا۔ ہوا یہ کہ بعد کے لوگوں نے ہمیشہ پرانے لوگوں کو ان کی زندگی کی طرز سے ہٹا کر ایک نیا ہیولیٰ بنا دیا۔ آج تک کسی نے ایسا نہیں کیا کہ "کشف المحجوب" کو آسان کر کے ایسا لکھ دے تاکہ بچوں اور بوڑھوں سب کو سمجھ آ سکے کہ داتا صاحبؒ کی کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے۔ اس کتاب کو عام فہم بنانا چاہئے مثلاً" توحید کا بیان ہے تو یہ سب کو سمجھ آ سکے کہ داتا صاحبؒ نے اس بارے میں یہ پوائنٹس لکھے ہیں ---- ایک مرتبہ داتا صاحب نے اپنے مرشد سے پوچھا کہ کچھ توحید کے بارے میں فرمائیں۔ ان کے مرشد نے کہا کہ کسی دن بتائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد داتا صاحبؒ اپنے مرشد کے ساتھ حج پہ گئے۔ کچھ آدمی اور بھی ساتھ تھے۔ پیدل چلتے گئے۔ ایک دن ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ گھوڑے پر سوار ایک بزرگ آئے۔ وہ داتا صاحبؒ کے پیر صاحب کے پاس گئے۔ سلام دعا ہوئی اور انہوں نے پیر صاحب سے کچھ کہا اور پیر صاحب نے انہیں کچھ کہا اور پھر وہ بزرگ واپس چلے گئے۔ داتا صاحبؒ نے اپنے مرشد سے پوچھا کہ یہ کون شخص تھے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تمہارے توحید والے سوال کا جواب تھا۔ داتا صاحبؒ نے

پوچھا کیسے؟ انہوں نے کہا یہ تھے خضر علیہ السلام اور یہ کہہ رہے تھے کہ اگر اجازت ہو تو ہم بھی آپ کے ساتھ حج کو چلیں، لیکن میں نے کہا کہ ہمارے ساتھ نہ چلیں۔ انہوں نے کہا اس کی کیا وجہ ہے؟ پیر صاحب نے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خدا کے خیال کو چھوڑ کر آپ کے خیال میں گم ہو جائیں۔ تو یہ توحید ہوتی ہے۔ توحید یہ ہوتی ہے کہ منزل کا ایسا خیال ہو کہ راہ سے بے خبر ہو جاؤ۔ تو آپ راستے میں گم نہ ہونا۔ اگر آپ توجہ کریں تو سارا واقعہ ٹھیک ہو جاتا ہے، جس طرف آپ جا رہے ہیں اس سمت چلتے جائیں۔ چلتے جانا ہی منزل ہے۔ اللہ کا سفر ایسا سفر ہے جس کا انجام بھی سفر ہے، آغاز بھی سفر ہے، حاصل بھی سفر ہے۔ اس تلاش میں، جس آدمی نے یہ تلاش دی، اس کا شکر ادا کرنا چاہئے کیونکہ یہ تلاش خود ساختہ نہیں ہو سکتی۔ اس کا فارمولا یہ ہے کہ منزل خود آپ کو تلاش کا موقع دیتی ہے۔ جس نے آپ کو قبول کرنا ہے وہ خود ہی آپ کو سفر پر روانہ کرے گا۔ سفر پر روانہ کرنے والا اور آپ کے ساتھ چلنے والا ہی منزل پر آپ کا استقبال کرے گا۔ ادھر سے آپ کو روانہ کرتا ہے اور وہاں پہ آپ کا استقبال کرتا ہے۔ ادھر سے پیغمبروں کو تکلیف میں ڈالتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ تمہیں پیغمبر بنایا ہے، تم پر سلام ہو اور درود ہو۔ اللہ کا فرمان ہے کہ سلام علیٰ نوح اور سلام علیٰ ابراھیم موسیٰ علیہ السلام کی ایک شان ہے لیکن ان کا اپنا گھر نہیں ہے، کسی کو گھر سے بے گھر کر دیا، یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینک دیا، بازار میں بکوا دیا اور جیل میں بھی بھیج دیا اور پھر کہا کہ یوسف علیہ السلام بڑے پیارے پیغمبر ہیں اور ان کا قصہ سب سے احسن ہے یعنی احسن القصص ہے،

سب سے پیارا قصہ ہے' اور ان پر سلام بھیجو ---- اللہ کے احسان کا یہ بہت ہی خوب صورت طریقہ ہے کہ اگر آپ کی توجہ اس کی طرف ہو تو تکلیف بھی تعلق کا حصہ ہے۔ اگر اللہ سے تعلق نہ ہو تو پیسہ بھی عذاب کا حصہ ہے۔ بات صرف تعلق کی ہے' جس کا تعلق اللہ سے ہو' وہ ہر حال میں اس سے متعلق رہتا ہے۔ ایسے تعلق میں غریبی بھی خوب صورت ہے' دولت بھی خوب صورت ہے بلکہ ہر واقعہ خوب صورت ہے اور اگر تعلق نہ ہو تو ہر حال میں گمراہی ہے۔ اس لئے تعلق والے لوگ ہر حال میں اللہ کے خیال میں رہتے ہیں اور دنیا کا سارا کام بھی چلتا رہتا ہے۔ آپ لوگ توجہ رکھو تو اسی دنیا میں Serious ہونے کا بڑا موقع ہے اور اگر آپ توجہ نہ رکھو تو یہ دنیا Serious ہونے والی نہیں ہے۔ ایک جگہ اسی کائنات کو حجاب حقیقت کہا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کائنات میں حقیقت نہیں ملے گی۔ ایک اور جگہ اسی کائنات کے بارے میں فرمایا گیا کہ یہ کائنات عین عکس حقیقت ہے اور حقیقت اسی میں تو ملتی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔ یعنی کہ یہاں آنکھیں کھولنے کا موقع ہے' جس نے آگے جا کے دیکھنا ہے وہ یہاں سے دیکھ کے جائے گا۔ اسی کائنات میں سارا راز ہے اور اسی کائنات میں کوئی راز نہیں ہے۔ یعنی غافل کے لئے ساری کائنات حجاب ہے اور جاگنے والے کے لئے ساری کائنات انکشاف ہے۔ بات ساری آپ کی اپنی ہے' آپ اپنی غفلت سے نکلو' یہ نہیں ہے کہ آپ کو کوئی فقیری مل گئی ہے یا کوئی روحانیت مل گئی ہے ---- صرف یہ ہونا

چاہیے کہ آپ میں استقامت پیدا ہو جائے کہ جو کام ہو رہا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ آپ زندگی پر راضی رہنا شروع کر دو۔ جو شخص زندگی پر راضی ہے وہ اللہ پر راضی ہے اور اللہ اس پر راضی ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ جس پر اللہ راضی ہو وہ اللہ پر راضی ہو جاتا ہے۔ گلہ' شکوہ' شکایت اور اس فانی زندگی کا کوئی پروگرام نہیں ہوتا' پروگرام وہ رکھے جس کو اختیار ملے۔ اس فانی زندگی کے پاس کیا پروگرام ہو سکتا ہے؟ کسی وقت بھی غبارے سے ہوا نکل سکتی ہے۔ تو اللہ کے راستے پر چلنے والے کے پروگرام پر چلتے ہیں اور اپنا پروگرام نہیں رکھتے۔ آپ اگر توجہ رکھو اور اللہ کے خیال میں رہو تو اس کائنات میں آپ کو وہ واقعہ مل جائے گا ورنہ انسان ساری عمر سفر کرتا رہتا ہے لیکن منزل سے رہ جاتا ہے ----
باقی یہ بات کہ فیض کیسے ملتا ہے تو اگر کسی جگہ پر بہت بڑے بزرگ نیکی اور عبادت میں مشغول ہیں اور ان کا بڑا بلند مقام ہے تو اس بلند مقام پر ان کو جو باورچی کھانا پکا کے دے رہا ہے' اس کا بھی ایک مقام ہے حالانکہ اس کی آستانے کے اندر ہونے والے عمل میں شمولیت نہیں ہے لیکن کھانا اس کے بغیر نہیں چلتا۔ ایسے شخص کی اگرچہ خیال میں شرکت نہیں ہوتی لیکن خیال والوں کے حال میں شرکت ہوتی ہے۔ جو خیال والوں کے حال میں شامل ہوتا ہے وہ بھی شامل ہوتا ہے۔ ذوقِ خیال صرف توجہ والوں کو ملے گا۔ اس لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بہت سے سرسری خیالات کو چھوڑ دیا کرو۔ کہتے یہ ہیں کہ جو آپ کا آخری سانس کے وقت خیال ہو گا' اسی خیال میں آپ اٹھیں گے۔ تو خیال کو آزاد رکھو' اللہ کی طرف رکھو' پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی۔

آپ اپنے خیال کی اصلاح کرو تو اسی کا نام فقیری ہو جاتا ہے' یہی آدمی پہنچا ہوا آدمی بن جاتا ہے' یہی آدمی بزرگ ہو جاتا ہے۔ اگر تانبے کے اندر سے کوڑھ نکل جائے تو یہی سونا ہے۔

ریت وجود تیرے وچ سونا تے تینوں نظر نہ آوے
ہنجواں دا گھت پانی تے ریت مٹی رڑ جاوے

تمہارے وجود کی ریت میں سونا ہے' اگر آنسوؤں کا پانی ڈالو تو ریت اور مٹی بہہ جائیں گے اور انسان صاف ہو جائے گا' یہ انسان اگر مسجد میں چلا جائے تو نمازی ہو جاتا ہے' حج پر چلا جائے تو حاجی ہو جاتا ہے۔ آپ کے خیال کی اصلاح ہو جائے تو آپ مفکر بن جاتے ہیں۔ اگر آپ ہر وقت اللہ کے خیال میں رہو تو آپ اللہ والے بن جاؤ گے۔ یہ کوئی دقت والی بات نہیں ہے۔ اللہ کا سفر اتنا مشکل بھی نہیں ہے۔ اللہ والے کوئی الگ مخلوق نہیں ہیں۔ آپ اپنے آپ کو سمجھو کہ آپ کے ذمے کیا کام ہے اور آپ کہاں سے چلے ہو اور کہیں بے مقصد سفر تو نہیں کر رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آخر میں یہ کہیں کہ

چلتے چلتے عمر کٹی ہے
کہنے کو دو گام چلا ہوں

اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ اب آپ اور سوال کرو ----

سوال :۔

ہم اکثر حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار پر جاتے ہیں لیکن یہ پتہ

نہیں چلتا کہ ان سے فیض کیسے حاصل کریں۔

جواب:۔

پہلے آپ یہ دیکھو کہ وہ کون سی ذات ہے جس کو آپ داتا صاحبؒ کہہ رہے ہیں۔ فی الحال آپ یہ سمجھو کہ وہ ماضی کے کوئی بزرگ تھے۔ ان کی کون سی بات تھی جس کی وجہ سے وہ بزرگ تھے یعنی ان کی بزرگی کی Specialization کیا ہے۔ یعنی ان کے پاس کوئی ایسا واقعہ ہے جو عام انسانوں کے پاس نہیں ہوتا۔ تمام بزرگ اپنے تک رسائی کے لئے کوئی نہ کوئی دروازہ کھول جاتے ہیں اور نشانی رکھ جاتے ہیں۔ داتا صاحبؒ اپنی کتاب "کشف المحجوب" چھوڑ گئے۔ آپ نے اگر کتاب پڑھی ہے تو آپ کو اس میں سے راستہ مل جائے گا۔ اس کتاب کو غور سے پڑھیں اور اجازت سے پڑھیں بلکہ اس کتاب کے بارے میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا فرمان ہے کہ جس شخص کو پیر نہ ملے اس کو یہ کتاب پڑھنے سے مل جائے گا۔ کتاب پڑھنے کے بعد آپ داتا صاحبؒ کے پاس اکتساب فیض کے لئے جاؤ۔ فیض کا مطلب یہ ہے کہ اس ماحول سے برکت حاصل کرنا۔ پھر آپ کو سمجھ آنا شروع ہو جائے گا کہ بزرگوں کا Function کیا ہوتا ہے۔ یہ بزرگ بڑی دور سے آئے اور آپ لوگوں کے لئے آئے۔ داتا صاحب غزنی سے آئے اور فیض لاہور کو دیا۔ داتا دربار جاؤ اور سلام کر کے واپس آ جاؤ' وہاں پر ادھر ادھر کی باتیں نہ کرنا۔ ایک طریقہ اختیار کر لو۔ اگر سارے طریقے استعمال کرو گے تو ناکام ہو جاؤ گے۔ کچھ لوگ قوالی بھی سنتے ہیں اور کچھ لوگ نہیں سنتے۔ کچھ لوگ جلی

ذکر کرتے ہیں اور کچھ لوگ خفی ذکر کرتے ہیں۔ اب اگر ایک آدمی قوالی بھی سنتا ہے، خفی ذکر بھی کرتا ہے، جلی ذکر بھی کرتا ہے تو وہ کئی گنا محنت کے باوجود Zero ہو جائے گا کیونکہ اس میں استقامت بھی نہیں ہے اور یقین بھی نہیں ہے۔ ایسا شخص پہلے ایک بزرگ کے پاس جاتا ہے، پھر کہیں اور چلا جاتا ہے۔ ایسا شخص زیرو ہو جاتا ہے۔ ایک مقام پر رہنے والا Achieve کر جاتا ہے۔ Achievement کیا ہوتی ہے؟ استقامت، یقین اور یکسوئی۔ یعنی ایک رخ ہو جائے اور اگر دو رخ ہو جائیں کہ مشرق بھی جاؤ اور مغرب بھی جاؤ تو پھر نتیجہ یہ ہو گا کہ انتشار ہو جائے گا، دراڑ پڑ جائے گی۔ دو طرف توجہ کرنے سے خرابی ہو جاتی ہے:

چال کیسی یہ چل گیا رستہ
چلتے چلتے بدل گیا رستہ
آسمان تھا میری نگاہوں میں
پاؤں سے یوں نکل گیا رستہ

تو راستہ چلتے وقت راستہ دیکھا جائے اور اگر دوسری طرف دیکھیں تو راستہ گم ہو جائے گا۔ اس لئے کئی راستوں کی بجائے ایک راستے پر چلنا چاہئے۔ دو جگہ کھانے پر جانے والا اکثر بھوکا سوتا ہے۔ دو آقاؤں کو سوائے منافق کے کوئی راضی نہیں کر سکتا۔ آقا یعنی مالک صرف ایک ہوتا ہے یعنی اللہ صرف ایک ہے۔ نسبت صرف اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ سے ہونی چاہئے اور ایک راہنما ہونا چاہئے۔ اس لئے دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ ہمیں ایک راستے کا مسافر بنا۔ ایک راستے کا مسافر گمراہ

نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے پاس راستہ ہی ایک ہے۔ ماننے والا کبھی گملو نہیں ہو سکتا۔ گملو وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس سوچ ہو۔ گملہی تب ہوتی ہے جب ذہن کے پاس سوچنے کی گنجائش ہو۔ جب انسان یہ فیصلہ کر لے کہ کسی کا کہنا ماننا ہے تو اس کے پاس کوئی سوچ نہیں رہتی۔ بزرگوں کے پاس اس لئے جاتے ہیں تاکہ ایک بزرگ کے حوالے سے سفر کیا جائے۔ جو لوگ دو یا تین کے حوالے سے سفر کرتے ہیں' ان کے لئے بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ دو یا تین آوازوں میں سے ایک آواز پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ ایمان کے بعد کسی ایک بزرگ کے حوالے سے اپنا سفر کر لو کیونکہ اللہ اس بزرگ کے پاس ہوتا ہے:

خلقت کوں جیندی گول اے
ہر دم فریدؔ دے کول اے

یعنی مخلوق جس اللہ کو ڈھونڈ رہی ہے وہ ہر دم فرید کے پاس ہے۔ وہ آپ کے ساتھ ہے اور آپ اپنے یقین کے ساتھ چلتے جاؤ۔ اس طرح بزرگوں کے فیض سے آپ اللہ کی رحمت کو پا لیں گے۔

سوال:

اکثر نیت تو ایک مقصد کی ہوتی ہے لیکن کوئی دوسرا شخص راستے میں اتفاقاً' مل جاتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کریں؟

بات یہ ہے کہ اگر آپ کسی دفتر میں ملازم ہوں اور دفتر جانے کے وقت سے پہلے اگر کوئی مل جائے تو آپ اسے کہتے ہیں کہ شام کو ملیں گے یا بعد میں ملیں گے۔ اگر آپ کی ہوائی جہاز کی سیٹ بک ہو تو ملنے والے شخص سے آپ کہیں گے کہ چار بجے جہاز نے اڑ جانا ہے' اس لئے پھر ملیں گے' اگر نماز کا وقت ہو اور کوئی ملنے آئے تو آپ کہیں گے کہ میں نماز پڑھ کے آتا ہوں۔ اگر آپ کی کہیں کوئی Commitment ہو یا وعدہ ہو تو آپ کہیں گے کہ سارا جہاں ادھر کا ادھر ہو جائے لیکن میں نے وعدہ پورا کرنا ہے۔ تو وعدہ تب پورا ہوتا ہے جب آپ ایک جگہ Commited ہوں اور دوسرا مل جائے تو آپ نے دوسرے کو چھوڑ دینا ہے۔ یہی تو کرنا ہے آپ نے۔ نیکی کے راستے میں بظاہر ایک اور نیکی کھڑی ہوتی ہے لیکن اصل میں نیکی کے راستے میں نیکی نہیں آ سکتی۔ جو نیکی کے راستے میں رکاوٹ ہو وہ "نیکی نما" کوئی چیز ہوتی ہے اور نیکی نہیں ہوتی بلکہ نیکی کا لبادہ ہے۔ اگر آپ اپنے باپ کے پاس جا رہے ہوں اور راستے میں پرانا دوست مل جائے تو پھر آپ باپ کے پاس جانا۔ اپنے راستے کو حجابات سے اور رکاوٹوں سے آزاد کرو۔ تو آپ سیدھے چلتے جاؤ اور توجہ سے چلتے جاؤ۔ اگر رات کے اندھیرے میں دور ایک چراغ جل رہا ہو تو راستے میں اس چراغ کی روشنی تو نہیں ہوتی لیکن اس سے سمت معلوم ہو جاتی ہے' اگر اس چراغ سے ذرا بھی نگاہ ہٹائی جائے تو آپ کو کچھ نظر نہیں آئے گا اور راستہ گم ہو جائے گا۔ پہاڑی راستے میں بھی اگر نگاہ منزل پر رکھو تو سفر آسان ہو جاتا ہے۔ زندگی کے باطنی سفر کو فرض

سمجھو۔ رکاوٹ کو توڑنا ہی تو فقیری بن جاتی ہے۔ استقامت ہی تو فقیری ہے۔ دین میں جو لوگ استقامت رکھتے ہیں وہ شہید بھی ہو گئے اور انہوں نے جانیں بھی قربان کر دیں۔ باقی لوگ دیکھتے رہ گئے کہ یہ کیسے ہو گیا؟ اصل راز یہ ہے کہ جس نے جان دی تھی' اس نے جان لے لی ہے' اب جھگڑا کس بات کا۔ دیکھنے والے کو سمجھ نہیں آتی کہ یہ راستے میں کیوں نہ بیٹھ گئے لیکن جو منزل سے محبت کرتا ہے وہ کبھی راستے میں نہیں بیٹھ سکتا۔

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک راستے کو اپنانا چاہیے لیکن زندگی میں انسان کئی راستوں سے گزر کر اصل راستے کو پاتا ہے۔ ایسی صورت حال میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب:

ہوتا یہ ہے کہ جس وقت یہ سمجھ آ جائے کہ ایک راستے کا مسافر بننا ہے تو اس وقت ایک راستہ اپنا لو۔ اس سے پہلے کے سفر کو آپ کچھ نہیں کر سکتے سوائے اس کے کہ اس پچھلے سفر کو آپ چھوڑ دیں۔ اگر منزل مل جائے اور نصیب میں کامیابی ہو تو پھر پرانی ناکامیاں اور گمراہیاں بھی کامیاب ہو جاتی ہیں۔ جس آدمی کا آخری سانس مسلمان ہو جائے اس کی ساری زندگی مسلمان ہو جاتی ہے ہر چند کہ وہ کافرانہ تھی۔ ستر سال کا کافر کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا تو اس کے پچھلے ستر سال بھی مسلمان ہو گئے۔ اس لئے گمراہ کا راستہ ٹھیک ہو جائے تو وہ راہ پر آ جاتا

ہے۔ آپ اپنے مستقبل کو Safe کرو تو آپ کے گمراہ زمانے بھی محفوظ کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر پہاڑ پر جانے والا شخص راستہ گم کر بیٹھے تو وہ بڑا شور مچاتا ہے اور اگر وہ چوٹی پر پہنچ جائے تو اس کا سارا راستہ ہی کامیابی کا راستہ ہے:

پانی بھرن سہیلیاں رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سب سہیلیاں رنگین گھڑے لے کر پانی بھرنے جا رہی ہیں لیکن کامیاب وہی کہلائے گی جو پورا گھڑا بھر کر گھر لوٹے۔ تو اگر آپ منزل تک پہنچ گئے تو ہر راستہ ہی صحیح تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ کیا آپ صحیح انجام پہ پہنچ گئے۔ اگر صحیح منزل پہ پہنچ گئے تو ہر راستہ صحیح ہے۔ اگر قبول کرنے والے نے قبول کر لیا تو سارا راستہ ہی صحیح ہے جو لوگ پہلے کافر تھے وہ مومن ہو گئے تو:

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانوں سے

اسلام کے کلمے سے پہلے اور دین تھا اور سارے لوگ ادھر سے تشریف لائے ہیں۔ دین تو ان کا خدا داد ہے مگر اللہ تعالیٰ اس راستے سے لا کر شامل کرتا جاتا ہے۔ اس لئے ماضی کی کوئی بات نہیں ہے بلکہ مستقبل کی اور حال کی بات ہے۔ تو کافر کا انجام مسلمان ہو سکتا ہے' سبحان اللہ! جو پہلے آوارہ پھرتا تھا' گمراہ تھا اور دوست کا ٹھکانہ نہیں جانتا تھا:

آوارہ می رویم کہ نہ دانم دیارِ دوست

پھر اسے خضر علیہ السلام مل گئے اور راستہ مل گیا۔ اب جو راہ پر آ گیا اس کی گمراہی کا کیا ذکر کرنا۔ دعا یہ کرنی چاہئے کہ ہماری آخری سانس صحیح راہ پر ہو۔ بس پھر سارا سفر کامیاب ہو گیا۔ آخری سانس کس کی صحیح راہ پر ہوتی ہے؟ جو توبہ کرتا ہو کیونکہ توبہ کرنے والا گناہ سے نکل جاتا ہے۔ جس نے سب کو معاف کر دیا اس کو معافی مل جاتی ہے۔ جس نے حقوق ادا کر دیئے' اس کو معافی مل جاتی ہے۔ جو بے ضرر ہو گیا وہ فقیر ہو گیا اور جو منفعت بخش ہو گیا وہ اللہ کا دوست ہو گیا۔ تو لوگوں کو نقصان پہنچانے سے توبہ کرو اور انہیں فائدہ پہنچانا شروع کر دیا۔ سخی کون ہوتا ہے؟ اللہ کا دوست ہوتا ہے۔ غریب بھی سخی ہو سکتا ہے اگر وہ دوسرے کے مال کی تمنا چھوڑ دے۔ غریب بھی اللہ کا دوست ہو سکتا ہے۔ اسی طرح "کاسب" بھی حبیب اللہ ہوتا ہے یعنی ہاتھ سے کام کرنے والا اللہ کا دوست ہو سکتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ تو دوستی بنانے کے لئے تیار ہے مگر آپ بہت مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو موقع دیتا رہتا ہے مثلاً" کوئی سائل دروازے پر آ جائے اور اللہ کے نام پر مانگے تو اسے کہیں گے معاف کرو۔ مگر وہ اور طرح کا سائل ہے' وہ کہے گا کہ مجھے پہچانو کہ میں کون ہوں' میں تم جیسے بخیل کو سخی بنانے آتا ہوں --- تو سائل کا آ جانا بخل کو سخاوت میں بدلتا ہے اور سخی اللہ کا حبیب ہوتا ہے۔ تو ایسے سائل کی قدر کرنی چاہئے جو بخیل کو سخی بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کے مواقع عطا فرماتا رہتا ہے۔ اگر بدی کا موقع ہو اور وہ چھوڑ دی جائے تو وہ نیکی بن جاتی ہے۔ لیکن لالچی آدمی نہیں مانتا اور بدی کرتا رہتا ہے' وہ پیسے گنتا رہتا ہے:

ایک نہ مانے بانیا پیسے گن گن سوئے

اور سوال پوچھو --- بولو ----

سوال:

مسلمانوں میں آپس میں اتنے جھگڑے ہیں کہ عام آدمی پریشان ہو جاتا ہے کہ وہ دین پر کس طرح چلے؟

جواب:

یہ جو آپ کا آپس کا جھگڑا ہے یہ کیسے پیدا ہوا' یہ اس وقت پیدا ہوا جب آپ نے ایک کتاب پڑھ لی اور دوسرے نے دوسری کتاب پڑھ لی۔ اصل بات اور تھی لیکن مسلمانوں میں اختلاف ہو گیا۔ تو ساری قوم ایک عمل کرے۔ اس طرح قوم کامیاب ہو گی۔ یہ نہ ہو کہ ایک گروہ یہ کرے اور دوسرا کچھ اور کرے۔ کسی کی غلطی نکالنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ غلطی آپ میں نہ ہو۔ اگر وہ غلطی آپ کے اندر ہے تو دوسرے کو غلط کہنا چھوڑ دو اور اپنی غلطی کو ٹھیک کرو۔ ابھی تک ایک کتاب کا دوسری کتاب سے جھگڑا ہو رہا ہے' ایک آپ نے پڑھی ہے اور ایک دوسرے نے' اور بحث ہوتی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ اتنا بڑا اور Solid واقعہ ہے کربلا کا لیکن ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ سب کا ایک بیان ہو جاتا۔ کربلا کوئی افسانہ تو نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے اور تاریخ ہے اور یہ واقعہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست متعلق ہے کیونکہ یہ آپؐ کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ ہم حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک بات کو ریکارڈ کرتے ہیں' ایک ایک حدیث

درج ہے لیکن مکمل ریکارڈ رکھنے والی قوم حضور پاک ﷺ کے نواسے کا ریکارڈ نہیں رکھ سکی اور لوگوں کے بیانات بدل گئے' بحث شروع ہو گئی' واقعات اور ہو گئے اور آج تک آپ لوگ فیصلہ نہ کر سکے کہ اصلی بات کیا ہے۔ لہٰذا اب تاریخ کا انکشاف اور طرح سے ہو گا۔ اب صرف بیان سے بات نہیں چلتی کہ کوئی کتاب پڑھنی پڑے' اب یہ بات نہیں ہے' اب تو اللہ تعالیٰ خود ہی پردہ اٹھائے تو بات سمجھ آئے گی۔ اس کی دوسری صورت کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شہید زندہ ہیں لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء و لکن لا تشعرون۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں مر گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور تمہیں شعور نہیں ہے۔ تو ہمیں واقعی شعور نہیں ہے لیکن اگر اللہ چاہے تو شعور دے دے۔ اگر کبھی شعور آ جائے اور شہید جو کہ زندہ ہے خود آ کے اپنا واقعہ بیان کر دے تو سارا مسئلہ ہی حل ہو جائے گا۔ یا کوئی اور مشاہدہ ہو جائے۔ تو کربلا کا اتنا بڑا اور مستند واقعہ ہے اور Actual واقعہ ہے لیکن بیان میں اختلاف ہے۔ ایک مرتبہ میں کراچی گیا' وہاں ایک تقریب میں' میں اولیاء کرام کا ذکر کر رہا تھا' "ولی" کی بات ہو رہی تھی۔ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جو اولیاء کرام کو نہیں مانتا تھا۔ اس نے کہا میرا سوال یہ ہے کہ "ولی" کی تعریف کریں۔ میں نے کہا "ہم علی کی کیا تعریف کر سکتے ہیں"؟ اس نے کہا میں نے "ولی" کی تعریف کے لئے کہا تھا۔ میں نے پھر کہا کہ ہم علی علیہ السلام کی کیا تعریف کر سکتے ہیں! اس نے پھر اصرار کیا کہ "ولی" کی تعریف --- میں نے کہا کیا تم علی کو ولی نہیں مانتے ہو؟ تو "ولی" کسی تعریف کا نام نہیں

آپ کو اصل راستہ مل سکتا ہے۔

جس وقت پیسے کی گنتی بھولنا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی۔ جب اللہ پر بھروسہ ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی۔ جب آپ کو دنیا کی بجائے اللہ پر اعتماد ہو جائے اور توکل ہو جائے تو سمجھو کہ اللہ کی مہربانی ہو گئی۔ جب آپ یہ سمجھیں کہ پیسے کے ذریعے زندگی بسر ہو رہی ہے تو سمجھو کہ ایمان میں نقص آ گیا۔ پیسے کا زندگی کے ساتھ تعلّق ضرور ہے لیکن یہ سب کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ و ما من دابة فی الارض الا علی اللّٰه رزقها۔ یعنی کوئی بھی مخلوق ایسی نہیں ہے زمین پر جس کا رزق اللہ کے پاس نہ ہو۔ تو یہ پکی خبر ہے کہ رزق اللہ کی طرف سے ہے۔ عزت اور ذلت بھی اللہ کی طرف سے ہے۔ جو آدمی کہتا ہے کہ میں اپنی عزت کی حفاظت کر رہا ہوں تو وہ غلط کہتا ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ میں اپنی زندگی طویل بنا رہا ہوں تو وہ بھی غلط کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ تمہاری موت تمہاری زندگی کی حفاظت کرے گی۔ موت کو پتہ ہوتا ہے کہ اس نے فلاں سال میں آپ سے ملاقات کرنی ہے، اس وقت سے پہلے وہ آپ کے قریب کسی کو نہیں آنے دے گی، چاہے وہ کوئی حادثہ ہو یا کوئی بیماری ہو --- تو موت آپ کی اس وقت تک حفاظت کرے گی جب تک وہ خود نہیں آتی۔ ڈاکٹر بیمار کو موت سے بچاتا ہے لیکن ایک دن ڈاکٹر بھی مر جاتا ہے بلکہ سارے مر جاتے ہیں۔ اگر رزق اللہ کی طرف سے ہے، عزت ذلت ادھر سے ہے اور زندگی موت بھی اللہ کی طرف سے ہے تو اب فکر مند صرف وہ ہو گا جس کا ایمان کمزور ہو گا۔ اس فکر سے نکل جانا ہی فقیری ہے۔ اس طرح

ہے بلکہ یہ تسلیم کا نام ہے، جب تم کسی کو ولی مانتے ہی نہیں ہو تو تمہیں تعریف سے کیا واسطہ۔ جب تک آپ تسلیم نہ کریں تو یہ واقعہ نہیں بنتا۔ آپ کی تسلیم میں دراڑ پڑ گئی ہے۔ آپ کتاب سے محبت کرتے ہیں جب کہ محبت کتاب سے نہیں بلکہ ذات سے ہوتی ہے۔ محبت تب ہو گی جب آپ کہیں گے کہ:

کہیں ملیں جو حلیمہ کی بکریوں والے تو ان کو سلام کہنا

محبت کا واقعہ اور طرح سے ہو گا۔ یہ احمد رضا خاں بریلویؒ آپ کو سمجھا سکتے ہیں۔ جن لوگوں کو یہ بات ملی وہ آپ کو سمجھا سکتے ہیں۔ کتاب سے بات سمجھ نہیں آتی۔ پیغمبروں کے بعد صحابہ کرامؓ کی عزت اور شان سب سے زیادہ ہے۔ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی کتاب نہیں پڑھی بلکہ کلمہ پڑھا ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کی ہے اور ان کا مقام بہت ہی بلند ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں اگر کوئی کلمہ پڑھتا تو پھر پوچھتا کہ ہم کیا کریں؟ تو آپؐ فرماتے کہ جو ہم کر رہے ہیں، اگر جنگ کا زمانہ ہے تو ہمارے ساتھ چلو اور اگر امن کا زمانہ ہے تو اسلام کی خدمت کرو، کاروبار کرو، لوگوں سے محبت کرو ---- آپ لوگ جانتے ہیں کہ اگر ایک آدمی ستر سال کا کافر تھا اور اس نے آکر کلمہ پڑھا اور اگر کلمہ پڑھتے ہی مر گیا تو وہ سیدھا جنت میں گیا ---- اور آپ ہر روز کئی مرتبہ کلمہ پڑھتے ہو اور آپ کو جنت میں جانے پر شک ہے۔ آپ اپنے ساتھی کو کہتے ہیں کہ تو جنت میں نہیں جائے گا۔ جب تک آپ اپنے ساتھی کو جنت میں نہ بھیجیں آپ جنت میں نہیں جائیں گے۔ ایک

طرف تو آپ کہتے ہیں کہ ستر سال کا کافر ایک دفعہ کلمہ پڑھنے کے بعد جنت میں چلا جاتا ہے اور خود آپ ہزار مرتبہ کلمہ پڑھ چکے ہو لیکن موت کے منظر کا ذکر کرتے رہتے ہو۔ کلمہ دل سے پڑھنا ہی جنت ہے۔ کلمے پر یقین ہی جنت ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہی جنت ہے۔ آپ میں محبت کی کمی ہو گئی ہے اور علم بڑھ گیا ہے۔ ایسے علم سے نجات پاؤ' بہت کتابیں نہ پڑھا کرو' بچوں کا خیال کرو اور ان کے لئے رزق صالح کماؤ' دوسروں کی غلطیاں معاف کرو اور ان سے محبت شروع کرو' اللہ کا شکر ادا کرو اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرو۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ان لوگوں سے اللہ ناراض ہو جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔ بحثیں نہ کیا کرو۔ کربلا کا آپ کو پتہ ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے۔ آپ لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ اگر آپ اس وقت ہوتے تو امام عالی مقام کے ساتھ ہوتے یا یزید کے ساتھ ہوتے۔ شکر کرو آپ اس وقت موجود نہیں تھے نہیں تو آپ کو آزمائش پڑ جاتی۔ آپ کے لئے بہتر یہ ہے کہ آپ ماننے والوں کے قافلے میں رہیں۔ فقراء کرام یہ کہتے ہیں کہ جب امام عالی مقام کو شہید کیا جا رہا تھا تو شہید کرنے والے یہ کہہ رہے تھے کہ جلدی قتل کرو' ہم نے نماز بھی پڑھنی ہے۔ ان سے پوچھو کہ تم نماز کس کی پڑھو گے؟ کیا وہ نماز باقی رہ گئی ہے؟ بس آپ اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھروسہ رکھو اور جو اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیارے ہیں' ان کے ساتھ پیار کرو۔ بس یہ مختصر سا دین ہے۔ جو لوگ آپ کو پیارے ہیں ان کا خیال کرو' اپنے گرد و پیش محبت پھیلاؤ' اگر پیسے سے کسی کی خدمت کر سکتے ہو تو پیسے

دے دو، اگر کچھ نہیں کر سکتے تو میٹھی زبان سے خدمت کر دو۔ یہ آپ کا دین ہے۔ جاگنے والا سونے والے سے بہتر ہوتا ہے اور وہ اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائے۔

ربنا لا تو اخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا و لا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا و لا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکفرین۔ صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ حبیبنا و شفعینا سیدنا و سندنا و مولٰنا محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○

۱ حضرت ابراہیم نے اللہ سے پوچھا کہ میں مرنے کے بعد کی زندگی کے متعلق اطمینان چاہتا ہوں۔ کیا انہیں یہ بات کہنی چاہیے تھی؟

۲ آپ کی باتیں تو حق ہیں لیکن کوئی عزیز جدا ہو جائے تو بڑا غم ہوتا ہے اور آنسو بھی آنسو ہوتے ہیں۔

۳ اللہ کا فضل کیا ہوتا ہے اور کیسے تلاش کیا جاتا ہے؟

سوال :۔

حضرت ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ میں یقین تو رکھتا ہوں مگر مرنے کے بعد کی زندگی کے متعلّق اطمینان چاہتا ہوں۔ کیاانہیں یہ بات کہنی چاہیئے تھی؟ براہ مہربانی اس معاملے میں وضاحت فرمادیں!

جواب :۔

اگر نہیں کہنی چاہیے تھی تو پھر اللہ تعالیٰ قرآن میں اس کاذکر نہ فرماتے۔ یہ اتنی ضروری بات تھی کہ اللہ نے اس واقعہ کو خود بیان فرمایا۔اس کی مکمل وضاحت فرمائی۔ حضرت ابراہیمؑ اللہ کے پیغمبر اور رسول ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ سوال مجھے سمجھ نہیں آ رہا اور اس کا جواب میرے لئے اطمینانِ قلب کا باعث ہو گا۔ اللہ کریم نے یہ واقعہ لوگوں کے لئے بیان فرمایا ہے جو کہ پیغمبر نہیں ہو سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیغمبروں کے دل میں بھی خیال آئے اور ہم نے انہیں پورا کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بڑے صاحبِ مرتبہ پیغمبر ہیں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جدامجد ہیں۔ آپ کو یہ بتایا گیا ہے کہ پیغمبر کے دل

میں یہ خیال آیا اور ہم نے پورا کیا تاکہ کبھی آپ کے دل میں یہ خیال آئے تو پتہ ہو کہ اس کا جواب پہلے آچکا ہے۔ آپ کو یہ واقعہ اس لیے بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں بڑے بڑے جواب دیے ہیں۔ عملی طور پر یہ جواب دیا ہے کہ پرندے کے مردہ ٹکڑوں کو زندہ کر دیا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں آتا ہے کہ ایک تلی ہوئی مچھلی زندہ ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ " تولج الیل فی النھار وتولج النھار فی الیل وتخرج الحی من المیت و تخرج المیت من الحی" یعنی ہم رات سے دن نکالتے ہیں اور دن سے رات، مردہ سے زندہ پیدا کرتے ہیں اور زندہ سے مردہ۔ یہ فائنل حکم ہے، آپ اس بات کا مشاہدہ کرو کہ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا ہوتا رہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالی موت سے زندگی اور زندگی سے موت پیدا کرتا ہے۔ اس کی ایک چھوٹی سی مثال لے لیں کہ انڈے سے زندگی اور زندگی سے انڈہ۔ یہ تو ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً" بے جان زمین میں بے جان بیج اور بے جان پانی اور جاندار چیز نکل آتی ہے۔ پھر اللہ کریم نے یہ ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے ایک باغ دیکھا، لہلہاتا ہوا، سرسبز باغ، پھر ایک ہوا چلتی ہے جس کو تم خزاں کی ہوا سمجھتے ہو، نہ کوئی پتا رہتا ہے اور نہ کوئی سبزہ رہ جاتا ہے اور باغ بالکل خشک اور ویران ہو جاتا ہے۔ پھر ایک عرصہ بعد جب ہوا چلتی ہے تو اس میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ نے یہ مثال دی ہے کہ تم زندگی کی پوری کی پوری سرسبز شاخیں ہو اور سرسبز پودے ہو، پھر ایک ہوا چلتی ہے اور تم سب بجھ جاتے ہو، اور پھر ایک ہوا ایسی چلے گی کہ تم سارے زندہ ہو جاؤ گے۔ اللہ کریم نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ میں وہ

اللہ ہوں کہ مجھے پہلی بار پیدا کرنے میں کون سی مشکل ہوئی تھی جو دوسری بار ہو گی، تم نے دیکھا کہ پہلی بار میں نے کیسے پیدا کیا اور پیدا کرنے کا عمل اگر تمہیں سمجھ آ جائے کہ ہم نے کس طرح مردے میں جان ڈالی ہے تو پھر تم کبھی یہ سوال نہ کرتے اور یہ پہلی بار یا دوسری بار پیدا کرنا میرے لئے مشکل بات نہیں ہے بلکہ یہ میرے لئے بہت ہی آسان بات ہے کیونکہ میں نے سب سے پہلے جو انسان پیدا کیا وہ بغیر کسی باپ کے پیدا کیا تھا اور ہم نے کئی انسانوں تک کو یہ قوت دی ہے کہ وہ بت بنا دیں، یا کوئی چیزیں بنا دیں اور پھونک مار دیں تو وہ اڑ جائیں۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کریم کے لئے دوبارہ پیدا کرنا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اس لئے یہ حکم ہے کہ آپ مر کے زندہ ہو جائیں گے۔ اب آپ یہ دیکھیں کہ مر کے زندہ ہو جانے کی خوشی تو اس شخص کو ہو سکتی ہے جو اس زندگی میں کوئی کام کر رہا ہو۔ جب آپ اس زندگی میں مرے پڑے ہیں تو اگر مرنے کے بعد اٹھیں گے تو بھی یہی کچھ کریں گے۔ جو لوگ اس زندگی میں کوئی محنت یا کام کر رہے ہوتے ہیں ان کو مرنے کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔ موت کا خوف اس شخص کو ہوتا ہے جو صرف Existence for the sake of existence. کر رہا ہو اور ہر بار کہے کہ دس سال کی زندگی اور دے دی جائے۔ مگر مزید دس سال مانگنے سے پہلے سوچ لینا کہ آپ یہ دس سال برداشت بھی کر سکو گے یا نہیں۔ اس سلسلے میں ایک کہانی سے بات آپ کو سمجھ آ جائے گی۔ یہ قدیم یونان کی کہانی ہے کہ ایک دیوی نے کہیں ایک خوب صورت انسان کو دیکھ لیا۔ وہ دیوتا کے بادشاہ کے پاس گئی کہ مجھے یہ انسان پسند ہے اس لئے اسے میرے

لئے لافانی کر دو کیونکہ انسان مر جاتے ہیں اور مرنے سے میری محبت مر جائے گی۔ دیوتاؤں نے کہا تم ایک فانی چیز کے لئے لافانی زندگی مانگ رہی ہو، پہلے اچھی طرح سوچ لو۔ دیوی نے کہا میں نے سوچ لیا ہے، آپ اس کو لافانی زندگی دے دیں۔ دیوی کا کہنا مان لیا گیا اور اس انسان کو لافانی زندگی مل گئی۔ تیس سال گزر گئے، چالیس سال گزر گئے، وہ صاحب بوڑھے ہونا شروع ہو گئے، جوان رعنائیاں ختم ہونا شروع ہو گئیں اور پھر سو سال کا ایک بوڑھا شخص باقی رہ گیا۔ اب دیوی تو ہمیشہ رہنے والی ہے کیونکہ وہ تو اور جنس ہے۔ بوڑھا سخت پریشان تھا۔ اب اس میں وہ وابستگی کہاں سے آئے۔ اس نے دیوی سے کہا "خدا کے لئے مجھ پہ رحم کر، مجھ سے محبت ہے تو مجھے موت دو"۔

اس لئے کہتے ہیں کہ تمہیں دس سال تو دے دیں گے لیکن زندہ رہنے کے جذبات جو تھے وہ نہیں رہیں گے، زندہ رہنے کی ضرورتیں نہیں رہیں گی، زندہ رہنے کے وسائل نہیں رہیں گے، زندہ رہنے کی کیفیات نہیں رہیں گی اور زندہ رہنے کے ہم سفر نہیں رہیں گے۔ اس لئے جو زندہ ہو اور اس کا ساتھی مر جائے تو وہ آدھا تو مر جاتا ہے۔ اس لئے آپ نے ایک ایک کر کے اپنا سامان دریا کے پار بھیجنا ہے اور آخر میں خود چلے جانا ہے۔ پار بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی وابستگیوں کو آگے بھیجتے جا رہے ہیں۔ پہلے ماں کو بھیجا ہو گا، باپ کو بھیجا ہو گا، خالہ، ماموں، چچا، اپنی عمر کے لوگوں کو، بڑوں کو اور چھوٹوں کو۔ جو پیچھے رہ گیا وہ جدائیاں برداشت کرتے کرتے کہتا ہے کہ ہم بھی آئے، اس لئے انسان اگرچہ مرتا تو نہیں ہے مگر ساتھ ساتھ مرنا شروع ہو جاتا ہے۔ موت کسی

ایک دن کا نام نہیں ہے۔ موت پوری زندگی کا نام ہے۔ یہ عمل چلتا رہتا ہے۔ زندگی کے آخری عمل کا نام موت ہے۔

ایک بھائی نے اپنا ایک کوٹ دس سال استعمال کیا۔ پھر چھوٹے بھائی کو دے دیا۔ چھوٹے بھائی نے تین دن پہن کے پھاڑ دیا۔ بڑا بھائی کہتا ہے ہم نے اسے دس سال پہنا اور ٹھیک رہا مگر تم نے اسے تین دن میں پھاڑ دیا۔ چھوٹے نے کہا تیرے دس سال کے عمل کا نتیجہ تو میرے ساتھ نکلا' میں نے اسے توڑا نہیں بلکہ پھاڑ تو تم چکے تھے' میں تو صرف اس کا گواہ ہوں۔

موت کا سفر تو پہلے سانس سے شروع ہو جاتا ہے۔ بچپن مر گیا مگر آپ کو اس کے مرنے کا اندازہ نہیں ہوا۔ بچپن میں سنگ کھیلنے والے مر گئے' ابھی آپ کل گلیوں میں بھاگتے تھے اور بارش کے پانیوں میں کھیلتے تھے' اس کے بعد کھیل بدلتا گیا' سکول کا زمانہ آگیا اور وہ بھی ختم ہو گیا۔ آپ اگر پرانے سکول کے پاس سے گزرو تو آپ کہو گے کہ کبھی ہم یہاں ہوا کرتے تھے اور یہ کمرے یہاں یوں ہوا کرتے تھے' یہاں یہ ہوتا تھا' وہاں وہ ہوتا تھا' لیکن آپ اس عمر سے نکل گئے۔ سکول میں اب آپ کی اس عمر کے بچے پھر رہے ہیں اور ان میں آپ کا بچہ بھی ہے۔ اصل میں آپ کو آپ کے بچے نے بوڑھا کیا ہے۔ بچے نے جب باپ کہنا شروع کر دیا تو آپ بڑے ہو گئے اور بوڑھے ہو گئے۔ تو آپ کا بچپن گیا' جوانی چلی گئی اور جوانی کے واقعات چلے گئے۔ جوانی کسی دور کا نام نہیں ہے بلکہ جوانی ایک انداز فکر کا نام ہے۔ یہ سولہ سال کی عمر کا نام نہیں ہے بلکہ ایک کیفیت کا نام ہے اور ایک انداز فکر کا نام ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ

ایک شخص سولہ سال میں بوڑھا ہو اور ایک شخص ساٹھ سال میں جوان ہو۔ باہر کی شکل اسی طرح بدل جاتی ہے۔ یعنی جو باہر کی شکل ہو سمجھو کہ اعضائے رئیسہ کی شکل بھی وہی ہو گی۔ آہستہ آہستہ عمر کے سارے دور ختم ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ کبھی آپ کو پہاڑوں پر چڑھنے کی خواہش ہوتی تھی لیکن اب نہیں ہے' پیدل چلنے کی خواہش ہوتی تھی لیکن اب نہیں ہے اور کبھی خوش مذاقیوں کی خواہش ہوتی تھی لیکن اب نہیں ہے۔ یہ سارے کے سارے دور مرتے جاتے ہیں۔ سانس کی موت سے پہلے بہت سی موتیں ہو چکی ہوتی ہیں۔ مثلاً" ایک عزیز دوست چلا گیا تو یہ ایک موت ہو گئی۔ ایک خواہش تھی اور ٹوٹ گئی' کبھی آپ کو گھر میں گلاب لگانے کا بہت شوق تھا' اب گلاب لگ گیا ہے لیکن بینائی ختم ہو گئی ہے' اب نہ خوشبو آتی ہے اور نہ رنگ نظر آتا ہے کیونکہ وہ عمر نہیں رہی۔ آپ زندگی بھر کتابیں اکٹھی کرتے ہیں کہ کبھی وقت ملا تو پڑھیں گے۔ لیکن اب کتابیں ہی کتابیں ہیں اور پڑھنے کا وقت نہیں ہے۔ انسان آہستہ آہستہ مرتا چلا جاتا ہے۔ اپنے لوگ بیگانے ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر کبھی آپ کو معلوم ہو کہ پردیس میں رہنے والا آپ کا بھائی اس شہر میں آیا ہے اور آپ کو ملے بغیر چلا گیا ہے تو موت تو ہو گئی۔ ایسے اکثر ہوتا ہے کہ دو بھائی مل کے اپنا جنازہ اکٹھے پڑھتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں کہ مکان کے درمیان دیوار ڈال لو اور تیرے بچے ادھر' میرے بچے ادھر۔ بھائیوں نے مل کر بھائیوں کے درمیان دیوار ڈال لی' اب وہ بھائی تو ختم ہو گئے۔ وہ جو ایک تھالی میں کھانے والے تھے' اب ایک مکان میں دو دیواریں بناتے ہیں۔ جب بھائی کے ساتھ آپ کا حساب اور لین دین

شروع ہو جائے تو سمجھو کہ آپ لوگ مر گئے۔ وہ بھائی جس کو آپ ہمیشہ دیا کرتے تھے یا لیا کرتے تھے' اب دس دس روپے گننا شروع ہو گئے ہو۔ یوں انسان تحلیل ہوتا جا رہا ہے۔ خیالات بدلتے جاتے ہیں' چہرے بدلتے جاتے ہیں' وابستگیاں بدلتی جاتی ہیں' عنوان بدلتے جاتے ہیں' رشتہ داریاں ختم ہوتی جاتی ہیں۔ حتی کہ آخری ایک موت جو ہے وہ سانس کی ہوتی ہے۔ ہم سانس کے ختم ہونے کو موت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سانس تو اعلان ہے ان تمام موتوں کا جو آپ مر رہے ہو۔ موتیں تو آپ گزار رہے ہو مگر یہ دیکھو کہ جب زندگی من اللہ ہے تو پھر موت بھی من اللہ ہے۔ آپ نے ساری زندگی اللہ سے مستعار لی تھی اور ایک معاہدہ ہوا تھا کہ آپ کا اتنا عرصہ ہے' وہ گزار آؤ' یعنی جاؤ' کھاؤ پیو اور شام کو گھر واپس آ جاؤ۔ اب آپ واپس نہیں آتے جب کہ کھا پی چکے ہو' اس لئے وہ گھنٹی بجا دیتا ہے کہ کہاں گیا' پکڑ کے لاؤ بچے کو اور پھر بچہ واپس آ جاتا ہے۔ مقصد یہ کہ یہ کھیل اتنا سارا ہے کہ

پیر پیغمبر ولی درویش مردانِ خدا
موت کی وادی سے گزرے ہیں بہ تسلیم و رضا
موت کیا ہے' حق سے بندے کو ملانے کا سبب
موت سے ڈرتے نہیں جو جاگتے ہیں نیم شب
لکھنے والے نے لکھا ہستی کی قسمت میں زوال
ہاں مگر باقی رہے گی ذات رب ذوالجلال
روز اول سے یہی ہے زندگی کا سلسلہ
موت کیا ہے زندگی کا آخری اِک مرحلہ

بات اتنی ساری ہے کہ یہ ایک آخری مرحلہ ہے، مر تو پہلے ہی دن گئے کہ آپ فنا کے راستے میں آ کے بیٹھ گئے ہو، کہاں آ گئے ہو مرنے کے لئے، بقا سے نکل کے فنا میں آ بیٹھے ہو تو اب تو تمہاری حالت خطرناک ہے کیونکہ یہ مقام فنا کا ہے۔

ایک آدمی مکان بنانے لگا تو مستری سے کہا کہ دیوار ذرا پکی بنانا۔ مستری نے کہا فکر نہ کریں، یہ آپ کے بعد بھی ٹھہرے گی۔ اس نے کہا خدا کے واسطے یہ تعمیر بند کر دو۔

یہ اللہ کریم کا فیصلہ ہے جسے آپ سنت اللہ کہتے ہیں کہ وہ دنیا میں بھیجتا ہے، پھر واپس بلا لیتا ہے اور یہاں رہنے نہیں دیتا۔ یہ بڑی حیران پریشان کر دینے والی بات ہے کہ جس ذات مبارکہ کا اللہ کریم نے کہا کہ ہم نے آپ ﷺ کے لئے کائنات بنائی اور آپ ﷺ کے لئے سورج بنایا، وہ سورج موجود ہے مگر وہ ذات اس طور پر نہیں ہے۔ یعنی اللہ کریم نے فرمایا کہ آپ ﷺ نہ ہوتے تو یہ کائنات نہ ہوتی، اب کائنات تو ہے مگر آپ ﷺ اس حالت میں نہیں ہیں۔ تو گویا یہ پردہ ہے اور اس پردے کو عبور کرنا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا ایک مشہور واقعہ ہے جو سینہ بہ سینہ چلتا ہے، انہوں نے اللہ کے حضور سوال کیا اور دعا کی۔ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ فرعون کو ہمارے پاس بھیج دو کیونکہ وہ بڑے طاغوت میں ہے، موسیٰ علیہ السلام نے دوبارہ پوچھا کہ اگر وہ مر گیا تو اس کے بعد میں کیا کروں۔ اللہ کریم نے فرمایا پھر تو بھی میرے پاس آ جانا۔ کہانی صرف اتنی ساری ہے کہ پہلے اسے بھیج دو اور پھر خود آ جانا۔ آپ یہاں ٹھہر نہیں سکتے۔ اللہ کے پاس خود جانا، نیکی کی بات ہے لیکن

اگر کسی کو زبردستی بھیج دیا جائے تو یہ اس کی عبرت ہے۔ یہ فرعون کی عبرت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسے بھیجا اور یہ موسیٰ علیہ السلام کی قسمت تھی کہ وہ خود ہی حاضر ہو گئے۔ اللہ کو ماننے والا ادھر ہے تو اللہ کا ہے اور ادھر ہے تو بھی اللہ کا ہے یعنی " انا للہ وانا الیہ راجعون " اس کا مطلب ہے کہ ہم ان کے ہیں یہاں بھی، ہم ان کے ہیں وہاں بھی۔

سوال :۔

آپ کی یہ سب باتیں حق ہیں لیکن جب کوئی بہت عزیز شخصیت ہم سے جدا ہوتی ہے تو بڑا غم ہوتا ہے اور آنسو ہی آنسو ہوتے ہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ اس بارے میں بھی وضاحت فرمائیں۔

جواب :۔

بات کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں آنا جانا تو لگا رہتا ہے، فقیر کو اس بات کا ملال نہیں ہوتا۔ ملال صرف یہ ہوتا ہے کہ ہم کہیں بغاوت میں نہ رہ جائیں۔ بڑی سے بڑی اور آسان فقیری یہی ہے کہ " ہمیں اللہ کا ہر فیصلہ منظور ہے " یعنی ساتھ کے ساتھی اور ہم سفر کو اللہ کریم نے واپس بلا لیا تو دوسرے ساتھی نے مصلیٰ بچھا لیا کہ ہمیں تیرا یہ فیصلہ بھی منظور ہے۔ اگر آپ سو سال کی بے ریا عبادت کرو تب بھی یہ مقام آپ کو نہیں مل سکتا یعنی تسلیم و رضا کا مقام۔ یعنی اگر فقیر ہونے کی خواہش ہو اور فقیری نہ مل رہی ہو تو آپ کا دوست مر کے آپ کو فقیری دے جاتا ہے۔ دوست تو یہاں سے نکل جاتا ہے اور جو غم رہتا ہے وہ عبادت سے کہیں آگے ہے۔ عبادت وہاں نہیں پہنچاتی جہاں غم پہنچا دیتا ہے۔ غم

اک عجب کیفیت ہے، غم میں جو آنسو نکلتے ہیں، تب اگر کسی ان پڑھ سے پوچھا جائے کہ اللہ کیا ہے تو وہ کہے گا تیرے آنسوؤں کا نام اللہ ہے۔ جب بھی اللہ کا قرب ہو گا تو آنسو ہوں گے۔ آنسو کا مقام یہ ہے کہ امت ہونے کی حیثیت میں آپ کو اللہ کا پیغام آنسوؤں کی شکل میں ملتا ہے۔ یہ تیری زندگی میں تیرے مالک کا عمل ہے۔ آنسو چاہے جس مقام کا ہو، اللہ کا قرب ہے۔ اگر آنسو گناہ پہ ندامت کا ہو تو بھی یہ اللہ کا قرب ہے کیونکہ گناہ پر نادم ہونے والا اللہ کے قریب ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی پیچیدگی ہے، سوال سمجھ نہیں آرہا، کوئی کشمکش ہے، تو یہ سارا سوز و ساز بھی اللہ کا قرب ہے۔ اللہ کی یاد میں جو آنسو آجاتے ہیں وہ بھی اللہ کا قرب ہے۔ اللہ کی یاد ہی اللہ کا قرب ہے۔ آخر شب آنسو اللہ کا قرب ہیں۔

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبحگاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

یعنی کہ خودی کا عارف باد صبحگاہی میں بنتا ہے۔ خودی کے عارف کا اوّل مقام پادشاہی ہے۔ خودی کا مطلب کیا ہے؟ کہ اس عارف نے سوال نہیں کرنا اور دست سوال دراز نہیں کرنا۔ یہ ہوتا ہے بادشاہ۔

ایک بادشاہ نے دیکھا کہ ایک درویش سوکھی روٹی پانی میں بھگو کے کھا رہا ہے۔ بادشاہ نے کہا سائیں بابا اگر حکم ہو تو آپ کی کوئی خواہش پوری کی جائے۔ بابا جی نے کہا تو میری خواہش کیا پوری کرے گا، جب میں یہ کچھ کر سکتا ہوں تو مجھے تیری پروا کیا ہے کہ تو ہے کون۔ یعنی سوکھی روٹی بھگو کے جو کھا سکتا ہے اسے بادشاہ کی بادشاہت کی کیا ضرورت

ہے۔ تو خودی کے عارفوں کا یہی ایک مقام ہے۔ جاگنے والے چاہے شب فراق میں ہوں' چاہے تفکرات میں ہوں' جن لوگوں کی رات جاگی ہے' جن لوگوں کے آنسو ٹپکے ہیں' ان لوگوں کو اللہ کا قرب حاصل کرنے میں دقت نہیں ہے۔

اللہ کریم کے قریب ہو جانے کے دو ہی طریقے ہیں' ایک تو یہ ہے کہ سجدہ کرو' عبادت کرو' خدمت کرو' علم حاصل کرو' اللہ کے لئے سفر کرو اور دوسرا یہ ہے کہ اس کے فیصلوں پر آمین کہہ دو' یہ آسان بلکہ سب سے آسان کام ہے۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ قیامت کے دن وہ شخص میرے ساتھ اس طرح ہو گا جس طرح کہ یہ ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ کون؟ آپؐ نے فرمایا جس نے تین بیٹیوں کو پال کے ان کی شادی کی ہو۔ یعنی کہ تین بیٹیوں کی جدائی کا غم جس نے برداشت کیا ہو وہ تو میرے ساتھ ہو گا۔

گویا کہ عبادت کے برابر بلکہ عبادت پہ حاوی اگر کوئی چیز ہے تو وہ غم ہے۔ جس نے بیٹی کو جدا کیا گویا اس نے اپنی روح کو جدا کیا' اپنے دل کو جدا کیا اور اپنے آپ کو جدا کیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ بیٹی کو جدا کرنے والا آدمی مرتا ہے اور جو آدمی تین مرتبہ مرا ہے وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ بیٹی کے بارے میں کہتے ہیں کہ عورت دو دفعہ مرتی ہے اور اس طرح ماں بن کے بچے کی جنت بنتی ہے۔ ایک مرتبہ گھر آباد کر کے چھوڑنا بڑا مشکل ہے' جہاں بچپن گزارا ہو' سکھیاں سنگ کھیل کے بچپن گزارا ہو' گھر کی مالک اور بادشاہ ہو اور پھر

اگلے گھر جانا کہ معلوم نہیں وہاں کیا ہو۔ اس لئے دعا کرو کہ جن بچیوں کی شادی ہوئی ہے ان کو اگلے گھر میں بھی بادشاہی ملے، کم از کم ایسی بادشاہی ملے کہ ماں باپ خوش رہیں جنہوں نے اللہ کا اور شریعت کا حکم مان کے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے اور یہ غم اٹھایا ہے۔ یہ غم اور دوسرے سب غم اس طرح اللہ کا قرب عطا کرتے ہیں۔ اللہ آنسوؤں کی صورت میں ملتا ہے۔

وہ میرے دل میں رہے اور روبرو نہ ہوئے
برنگ اشک ملے حسن چار سو نہ ہوئے

بات صرف اتنی ساری ہے کہ جس انسان کی آنکھ میں آنسو ہے وہ انسان اللہ سے بچ نہیں سکتا اور وہ اللہ کو ضرور دریافت کرے گا۔ آنسو کی داستان یہ ہے کہ انسان کا اللہ سے قریب ترین رشتہ آنسوؤں کا ہے۔ سجدے میں بھی انسان اللہ کے قریب ہوتا ہے لیکن آنسو کا رشتہ بہت قریب ہے۔ اگر سجدہ بھی ہو اور آنسو بھی ہوں تو یہ بہت ہی تقرب ہو گا اور یہ بہت بلند مقام ہے کہ سجدہ بھی ہو اور آنسو بھی ہوں۔

اللہ کی رحمت کے جلوے اس وقت میسر ہوتے ہیں
سجدے میں ہو جس دم سر اپنا اور نام محمدؐ آہوں میں

یہ بہت بڑی فقیری کا مقام ہے ۔ اس لئے درویشوں کو جب غم عطا ہوتا ہے تو غم تو کسی اور شے کا ہوتا ہے مگر وہ اس شے کا غم بدلتے بدلتے یاد بنا دیتے ہیں۔ تو وہ یوں چیز کی تقدیر بدل دیتے ہیں کہ کس چیز کا غم آیا اور کیا سے کیا بن گیا۔ "کیا سے کیا بنانا" صرف اللہ کا کام ہے۔ اگر غم آ

جائے' آنسو آ جائیں' راتیں جاگنا شروع ہو جائیں اور آپ کے فکر کے آسمانوں پر چراغاں ہونے شروع ہو جائیں تو آپ سمجھو کہ فقیری آپ کے گھر میں آ گئی ہے۔ آپ کے یہ آنسو چراغاں ہی تو ہوتے ہیں۔

آسمان فکر سے تارے گرے
آنکھ برسی اور انگارے گرے

یہ آنسو' یہ انگارے تو پھر آسمان فکر سے گرتے رہتے ہیں اور یہ بڑی بات ہے۔ اللہ کریم کا بڑا ہی احسان ہوتا ہے جب وہ غم عطا فرماتا ہے۔ جس نے غم کے سامنے اطاعت کا سجدہ کیا تو یہ اس کی بڑی تیز رفتار عبادت ہے۔ جس نے قید خانے میں اللہ کو سجدہ کیا تو یہ بھی بڑی تیز رفتار عبادت ہے کہ خود قید ہے اور قید خانے میں ہے اور بیڑیوں میں ہے لیکن سجدہ اللہ کو کرتا ہے۔

ایک قصیدہ' سب سے بڑا قصیدہ ہے۔ بڑے بڑے فقیر امام زین العابدینؒ کے اس قصیدے سے فقیریاں حاصل کرتے رہتے ہیں۔ آپ اس حال میں تھے کہ زنجیروں میں پابند' سب قافلہ لٹ چکا تھا اور غم کی تمام اقسام اور کیفیات سے گزر چکے تھے۔ غم چھوٹے آدمی کو توڑ دیتا ہے کیونکہ ایسا انسان غم کے بوجھ سے ٹوٹ جاتا ہے لیکن اگر غم میں غم دینے والے کا خیال رہے تو پھر انسان بہت بلند ہو جاتا ہے۔ امام زین العابدینؒ کا یہ عالم کہ پابندِ سلاسل' یاد کی اذیت میں مبتلا' مگر اس حال میں بھی خیال یہ ہے کہ

ان نلت یا ریح الصبا یوم الی ارض الحرم
بلغ سلامی روضۃً فیھا النبیؐ المحترم

یعنی اے ہوا، صبا کی، آج کے دن میرا سلام ارض حرم جا کر اس روضے میں پہنچا جہاں نبی محترمؐ ہیں۔ یہ ان کے غم کی شان ہے کہ اس حال کے اندر بھی حضور پاکؐ کو سلام پہنچایا اور ہمیں یہ بتایا ہے کہ ہم اس حال میں بھی سلام آپ ﷺ ہی کو کرتے ہیں۔ اس غم کے واقعہ کے بعد، آج اس حال میں اور اس غم میں بھی ہم سلام آپ ﷺ ہی کو کرتے ہیں۔ جس نے اِس حال میں سلام پہنچایا وہ پھر اُس حال میں پہنچ گیا۔ اس حال کی بات عبادت سے کہیں آگے نکل جاتی ہے۔ حالانکہ امام زین العابدین علیہ السلام سلام کے وقت اپنا رشتہ بتا سکتے ہیں مگر ادب سے "نبی محترمؐ" کہا۔ یہ ادب غم کی مکمل داستان ہے۔

فقیر اسی حال میں سلام کہتا ہے جس حال میں اللہ نے اسے پہنچایا۔ غم کے اندر اللہ کو یاد کرنے والا، خوشی میں اللہ کو نہ بھولنے والا، اپنے ہر حال میں اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنے والا اور شکر کرنے والا یہی تو فقیر ہوتا ہے۔ ورنہ وہ غم کو "شکایت" بنا سکتے ہیں۔ اللہ پھر پوچھتا تمہیں میرا فیصلہ پسند نہیں آیا؟ اگر اللہ کے فیصلے پسند نہ ہوں تو تم عبادت کیسے کر سکتے ہو۔ فقیر کہتا ہے یا اللہ تیرا یہ فیصلہ بھی ہمیں پسند ہے تیرا یہ حکم بھی ہمیں منظور ہے اور تیرا وہ حکم بھی منظور ہے۔ یا اللہ اگر تو غم دیتا ہے تو ہمیں غم بھی منظور ہے کیونکہ ہم اس دنیا میں تیرے فضل کا انعام ہیں اور تیرا فضل غم کی شکل میں بھی ہے اور خوشی کی شکل میں بھی ہے۔ اس لیے جس نے غم کے وقت اپنی پیشانی سجدے میں رکھ دی، وہ فقیری میں بہت دور نکل گیا۔

غم عنائت ازلی ہے۔ یہ بڑے لوگوں کو ملا کرتا ہے۔ باقی لوگوں کو

بھی غم ملتا ہے اور غم چلا جاتا ہے اور وہ زندگی کی ڈش کی طرح غم بھی کھاتے رہتے ہیں۔ فقیر کا غم تقرب الٰہی کا درجہ ہے۔ غم میں دل موم ہو جاتا ہے اور دل میں "خشیت اللہ" پیدا ہو جاتی ہے۔ "خشیت اللہ" ہی تو اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم آ جائے، آپ کے نام کوئی چٹھی آ جائے، جب کہ اس کی توقع نہ ہو، اس وقت وابستہ آدمی کہتا ہے کہ "آمنا و صدقنا" یعنی اے اللہ ہم حاضر ہیں اور کہتے ہیں کہ "قالوا سمعنا واطعنا" وہ کہتے ہیں کہ ہم راضی ہیں، ہر حال میں راضی ہیں لبیک یا دعوت الحق" وہاں پر لبیک کہتے ہیں۔ اللہ نے اگر اس سے کہا کہ تیرا وقت آ گیا ہے تو فقیر نے کہا لبیک اور اگر اللہ نے کہا تیرے ساتھی کے جانے کا وقت آ گیا ہے تو وہ پھر کہتا ہے لبیک، بس یہاں پر ایک مقام ہے اور یہ مقام زبردستی کسی کو درویش بنانے کا ہے کہ جو شخص ولی نہیں بنتا اسے ولی بنا دو۔ بے چارہ ولی بننا چاہتا ہے لیکن بننے کا کوئی طریقہ نہیں آتا، سخاوت پوری نہیں کر سکتا، غریبی کا خیال ہے، جاگ سکتا نہیں ہے، عبادت میں پروگرام ادھورا رہ جاتا ہے لیکن ولی بننے کی حسرت ہے تو اسے غم دے کے فوری ولی بنا دیا جاتا ہے۔ غم ولی بنانے والا ایمرجنسی کمیشن ہے۔ غم کے اندر جو سمٹ گیا اور اطاعت میں چلا گیا وہ فوری طور پر اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس لئے غم اللہ کی وہ مہربانی ہے جو فوری طور پر آپ کو ولی بناتی ہے۔ غم میں پریشان نہ ہونا، غم میں گھبرانا نہیں، غم کو پہچانو، غم کو محسوس کرو۔ غم تقرب الٰہی ہے، غم اللہ کے قرب کا اعلیٰ مقام ہے۔ غم میں اگر درود شریف نکلے، غم میں اگر اللہ کی یاد

آئے' سجدہ ہو اور درود شریف ہو تو سمجھو کہ غم سرفراز کر گیا اور جتنے بھی سرفراز ہوئے وہ غم کے پچھلی رات کے سجدے سے سرفراز ہوئے۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

غم کو اپنی پچھلی راتوں میں لے جاؤ تو آپ ولی ہو جاؤ گے۔ یاد رکھنا' اللہ کریم جب آنسو عطا فرمائے تو آنسوؤں کو انسانوں کے سامنے رائیگاں نہ کرنا۔ آنسوؤں کو دن کی روشنی سے بچانا اور انہیں رات کی تاریکی میں استعمال کرنا اور یہ چراغ نصف شب کو جلانا کیونکہ یہ چراغ آپ کے لئے ایک بہت ہی روشن مستقبل ہیں۔ یہ وہ دیے ہیں جو تجھ کو تیرے مقام سے آشنا کریں گے۔ یہ ایسے قیمتی چراغ ہیں۔ اپنے آنسوؤں کو دن کی دنیا سے بچا کر نصف شب میں لے جاؤ اور پھر آگے مقام ہی ختم ہے۔ بس مسئلہ ہی حل ہو گیا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کبھی تم تہجد کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور اگر رونا نہ آئے تو رونی شکل ہی بنا لو۔ جس کو رونا مل چکا ہو اسے تو پھر دیر ہی نہیں لگتی۔ وہ ذات اتنی شفیق ہے کہ آپ کو روتا دیکھ نہیں سکتی۔ بس پھر عطا ہی عطا ہو جاتی ہے' قرب کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ وہ خزانہ ہے جو کہ ساری زندگی کی محنتوں کا نتیجہ بنتا ہے۔ اگر آپ کے باطن میں آگ بجھ چکی ہے تو بھی گھبرانا نہیں کیونکہ آنسوؤں کے ذریعے اس بجھی ہوئی آگ سے سونے کی ڈلی نکل آئے گی۔ زندگی میں جو اچھے کام آپ کرتے رہے ہو' یہ ہے اس کے انعام کا وقت۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر

نالے' آہ سحر گاہی' اشک' آہیں' آہ رسا' آہ نارسا' فریاد اور آنسو کے بغیر دعا نہیں ہے اور وہ سحر کا وقت ایسا وقت ہوتا ہے کہ اللہ کریم کی آواز آتی ہے " ہے کوئی شخص ایسا جس کو ہم سرفراز کریں' ہے کوئی اس وقت جس کو ہم عطا کریں' ہے کوئی قرضے والا جس کا ہم قرضہ دور کریں' ہے کوئی سائل جس کا ہم سوال پورا کریں "۔ وہ جو جاگ رہا ہوتا ہے اس وقت' اپنے چراغاں سمیت' وہ جو بھی بات کرتا ہے بس پوری ہو جاتی ہے۔ تب آپ کے آنسو آپ کو سرفراز کرتے ہیں۔ یہ ایک خاص مقام ہے۔

اللہ کریم کا دیا ہوا غم اللہ کریم کی امانت ہے۔ اللہ کریم کے غم کو انسانوں کی ہمدردی حاصل کرنے میں ضائع نہ کرنا' انسانوں سے ہمدردی نہ لینا کیونکہ انسان ہمدردی نہیں دے سکتا۔ اللہ کا دیا ہوا غم صرف اللہ کے سامنے بیان ہونا چاہئے' جیسے معصوم بچہ ماں سے مار کھا کے " ماں' ماں " ہی کہتا ہے۔ اس طرح جب اللہ کے نیک بندے کو اللہ کی طرف غم ملتا ہے تو وہ اللہ ہی اللہ کہتا ہے۔ غم اللہ کی طرف سے ملا مگر اس کی زبان سے اللہ ہی نکلا۔ خوش قسمت انسان وہ ہے جس کو غم اللہ کے اور قریب کر دے۔ بد قسمت وہ ہے جس کو غم تو ملا مگر اللہ سے دور ہی رہا۔ اگر آپ اپنے غم کی قدر کرو گے تو آپ خوش قسمت ہوں گے' اس لئے کہ یہ اللہ کی خاص مہربانی ہے' اور غور والی بات یہ ہے کہ غم تو آتا ہے اور اس نے ضرور آنا ہے' اس لئے گھبرانے کی کوئی بات نہیں' اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔

اگر آپ سچے ہو' درویشوں کے قائل ہو' اولیاء کرام کے قائل

ہو' پیغمبروں کے ماننے والے ہو' تو آپ کی محبت کے تمام اسماء زندگی کے اس پار ہیں۔ پیغمبر اس پار ہیں' ولی اس پار ہیں' آپ کے دادا نانا اس پار ہیں' گویا جتنے بھی بزرگوں کا نام آپ لیتے ہو وہ سارے یہ سفر طے کر چکے ہیں۔ وہ فقیر جھوٹا ہوتا ہے جو یاد کرتا ہے اس پار والے لوگوں کو اور چاہتا ہے کہ یہاں رہے۔ وہ فقیر نہیں ہے بلکہ جھوٹا آدمی ہوتا ہے۔ کہتا ہے داتا صاحبؒ سے بڑی محبت کرتا ہوں' داتا صاحبؒ کہتے ہیں آ جا میرے پاس۔ تب وہ کہتا ہے آنا تو بڑی مشکل بات ہے۔ یہ جھوٹی یاد ہے۔ گویا کہ جس آدمی کی یاد کے تمام عنوانات اور اس کے ورد کے تمام عنوانات' زندگی کی حد سے پار ہوں اور وہ پار جانا نہ چاہے تو وہ جھوٹا آدمی ہے۔ آپ کلمہ پڑھتے ہو بڑی محبت سے' تو وہ اس پار ہیں۔ بزرگوں کو یاد کرتے ہو تو وہ اس پار ہیں۔ صحابہ کرامؓ سب اس پار ہیں۔ آپ کی رشتہ داریاں اس پار ہیں' محبت نامے اس پار ہیں' محبوب اس پار ہیں' والدین اس پار ہیں' دادا جان' نانا جان اس پار ہیں۔ پیر' فقیر' ولی' سارے کے سارے جلوے ہی اس پار ہیں یعنی ہر شے اس پار ہے۔ تو پھر آپ یہاں کہاں رہنا چاہتے ہیں۔ پار جانے کے لئے یہاں سے جدائی ضروری ہے۔

زندگی فراق ہے اور موت کو وصال کہا گیا ہے۔ بزرگوں نے زندگی کو فراق نہیں کہا مگر کمال یہ کیا کہ موت کو وصال کہہ کے زندگی کو فراق ہی کہہ دیا' لیکن زندگی کو فراق نہیں کہا۔ جس نے موت کو وصال کہا اس نے بڑے کمال کی بات کی ہے۔ موت اگر وصال ہے تو اس وصال کا فراق کیا ہے؟ فراق تو زندگی کو ہونا چاہئے۔ زندگی فراق تو ہے مگر اس فراق میں بھی وصال ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے کمال تو یہ ہے کہ موت

مکمل وصال ہے اور زندگی میں کبھی کبھی وصال ہوتا ہی رہتا ہے۔ اس لئے زندگی کو فراق نہیں کہہ سکتے۔ تو زندگی داستان ہے " الفراق " کی لیکن اس میں وصال ہوتا ہی رہتا ہے۔ لہٰذا زندگی میں گاہے گاہے وصال ہوتا ہے اور موت میں ہمہ وقت وصال ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ دو لفظ "وصال" اور "فراق" بڑی احتیاط سے کہے گئے ہیں۔ " وصال " کا لفظ موت کے لئے اور " فراق " کا لفظ زندگی کے لئے تاکہ سمجھ آ جائے کہ حقیقت کیا ہے۔

تو اللہ کریم کے ہم پر بہت احسانات ہیں۔ ہمارا تو مسئلہ ہی آسان ہے' خوشی آئے' اللہ کا نام لو' غم آئے اللہ کا نام لو' موت آجائے اللہ کا نام لے کے " سبحانک اللھم" شروع کر دو۔ کوئی بھی حالت ہو ہم اللہ کو یاد کرنے والے ہیں۔ انہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اس کروٹ ہوتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کروٹ ہوتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں' کچھ حاصل ہو تو اللہ کو یاد کرتے ہیں' کچھ چلا جائے تو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ وہ ہر حال میں اللہ کے ہیں۔ ہر حال میں ہمہ حال اللہ کا ہو جانا صرف غم کے دوران پرکھا جاسکتا ہے۔ غم والے لوگ کہتے ہیں

بے کیف کبھی وادی غم ہو نہیں سکتی

غم والا انسان کبھی بے کیف ہو نہیں سکتا۔ غم کی حالت میں کیفیت رہ سکتی ہے' ہمیشہ رہے گی اور یہ غم والا انسان دنیا کے اندر ایک مسافر کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اللہ کا حکم بھی یہی ہے کہ یہ دنیا تمہارے لیے ایک مسافر خانہ ہے۔ یہ مسافر خانہ کب سمجھ آتا ہے؟ جب آپ کو

غم ملے۔ یہ سرائے فانی کب سمجھ آتی ہے؟ جب ساتھی نہ رہے، ساتھی کے بغیر ایسا لگتا ہے کہ وہی ماحول ہے، وہی حال ہے لیکن کچھ بھی نہیں ہے۔ اس طرح انسان کو حقیقت سمجھ آتی ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ اللہ کریم نے ہم سے جو مہربانیاں کی ہیں ہمیں ان مہربانیوں کا حق ادا کرنے کی توفیق ملے تاکہ ہم اللہ کے کاموں کی مصلحت سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہ بہت ضروری ہے۔

یہ ہے "اَلَمْ" اور "آلَمْ" کی داستان۔ غم زندگی کی آلَمْ ہے۔ زندگی کی الف لام میم غم ہے یعنی الم

تیرے قریب ہوئے جب سے اشکبار ہوئے
ہزار بار کہاں صد ہزار بار ہوئے
ملا نہ ہم کو اگر سنگ آستاں کا نشاں
برنگ موج اٹھے، راہ کا غبار ہوئے
ہوا تھا حسن ہی خود مائل کرم ہم پر
وہ کنت کنز میں مخفی تھے آشکار ہوئے

انسان اللہ کے قریب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اشکبار ہوتا ہے۔ اس لیے دعا کرو کہ اللہ یہ فضل ضرور کرے۔

سوال:۔

اللہ کا فضل کیا ہوتا ہے اور کیسے تلاش کیا جاسکتا ہے؟

جواب:۔

کمال کی بات ہے کہ دنیا، اس زندگی اور اس عالم رنگ و بو میں خیر

کا سفر ہے اور اسی میں شر کا سفر ہے۔ ماننے والے کے لئے یہی ایمان کی دنیا ہے ' نہ ماننے والے کے لئے یہی کفر کی دنیا ہے۔ جاننے والے کے لئے یہاں ہر چیز میں جلوہ گری ہو رہی ہے اور نہ ماننے والے کے لئے ہر چیز حجاب ہے' نہ ماننے والا کہتا ہے کہ یہاں تو کچھ نظر نہیں آیا ' اور ماننے والا کہتا ہے کہ یہاں تو ہر چیز نظر آ رہی ہے' ماننے والا کہتا ہے کہ ہمیں تو سب ماننے والے ملے ہیں' نہ ماننے والا کہتا ہے کہ ہمیں تو ایک ماننے والا نہیں ملا۔ ماننے والا کہتا ہے کہ اس شہر میں جا کے دیکھو' سارے ہی خوب صورت لوگ ہیں۔ نہ ماننے والا کہتا ہے کہ مجھے تو سارے ہی بدصورت نظر آتے ہیں۔ یہ سب اپنا اپنا حسن نظر تھا۔ تو گویا کہ اللہ کا فضل تمہارا اپنا ہی نام ہے۔ اور اگر تمہارا اپنا نام اللہ کا فضل نہ ہوا تو تم نے فضل کیا لینا ہے۔ سب سے پہلے تو اپنے اس وجود کی توحید کی قدر کر' کہ جو اس نے عطا کر دیا' یہ نگاہ عطا کر دی' یہ دماغ عطا کر دیا' یہ جسم عطا کر دیا' یہ گھوڑا عطا کر دیا' پھر جوڑا پہنا دیا۔ یہ جو کچھ ہے اس کا شکر ادا کرو۔ یہ فضل ہی فضل ہے۔ تو فضل کا متلاشی فضل ہی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ یہ دنیا گناہ کے متلاشی کو گناہ دیتی ہے اور فضل کے متلاشی کو فضل دیتی ہے۔ اس دنیا کے اندر اس سے بڑا انصاف اور کیا ہو سکتا ہے

کمال کی بات تو یہ ہے کہ کعبہ ہم نے دیکھا نہیں ہے اور مصلّٰی بچھا کے کعبے کی طرف رخ کر دیتے ہیں اگرچہ پتہ نہیں کدھر رخ ہوتا ہے۔ ہمارا اپنا ہی رخ کعبے کی طرف ہونا چاہئے اور کعبہ ہمارے اپنے رخ کا نام ہے' پھر یہ ہو گا کہ جدھر رخ کیا وہی کعبہ ہو گا۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ یعنی جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو اللہ کا چہرہ ادھر ہی ہے۔ تیری آنکھ

کے اٹھنے کی بات ہے کہ اللہ کا چہرہ تمہیں نظر آئے گا۔ تو گویا کہ اللہ کا چہرہ کیا ہے؟ تیرا حسنِ نگاہ اور حسنِ نظر۔ تیری نظر میں حسن ہے تو اللہ کا چہرہ ملتا ہے اور اگر حسن نظر نہیں ہے تو تو اندھے کا اندھا ہے۔ ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی یعنی یہاں جو اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ جو یہاں صاحب بینا ہے وہ وہاں بھی بینا ہوگا۔ یہاں اگر اللہ کا جلوہ دیکھنا ہے تو اپنے انداز نظر کو دیکھو۔ تو خود ہی تو اللہ کے فضل کا مظہر ہے اور تو کسی اور فضل کو تلاش کر رہا ہے۔ یقین رکھو کہ آپ خود ہی مظہر ہو یعنی اللہ کے فضل کا مظہر ہو۔ تجھے اللہ نے مظہر بنا کے بھیجا ہے اور انسان بنا کے بھیجا ہے کہ جا دنیا میں میرے فضل کی تاثیریں بیان کر اور تو ہے کہ فضل کو تلاش کر رہا ہے۔ فضل کی تلاش تو دوسرے کریں، فضل کی تلاش وہ کریں جن کو ایمان نہ ملا، جن کو دماغ نہ ملا، جن کو خیال نہ ملا اور جن کو لباس بشر نہ ملا۔ ایسے لوگ اللہ کا فضل تلاش کریں۔ تو لباس بشر میں ہے، انسانوں میں ہے، مسلمانوں میں ہے، شکل میں ہے، عقل میں ہے، ذہن میں ہے اور کیا چیز نہیں ہے تیرے پاس۔ یہی سب تو فضل ہے اللہ کا۔ مگر ابھی تک تو فضل کا مسافر ہے۔ اپنے آپ کو پہچانو کہ تم کون ہو۔ اگر ٹانگیں محفوظ ہیں تو شکر کر۔ شیخ سعدیؒ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے گلہ کیا کہ میرے پاس جوتا نہیں ہے۔ آگے جا کے دیکھا تو ایک آدمی کی ٹانگیں ہی نہیں۔ اس آدمی نے فوراً شکر ادا کیا۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ جوتوں کا گلہ کرنے والا جوتے کے بغیر ہی شکر کر گیا۔ یہ حسن نظر ہے! اسے پتہ چلا کہ جس بات کا مجھے گلہ تھا وہ بات ہی شکر والی تھی۔ آپ بھی یاد رکھنا!

زندگی میں جہاں جہاں آپ کے گلے ہیں، وہیں پہ شکر کا مقام ہے۔ زندگی میں جہاں آپ کو رکاوٹیں ہیں وہی سفر کی انتہا تھی۔ آپ جس مقام پر ناراض ہوں، وہ شکر کا مقام ہے۔ اس لیئے دنیا دار کے لیے جہاں صبر کرنے کا حکم ہے تو وہاں اپنے بندوں کو شکر کرنے کا حکم ہے۔ جب دنیا دار کے ساتھ حادثہ ہو جائے ہم کہتے ہیں صبر کرو، صبر کرو، غم کے دن کٹ جائیں گے۔ اور اگر اپنا بندہ ہو تو کہیں گے شکر کر کہ اللہ کے قریب ہونے کی چٹھی آگئی ہے اور اس کے قریب ہونے کے زمانے آگئے ہیں۔ اس لیے فضل کا متلاشی بن جانا ہی فضل کی ابتدا ہے اور یہی اس کی انتہا ہے۔ اگر یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ مرتے دم تک اس کلمے سے رشتہ نہیں توڑیں گے تو کلمہ تجھے کب چھوڑے گا۔ اب یہ آپ کو کیوں چھوڑے گا کیونکہ آپ نے نہیں چھوڑا تو یہ کیسے چھوڑے۔ اگر آپ وفا کی ابتدا کریں تو ادھر سے وفا ہی وفا ہے۔ آپ جب مان جائیں تو سمجھنا کہ آپ ادھر سے مانے گئے۔ جب آپ اس طرف چل پڑے تو سمجھ لو کہ منزل نے اجازت دے دی۔ اس سفر پر کوئی مسافر اس وقت تک نہیں جا سکتا جب تک منزل خود نہ پکارے اس لئے آپ لوگوں کو صداقت اور نیکی کا سفر کرنے کی جو خواہش ہے یہ سمجھو کہ اس طرف سے منظوری کا اعلان ہے۔ جس کو منظور نہیں کیا جاتا اس کو یہ شوق ہی نہیں ملتا۔ سارا لاہور شہر بھرا پڑا ہے اور اس میں بے شمار واقعات ہیں مگر آج یہاں جن لوگوں کو یہ شوق ہے سمجھو کہ انہیں منظور کر لیا گیا اور ان پر فضل ہو گیا، اس بات کا شکر ادا کرو، اپنے اللہ کریم کا حق ادا کرو ” یارب العالمین تیری مہربانی ہے کہ ہمیں لاعلمی میں تیرا شوق پیدا ہوا اگرچہ ہم جانتے نہیں تو

کہاں ہے' بلکہ تو ہی تو عیاں ہے' تو ہی نہاں ہے' تو یہاں ہے' تو وہاں ہے' بلکہ تو کہاں نہیں ہے۔ تو ملے نہ ملے ہمیں تیرا نام ہی کافی ہے" یہ جو اللہ کریم کا شوق آپ کو ملا ہے' یہ شوق ہی ملا کرتا ہے اللہ نہیں ملا کرتا۔ اللہ جب دیتا ہے تو شوق ہی دیتا ہے اور شوق تمہارے پاس ہے۔ اور یہ منزل شوق کی منزل ہے اور اس نے کبھی ختم نہیں ہونا اس میں پڑاؤ کوئی نہیں ہے' اختتام کوئی نہیں ہے' اس میں چلتے ہی جانا ہے۔

صبح چلا ہوں شام چلا ہوں
بن سوچے انجام چلا ہوں
چل کر رونا رو کر چلنا
روتے روتے عام چلا ہوں
چلتے چلتے عمر کٹی ہے
کہنے کو دو گام چلا ہوں

سو سال میں سفر کٹا' پچاس سال میں سفر کٹا' کہاں سے کہاں تک' گھر سے میانی صاحب تک۔ وہ کہے گا اتنا سا سفر تھا اور تو نے اتنی دیر لگائی' پورے ساٹھ سال لگا دیے سفر کاٹنے میں۔ یہاں سے یہاں تک تو جانا تھا صرف۔ اس سفر میں سارا وقت ہی کٹ جاتا ہے' اور پھر انسان کہتا ہے چلتے چلتے عمر کٹی ہے' کہنے کو دو گام چلا ہوں۔

اس لیے یہ جان لینا چاہیے کہ ان لوگوں پر فضل ہے جو فضل کے متلاشی ہیں۔ فضل کا کبھی فارمولانہ بنانا' خیال رکھنا۔ فضل' فضل ہی ہے۔ اگر یہ چیز مل جائے فضل ہے اور اگر یہ نہ ملے تب بھی فضل ہے فضل کا مطلب یہ ہے کہ ہم فضل کا نام لیتے ہیں اور ہم اللہ کی مہربانی کا

نام لیتے ہیں اور اس کے فضل کو تلاش کرتے ہیں۔ تو اللہ کا متلاشی ہی اس سفر کا مسافر ہے اور وہی اس منزل کا وصال کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے پر مہربانی کرتا ہے تو اس کو اپنے راستے کا مسافر بنا دیتا ہے۔ اور جو لوگ محروم ہوتے ہیں وہ مقیم ہوتے ہیں۔ منزل کہیں اور نہیں ہوتی بلکہ جو شخص چل رہا ہے اس کے ساتھ ہی منزل ہوتی ہے' اس سفر میں کوئی صاحب مقام نہیں ہوتا۔ صاحبِ مقام بھی صاحبِ مسافرت ہے۔

کیا ملے گا سراغ منزل دل
ہم سفر ہو گئی ہو جب منزل
کون دیکھے کسے کہو اب کہ
دل میں ہے آنکھ' آنکھ میں ہے دل

جب دل آنکھ میں آجائے تو دل میں آنکھ پیدا ہو جاتی ہے۔ یاد رکھنا جب بھی تمہارا دل تمہاری آنکھ میں آگیا تو تمہارے دل کے اندر آنکھ پیدا ہو گئی

اس لیے اللہ کا فضل یہ ہے کہ اس کا فضل تلاش کیا جائے اور اس کا فضل یہی ہے کہ منزل خود ساتھ دیتی ہے۔ اس میں جلدی نتیجہ نہ نکالنا۔ جن لوگوں نے اپنے چیک جلدی کیش کرا لئے وہ اتنے ہی صاف ہو گئے۔ کبھی جلد بازی نہ کرنا۔ ایڈوانس اور اوور ڈرافٹ نہ کرنا۔ اکٹھے ہی نتیجہ نکلے گا۔

اللہ تعالیٰ فضل فرمائے آپ کے حال پر اور آپ کو یقین عطا فرمائے۔ کعبہ آپ کے رخ کا نام ہے' کعبہ آپ کے دل کا نام ہے۔ اگر

کعبہ نہ ملے تو پھر اپنے دل میں بٹھا کر اس کی نماز پڑھ لو۔ وہ دل میں نہ ہو تو نماز کا ہے کی۔ اللہ دل میں نہ ہو تو نماز کس کی پڑھ رہے ہو' جب دل میں ہے تو پھر نماز کا رخ کدھر ہے۔ پھر رخ کی کیا ضرورت ہے۔ دل میں نہیں تو رخ کس کام کا' دل میں ہے تو رخ کی کیا ضرورت ہے۔ تو آپ کے دل میں جو بات اتر گئی ہے وہی آپ کا انجام ہے۔ اگر آج آپ کو موت آ جائے اور جس خیال میں آپ مرو' وہی آپ کی عاقبت ہے۔ آپ جس خیال میں زندہ ہو وہی آپ کی عاقبت ہے۔ گویا کہ اگر تم اس کے خیال میں ہو تو وہ تمہارے خیال میں ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ تم میرا ذکر کرو' میں تمہارا ذکر کرتا ہوں۔ تم اس کا خیال رکھتے ہو' وہ تمہارا خیال رکھتا ہے' تم اس کو یاد کرو' وہ تمہیں یاد کرے گا۔ تم اس کی مانو' وہ تمہاری مان لے گا!! ماننے کا طریقہ یہ ہے کہ اف نہ کرنا' گلہ نہ کرنا' اب آرا چل رہا ہے تو چلنے دیا جائے' دیکھا جائے گا کہ کیا ہونا ہے۔ اب نہ بولنا۔ کیونکہ سچا پیار اور میٹھا گنا تو بیلنے سے گزرے گا اور گزرے گا ضرور۔

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو محبت عطا فرمائے۔ اپنے آپ میں پکے رہنا۔ ظاہری حاصل کچھ نہیں ہوتا' بس اپنے آپ میں پکے رہو' فضل کو پکارتے رہو' فضل آ جائے' پھر بھی مانگتے رہو۔ فضل کسی خواہش کے پورے ہونے کا نام نہیں ہے۔ فضل مانگتے رہنا چاہئے' "فضل کرتا جا' پھر فضل کرتا جا' پھر فضل کرتا جا" اور جب دل میں آ جائے مہمانوں کی طرح' تو پھر اس کی نماز پڑھو' جیسے نماز پڑھنے کا حق ہے۔ خیال صحیح ہونا چاہئے' ایمان صحیح ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب پر اپنا فضل فرمائے۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○

۱ ہم اللہ کے جس راستے پر چل رہے ہیں' اس میں محویت کیسے حاصل کریں؟

۲ ہم کوشش تو کرتے ہیں کہ کسی ناراض کو منالیں مگر وہ نہ مانے تو؟

۳ کیا مختلف فطرت کے لوگ نیکی کے سفر میں اکٹھے چل سکتے ہیں اور یہ کہ غصے والے شخص کو کیا کرنا چاہیئے؟

۴ "انا" کو تو ہم برا سمجھتے ہیں لیکن اقبال نے خودی کا درس دیا ہے۔ اس کی وضاحت فرمادیں

سوال :۔

ہم اللہ کے جس راستے پر چل رہے ہیں اس میں محویت کیسے حاصل کریں؟

جواب :۔

اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک چیز کو یا تو آپ رکھ سکتے ہیں یا خرچ کر سکتے ہیں۔ انسان ایک وقت میں ایک کام کرے۔ اسے Prefrences کا یا ترجیحات کا Problem ہے۔ سوال کرنے والا یہ کہنا چاہتا ہے کہ میری مصروفیت کو چھیڑے بغیر مجھے محویت کا فارمولا بتایا جائے۔ محویت تب ملے گی جب آپ مصروفیت کو توڑ دیں۔ اگر مصروفیت عذاب ہو تو پھر محویت کا فارمولا کام آئے گا، مصروفیت کو آپ توڑ دو اور چھوڑ دو اور اپنا راستہ لو۔ اپنی مصروفیت کو Approve نہ کراؤ کہ ہم جس کام میں Already مصروف ہیں وہ بھی ہوتا رہے اور محویت بھی حاصل ہو جائے۔ دنیا میں کوئی کام نہ اچھا ہے اور نہ برا ہے بلکہ انسان کی نیت اچھی ہوتی ہے یا بری ہوتی ہے۔ بندہ اگر بد ہو جائے تو کام بد ہو جاتا ہے

اور بندہ اگر نیک ہو تو وہی کام نیکی بن جائے گا۔ سڑک تو وہی رہتی ہے' صرف مسافر کا فرق ہے۔ اسی سڑک پہ چور چکار بھی پھرتے رہتے ہیں اور وہیں سے ولی اللہ بھی گزرتے ہیں۔ راستہ' سڑک' زندگی یا نوکری کا اپنا کوئی شعبہ نہیں ہے بلکہ اللہ نے یہ کام رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ نے بندہ پیدا کیا اور اگر اس کی عمر ساٹھ سال لکھ دی' تو یہ بندہ وقت سے پہلے نہیں مر سکتا چاہے تکلیف میں رہے یا خوشی میں رہے۔ زندگی کے کچھ سال بچپن میں گزر گئے' کچھ تعلیم میں' علم میں' جوانی میں خرچ ہو گئے' پھر اسے اور مسئلوں سے دو چار کر دیا گیا۔ چاہے آپ پی ایچ ڈی کر لو' ذہن ایک دن ماؤف ہو جائے گا۔ اگر کسی قبر پہ لکھا ہو کہ یہ فلاں ڈاکٹر کی قبر ہے اور اس پر ڈگریاں بھی لکھی ہوں تو یہ موت سے نہ بچ سکا جس طرح کوئی بڑا بادشاہ تھا اور اب اس کا مزار باقی ہے۔ سب چیز ختم ہونے والی ہے' کوئی پریشانی مستقل نہیں ہے' شہر چھوڑ دو تو شہر کوئی مسئلہ نہیں ہے' اور اگر زندگی چھوڑ دو تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اگر سارا دن پرابلم میں گزرے تو بھی رات کو نیند آجاتی ہے' اگر اس وقت کہا جائے کہ پرابلم کے بارے میں بات کریں تو کہے گا کہ پرابلم کو صبح دیکھیں گے' اب سو جائیں۔ الجھن' پریشانی' دقت' میں اور تو' یہ سب کچھ اصل میں وقت گزارنے کی باتیں ہیں۔ گھڑی ٹک ٹک کرتی جا رہی ہے اور دو بھائی زمین پر جھگڑا کر رہے ہیں' کتنے لوگ زمین کا انتقال کراتے کراتے آپ ہی انتقال کر گئے۔ انسان محسوس کرتا ہے کہ اس نے کچھ حاصل کر لیا' Own کر لیا لیکن اصل میں He owns nothing ۔ اگر آپ کی Ownership پیسہ ہے تو بچوں کو اگر پیسہ دو گے تو وہ خوش ہوں گے

ورنہ بچے آپ کو بخیل کہیں گے اور کہیں سے ڈاکو بھی آ جائیں گے۔ تو آپ کی ہر Achievement بے معنی ہے اور آپ صرف ٹائم گزار رہے ہیں۔ آپ پیسے کے لئے اپنی زندگی کا کچھ حصہ بیچ دیتے ہیں تاکہ باقی زندگی گزار سکیں۔ ساٹھ سال کی عمر میں انسان بیس سال تو سونے میں گزار دیتا ہے' کچھ سال بیماری کی نذر ہو گئے' بزرگوں کی جدائی سے غم پیدا ہو گیا' دوست گزرتے جاتے ہیں اور ایک روز پتہ چلتا ہے کہ قدر شناس کوئی نہیں رہا اور گلیاں ویران ہو گئیں۔ وہ لوگ چلے گئے جب آپ کے سر میں درد ہوتا تھا تو ان کے دل میں درد ہو جاتا تھا۔ اس طرح جاننے والے' پہچاننے والے' قدر کرنے والے' عزتیں دینے والے اور آپ کے بارے میں غور و فکر کرنے والے' آپ کے خیال میں زندہ رہنے والے آہستہ آہستہ چلے جا رہے ہیں اور آپ تنہا اور ویران ہو گئے' پھر بیماری آ گئی اور اس طرح ساٹھ سال پورے ہو گئے ------

اس زندگی کے درمیان مذہب نے آپ کو دعوت دی کہ اللہ نے یہ فرمایا ہے' اللہ کے حبیب ﷺ نے یہ فرمایا ہے' اس راستے پہ چلو ------ آپ نے اسلام کو غور سے قبول نہیں کیا' اگر آپ اسلام کو غور سے تلاش کرتے تو اور بات ہوتی۔ محویت جو ہے یہ اسلام کو قبول کرنے والوں کی انتہائی حالت ہے جو انہیں تلاش کے بعد ملتی ہے۔ جن کو اسلام بنا بنایا ملا' ان کے لئے محویت ایک فیشن کی بات ہے ------ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ منکم من یرید الدنیا و منکم من یرید الاخرۃ تم میں سے ایسے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تم میں سے ایسے لوگ ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں۔ آپ پہلے یہ فیصلہ کر لیں کہ آپ کی

طلب، دنیا ہے یا آخرت ---- اگر طلب دنیا ہے تو آخرت رہ جائے گی اور اگر طلب آخرت ہے تو آپ دنیا کے کاموں کی لوڈشیڈنگ کر لو گے۔ اگر دفتر جانا مجبوری ہے کہ بچوں کے لئے کمانا ہے تو پھر بچوں کو پیسے دو، اگر مرتبہ اپنی انا کے لئے ہے تو پھر یہ نہ دین کے کام آیا اور نہ دنیا کے۔ اس مرتبے سے آپ لوگوں کو ڈراتے ہو ---- مگر عزرائیل نے اس مرتبے سے نہیں ڈرنا، نہ کراماً" کاتبین نے ڈرنا ہے۔ اگر آپ اپنے آپ کو مرتبے سے ہٹا کر دیکھو تو شاید کوئی بات بن جائے۔ تو مرتبہ آپ کا حجاب ہے، دولت آپ کا حجاب ہے، سرداریاں اور سالاریاں آپ کا حجاب ہیں ---- اگر آپ دنیا میں بہت مصروف ہیں تو اپنی مصروفیت کچھ کم کر لیں یا اپنی مصروفیت اتنی کر لیں جتنی جائز Income کے لئے ضروری ہے کیونکہ آپ کو اتنے پیسے چاہئیں جس سے باقی کا وقت گزر جائے۔ اگر آپ اس کے علاوہ کوئی بات کر رہے ہیں تو آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ اگر آپ کی زندگی برائے خدا ہے تو غریب بھی اللہ کے اتنا قریب ہے جتنا کہ کوئی امیر۔ اگر مقصد خدا نہیں ہے تو پھر امیر و غریب کا بڑا فرق ہے اور وہ دونوں دنیا دار ہیں اور دنیا کی بات ہم کر نہیں رہے۔ اگر آپ دین کی بات کر رہے ہیں تو غریب کی آنکھ کے آنسو بھی اتنے ہی قیمتی ہیں۔ تو پھر بات کیا ہوئی؟ بات خلوص کی ہے کہ What do you want، اگر آپ گھر جانا چاہتے ہیں تو کوئی راستہ بند نہیں ہے۔ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ محویت کیا ہوتی ہے؟ تو محویت ہوتی ہے مقصد کو مدنظر رکھنا، مقصد پر ہمہ حال نظر رکھنا، Ambitions کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں Rest نہ رہے اور بے چینی نہ رہے، بے تابی آ جائے۔ بے تابی اس طرح ہو

جس طرح بیمار بچے کی ماں کو ہوتی ہے' اس ماں کو کہا جائے کہ آرام کر تو اسے آرام نہیں آتا ـــــ آخرت پہ نظر رکھنے والوں کو دنیا میں بے تابی رہتی ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ آپ دنیا کو جنت بناتے ہو اور پھر مومن بھی کہلاتے ہو۔ یہ بات بڑی غلط ہے مثلاً" آپ کا مکان رہنے کی حد تک تو ٹھیک ہے مگر دکھانے کے لئے مناسب نہیں۔ یہ نمائش بے کار ہے۔ آپ اپنی زندگی کو Extra بوجھ بنا رہے ہیں۔ اگر آخرت آپ کا مدعا ہے تو پھر آپ آخرت جاننے والوں کے ساتھ چلو۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کے بغیر گزارہ ہو جاتا ہے اسے چھوڑ دو۔ ضرورت سے زیادہ چیز کو کم از کم ذہنی طور پر تو چھوڑ دو۔ آپ گھر میں' دفتر میں' چھوٹے سے چھوٹے تعلق میں' یہاں تک کہ بس کے سفر میں اپنے آپ کو Offensive نہ بناؤ۔ مقصد یہ کہ انسان بن جاؤ۔ Seniors کے ساتھ' ماتحتوں کے ساتھ' عام Visitors کے ساتھ' انسانوں کی دنیا میں انسان بن کے رہو۔ یہ بات یاد رکھ لو تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے پاس ایک معیار یا Norm ہونا چاہئے کہ آپ کس چیز کو The best کہتے ہیں' اس معیار کے قریب قریب جانے کی کوشش کرو۔ Human Beings کی دنیا میں آپ کو یہ علم ہونا چاہئے کہ سب سے بڑے انسان اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ ہیں۔ آپ ان کی زندگی کے قریب جاؤ۔ آپ خود بیان کرتے ہو کہ ان کا چٹائی کا بستر تھا اور اپنی زندگی اس کے علاوہ گزارتے ہو۔ یہ نہ کرو کہ آپ علم ہی حاصل کرتے جاؤ بلکہ عمل کر کے دکھاؤ۔ وہ شخص جو صرف علم

میں لگا رہتا ہے وہ عمل سے حجاب میں ہے۔ ایسا شخص زندگی کے بارے میں کتاب پڑھتا رہتا ہے اور زندگی نکلتی جاتی ہے زندگی اٹھ کے پاس سے چلی گئی اور وہ زندگی کو نہ دیکھ سکا کیونکہ کتاب پڑھ رہا تھا' اس طرح زندگی پاس سے نکل گئی۔ اگر آپ کا بھائی جدا ہو گیا تو کتاب پڑھنے کا کیا فائدہ ہوا۔ بھائی نے پیسے مانگے تھے یا زمین مانگی تھی مگر آپ نے نہ دیے اور بھائی کو جانے دیا۔ اسی طرح ابا کو جانے دیا' سب کو جانے دیا اور پھر کہتا ہے کہ زندگی میں سرور نہیں آ رہا' تو سرور کیسے آئے! سرور تب آتا ہے جب آپ اپنے متعلقین کو خوش رکھو۔ اگر آپ اپنے سارے متعلقین کو Upset کر دو تو پھر بات کیا رہ گئی۔ اگر اپنا بیٹا ہی ناراض کر دو تو زندگی میں سرور کہاں سے آئے گا۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں' ہمیں خدا کی بات بتائیں۔ تو خدا تو خود بندوں کی بات کر رہا ہے' قرآن پاک میں قوموں کا ذکر ہے' پیغمبروں کا ذکر ہے' آنے والوں کا ذکر ہے' جانے والوں کا ذکر ہے' اس زندگی کا ذکر ہے' زمین کا ذکر ہے' جنات کا ذکر ہے پھر انسان کے لئے فرمایا گیا کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اپنے اظہار کے لئے اور جب آدم کو تخلیق کیا تو حکم دے دیا کہ قلنا للملائکۃ السجدوا یعنی آدم کو سجدہ کرو تو فسجدوا الا ابلیس ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جس نے غرور کیا اور وہ کافروں میں سے ہوا۔ اس طرح انسان کی کہانی شروع ہو گئی۔ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور زمین پر امتیں پیدا ہوئیں' ان کو اللہ اور پیغمبر کا کلمہ پڑھایا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ انسانوں کی زندگی میں اس قدر Involve ہے۔ اس نے کہا کہ یہ پیغمبر ہے' اس کو ہم نے نامزد کیا' یہ

کراماً کاتبین ہیں۔ یہ تمہاری زندگی ہے‘ زمین سے رزق تلاش کرو‘ رزقِ حرام نہ ہو‘ یہ تمہاری قبریں ہیں‘ یہ منکر نکیر ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اللہ کہتا ہے کہ رزق حرام نہیں ہونا چاہیئے۔ حرام رزق کسی اور کا رزق لے جاتا ہے‘ اس طرح انسانوں پر ظلم ہو جاتا ہے۔

مت پوچھ کہ میں کس لئے محروم ہوا ہوں
یہ دیکھ کہ کیوں تجھ کو ملا حق سے زیادہ

تو اللہ تعالیٰ کیا چاہتا ہے؟ انصاف! انسانوں کے مابین انصاف۔ اللہ کیا ہے؟ رحم! یعنی انسان‘ انسان کے ساتھ رحم کرے یا حسن سلوک کرے مثلاً" واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما یعنی اگر جاہل بھی مل جائے تو اسے سلام کرو‘ یتیم کا حق نہ کھاؤ۔ اس طرح اللہ نے مخلوق کو مخلوق ہونے کے شعبے بتائے ہیں اور آپ اللہ کی بات کر رہے ہیں‘ آپ وہ شعبہ مانتے نہیں جو اللہ نے بنایا ہے۔ وہ شعبہ یہ ہے کہ انسان کا انسان پر حق ہے مگر آپ دوسروں پر آگ اگلتے رہتے ہو۔ آپ کو اللہ نے آدم خاکی بنا کے بھیجا اور کوئی شرارہ تو نہیں بنایا کہ دوسروں پر آگ پھینکتے جاؤ۔ تو یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بتائیں‘ اب اگر کوئی شخص انسانوں کو چھوڑ کر اللہ کے نام پر کوئی بات کرنا چاہتا ہے تو وہ آدمی ظالم ہے۔ وہ آدمی بڑا ظالم ہے جو عبادت میں لگا رہے اور انسانوں کی بات نہ کرے۔ جو شخص انسان کو چھوڑ کر مطالعے میں لگا رہے گا وہ بھی ظالم ہو جائے گا۔ تو زیادہ علم والا بھی ظالم ہے‘ علم میں مصروف رہنے والا بھی ظالم ہے اور صرف خدا کی یاد میں محو رہنے والا بھی ظالم ہو جائے گا اور وہ سب کو Ignore کر دے گا۔ اسلام نے کون سا راستہ بتایا‘ سب سے

Perfecrt راستہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے مثلاً" ایک روز آپؐ نے سجدہ کیا اور آپؐ کے اوپر ایک بچہ یعنی امام حسینؓ آکر بیٹھ گئے اور آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا۔ اس طرح بچے کو راضی کر لیا اور اللہ بھی راضی۔ اگر کوئی مر رہا ہے اور دوسرا نماز کے لئے وضو کر رہا ہے تو یہ بڑا ظالم شخص ہے' یہ استحصال پسند آدمی ہے جو اپنے بارے میں زیادہ خیال کرتا ہے اور اپنی عبادت کے بارے میں زیادہ خیال کرتا ہے' تخلیوں اور تنہائیوں میں رہتا ہے اور اپنے فرائض سے فرار کرتا ہے۔ تو آپ زیادہ محویت اختیار نہ کرو بلکہ زیادہ فرائض اختیار کرو۔ اگر کوئی شخص آپ سے ناراض ہے اور بے شک اس کو صرف غلط فہمی ہے تو آپ کا کام اس کی غلط فہمی دور کرنا اور اس کی خلش دور کرنا ہے چاہے اس نے خود ہی بنا لی ہو۔ جب کسی کی ناراضگی میں آپ کا نام آئے تو وہ آپ کی ذمہ داری بن جاتا ہے' اگر کسی کی تکلیف میں آپ کا نام آ جائے تو آپ کی ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے سچ سے پریشان ہے تو بھی وہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ اگر آپ کی تبلیغ سے کوئی دکھی ہے تو وہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ آپ دھیان کرو کہ آپ کرتے کیا ہو۔ ایک بات کا بڑا خیال رکھو کہ آپ دلوں کو راضی رکھو۔ یہ نہ کرنا کہ لوگوں کو تکلیف دو اور خود بڑے عابد اور تہجد گزار بن جاؤ۔ انسانوں کو نظر انداز نہ کرنا۔ اگر سوچا جائے تو انسانوں کا اجتماع اللہ کا ایک روپ ہے۔ بزرگ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی سمجھ نہیں آتی تو ایک کام کرو کہ اپنے علاوہ جتنے وجود ہیں ان کو اللہ کہہ لو اور پھر اللہ کی خدمت کرو' انہیں پریشان نہ کرو اور یہ دیکھتے جاؤ کہ وما خلقت ھٰذا باطلا تو اللہ نے کوئی چیز باطل پیدا نہیں کی۔ یہ سب

تیرے مالک کی تخلیق ہے، تخلیق میں اگر تو کسی چیز کو زخمی کر رہا ہے تو اپنے خالق کو Offend کر رہا ہے۔ اس طرح سکون نہیں ملے گا۔ جس نے کسی کا سکون قلب برباد کیا اسکو سکون نہیں ملے گا' وہ سکون سے محروم ہو گیا۔ آپ اپنے آپ کو ایسا بناؤ جیسے کہ آپ نہیں ہو۔ اگر آپ کے چلے جانے سے لوگوں میں ایسا خلا پیدا نہیں ہوا کہ وہ آپ کو یاد کرتے جائیں تو پھر آپ نے کیا کمائی کی۔ یہاں اپنا جائزہ لو اور اپنے گردو پیش کا جائزہ لو۔ آپ پر اللہ کا فضل ضرور ہے اور اللہ کا فرمان ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کا خیال رکھو یہاں تک کہ کوئی بچہ بھی آپ سے Offend نہ ہو جائے۔ کسی کو Offend نہ کرنا آپ کے فرائض میں شامل ہے۔ اسطرح زندگی آسان کر لو' مصروفیت کم کر لو' صرف ضروری مصروفیت کا کام کر لو' اس کے علاوہ آپ جو کام کر بیٹھے ہو وہ آخرت میں رکاوٹ نہ بنے۔ جو محبت کر بیٹھے' اس کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ رکاوٹ ایک بہانہ ہے۔ نماز پڑھنے والوں سے پوچھو کہ کتنا وقت لگتا ہے تو وہ کہیں گے کہ پانچ نمازوں کے لئے زیادہ وقت نہیں لگتا اور جو نماز نہیں پڑھتا وہ کہتا ہے زندگی میں اتنا وقت نہیں ہے اور خود تاش کھیلتا رہتا ہے یا ویڈیو دیکھتا رہتا ہے۔ ایسی مصروفیت میں وہ وقت ضائع کر رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے ٹائم نہیں ہے۔ دراصل اس کے اندر Preference نہیں ہے' ترجیح نہیں ہے۔ اگر آپ اپنی ترجیحات درست کر لیں تو آپ کے پاس ٹائم ہی ٹائم ہے۔ دنیا بری نہیں ہے اور دنیا کی مصروفیت بری نہیں ہے' صرف نیت بد نہیں ہونی چاہئے۔ اگر ایک آدمی اچھی نیت کے ساتھ دفتر جاتا ہے تو وہاں بھی ولی' ولی ہو گا۔ ایسا شخص اگر دفتر میں فائل

ورک کر رہا ہے تو محویت' خدا کی ہو سکتی ہے یعنی "ہتھ کار ول تے دل یار ول" یعنی ہاتھ کام کی طرف اور دل یار کی طرف ---- یہ توجہ کی بات ہے۔ ہندی میں محویت کے بارے میں کہتے ہیں۔

پریت کی ریت کو باورے پنہارن سے سیکھ
سب سکھیوں سے بات کرے پر دھیان گگر کے بیچ

یعنی پانی بھرنے والی لڑکی باتیں کرتی جاتی ہے مگر دھیان گھڑے پر رکھتی ہے کہ کہیں پانی چھلک نہ جائے ---- اگر آپ اپنے آپ کو سنبھال کے رکھو تو دنیا میں جہاں سے مرضی گزر جاؤ اور چلتے جاؤ' دنیا نے آپ کا کیا لینا ہے۔ یہ ایک بہانہ ہے کہ میں زندگی میں بہت مصروف تھا اس لئے مجھے محویت نہیں ملی۔ یہ غلط بات ہے۔ ہم جس کام کو کرنا چاہیں وہ کام کر سکتے ہیں۔ اگر آپ کو کسی سے رنجش ہو تو کئی سال اسے یاد رکھتے ہیں اور پھر بدلہ لے لیتے ہیں۔ آپ کا وقت رنجش میں گزر جاتا ہے' غصے میں گزر جاتا ہے' بغض میں گزر جاتا ہے' ایک دوسرے سے انتقام کے خیال میں گزر جاتا ہے اور مالدار ہونے کی خواہش میں گزر جاتا ہے۔ آپ مالدار ہونے کی خواہش نکال دو' اپنے آپ کو بڑا بنانے کی خواہش نکال دو' اس طرح بڑا کوئی نہیں ہوتا' وقت گزر جاتا ہے' غصہ' رنجش اور نفرت نکال دو۔ کوئی شخص آپ سے ناراض نہ ہو چاہے غلط فہمی کی بنا پر ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اگر آپ کی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہو گئی تو بھی ذمہ داری آپ کی ہے۔ ایسے شخص کے گھر جا کر بات ختم کر دو۔ اگر یہ بوجھ اتار لو تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔ اگر دل صاف کرتے جاؤ تو پھر اللہ ہی اللہ ہے۔ ابھی آپ کا آئینہ صیقل نہیں ہوا۔ اپنے آئینے

کو صیقل کرتے جاؤ اور روشن کرتے جاؤ۔ آپ آئینہ چمکاتے جاؤ اور خود بخود اس میں اللہ کی تصویر آ جائے گی۔ آپ اگر انسانوں کے حقوق ادا کرو گے تو پھر اللہ کے حقوق ملیں گے۔ ورنہ پریشانی ہی رہے گی۔ دنیا کے کام کرتے جاؤ اور اپنے اندر سے جھوٹ نکالو۔ اس طرح آپ کو وقت مل جائے گا۔ جس نے "وقت" کو تخلیق کیا ہے اس اللہ کو پتہ ہے کہ آپ کے ساتھ اس نے کیا کیا ہے۔ یہ بات ضرور کرو کہ جو آپ کے ساتھ ناراض ہے اس کو راضی کرو ورنہ آپ کو خدا کا سفر نہیں ملے گا۔ اللہ کا سفر عام طور پر دنیا میں ہی مکمل ہوتا ہے۔ اللہ کی تلاش بندوں کے پاس جا کر ختم ہوتی ہے۔ اگر اللہ نے براہ راست ملنا ہوتا تو اور بات تھی مگر شکر کرو کہ اس نے براہ راست نہیں ملنا بلکہ کسی آدمی کے پاس جا کے بات مکمل ہو گی۔ اگر کسی بندے کے ساتھ آپ نے نیکی کر دی تو اللہ راضی ہو جائے گا۔ اگر آپ نے یتیم کی جیب سے مال نکال لیا تو اللہ ناراض ہو جاتا ہے۔ انسانوں کے ساتھ متوازن سلوک کرو تو اللہ راضی ہے۔ بچوں کے حقوق ادا کرو تو اللہ راضی ہے۔ اگر آپ اسلام کو مانتے ہو تو بچوں کو اس کے متعلق تعلیم دو۔ آپ انگریزی سکولوں میں بچے پڑھاتے ہو' داخلے کے لئے سفارشیں کراتے ہو اور پھر کہتے ہو بچے نے اسلام قبول نہیں کیا' باغی ہو گیا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ آیات ہیں جن میں تمہیں بتایا جاتا ہے اور ڈرایا جاتا ہے تاکہ تم غور کرو اور عقل کرو مگر تم نہیں کرتے۔ حقیقت بتا دی گئی ہے اور کوئی ایسا نہیں ہے جس کو حقیقت سمجھ نہ آئے مگر وہ مانتے نہیں ہیں۔ اگر آپ یہ مان جاؤ کہ جانا اودھر ہی ہے تو آپ ایک دن وہاں ضرور پہنچ جاؤ گے۔ اگر آپ نے رخ صحیح نہ

رکھا اور Direction صحیح نہ رکھی تو پریشان ہو جاؤ گے۔ اگر کوئی بندہ یہ کہے کہ میں نے آخرت کی طرف جانا ہے اور اپنی قبر کی طرف جانا ہے' اگر آپ کو وہ جگہ معلوم ہو چاہے خیال میں اور یقین میں ہو کہ میں نے یہاں آنا ہے تو زندگی میں آپ کی بے شمار غلطیاں ختم ہو جائیں گی۔ پرانے لوگ اپنی قبر کی جگہ رکھ آتے تھے:

نہیں بیگانگی اچھی رفیق راہ منزل سے۔
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

تو لوگوں کے ساتھ رنجش بیکار ہے' تم بھی فانی اور وہ بھی فانی' اب جھگڑا کس بات کا۔ آپ من و تو میں وقت ضائع کر رہے ہیں اور اوپر سے کچھ اور ہی ہونے والا ہے۔ موت سر پر کھڑی ہے۔

میری بات اس کو سمجھ آئے گی جس پر کسی کے راضی ہونے کا قرض باقی نہ رہا ہو۔ اگر آپ پر کسی کو راضی کرنے کا قرض باقی ہے تو میری بات کو حکم ہے کہ وہ آپ کو سمجھ نہ آئے۔ اگر آپ کا بھائی اب بھی ناراض ہے تو آپ کو میری بات کیا سمجھ آئے گی۔ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ اس کو راضی کر چاہے وہ نادان ہے۔ اگر آپ نادان کو نہیں سمجھا سکتے تو آپ کی دانائی کس کام کی۔ زندگی کو کتابوں سے نہ ڈھونڈنا' اس طرح زندگی پاس سے گزر جائے گی' آپ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے اور پھر آپ زندگی کو تلاش کرتے پھریں گے۔ اس سے پہلے کہ زندگی آپ سے رخصت ہو آپ زندگی کی قدر کرو۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اپنے اصلی بھائی کو رخصت کر کے پھر لوگوں میں نقلی بھائی بناتے پھرو۔ جو

موجود ہے' اس کی قدر کرو ورنہ خلا پیدا ہو جائے گا اور اگر انسانوں کی دنیا میں خلا پیدا ہو گیا تو وہاں پر توحید کام نہیں آئے گی:

تو نے ہر ایک دل کیا زخمی
میں نے ہر ایک سے دعا لی ہے

لوگوں سے دعا لینا بڑی بات ہے۔ لوگوں کو راضی کر لو۔ اگر کوئی جھوٹا راضی ہو گیا تو سچے کو راحت ہو جائے گی۔ کبھی اس کی بات مان لو اور کبھی اپنی بات منوا لو۔ یہ چلتا رہتا ہے کاروبار زندگی۔ جو لوگ ضد میں ہیں وہ کبھی عرفان حاصل نہیں کر سکتے' جو لوگ غصے میں رہتے ہیں وہ دین کا کام نہیں کر سکتے۔ دین کا کام وہ کر سکتا ہے جو بچے کی طرح معصوم ہو جائے اور بھولا ہو جائے' اس میں انا نہیں ہوتی' انا جو ہے یہ حجاب ہے' اگر اس حجاب سے نکل جاؤ تو آگے دین ہی دین ہے۔ ایسے میں مصروفیت کے جال سے بھی نجات ملتی ہے اور محویت بھی ملتی ہے۔

سوال:

حضور ہم تو کوشش کرتے ہیں کہ ہم ناراض کو منالیں مگر وہ نہ مانے تو؟

جواب:

میں یہ بتا رہا ہوں کہ آپ اتنے بڑے کام کر لیتے ہو اور ایک دل کو راضی نہیں کر سکتے' کاریگری اسی کو کہتے ہیں کہ جو راضی نہیں ہو رہا اس کو راضی کر لو۔ ہر آدمی کی کوئی نہ کوئی چابی ہوتی ہے' آپ اس کو وہ

چابی لگاؤ۔ آپ اس سے ایسا سلوک کریں کہ وہ آپ کو سچا سمجھے۔ آپ اسے ایک آزمائش سمجھیں جو آپ نے حل کرنی ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ آپ اسے چھوڑ دیں کیونکہ آپ اسے پہلے ہی چھوڑے بیٹھے ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ چھوڑنے کی بجائے اگر اسے جوڑنے کی کوشش کرو تو شاید بات بن جائے۔ لوگ ایسا کرتے رہے ہیں۔ اللہ کے حبیب ﷺ نے آپ کو بتایا ہوا ہے کہ یہ کیسے کرتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر سب کافر ڈر رہے تھے کہ اب کیا ہو گا۔ آپؐ نے پوچھا کہ تمہیں پتہ ہے کہ میں نے تم سے آج کیا سلوک کرنا ہے تو لوگوں نے کہا یہ تو آپؐ ہی جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ آج کے دن تمہیں کوئی سزا نہیں ہے۔ کسی آدمی کے دل کو بعد میں جانو' پہلے اپنے دل کے بارے میں جانو کہ اگر آپ کے دل میں اس کے خلاف غصہ ہے تو وہ راضی نہیں ہو گا اور اگر آپ کے دل میں محبت پیدا ہو جائے تو ناواقف آدمی آپ کی بات سننے کے لئے آ جائے گا۔ اگر گلی سے گزرتے ہوئے بندے کو محبت سے دیکھو تو وہ آپ کے پاس آ کر کہے گا کہ کیا آپ نے مجھے بلایا ہے؟ حالانکہ آپ نے بلایا نہیں۔ اگر آپ جانور کو پیار سے دیکھو تو وہ آپ کے پاس آ جائے گا' کتا ہو تو دم ہلانا شروع کر دے گا۔ آپ صرف باتیں کرتے رہتے ہیں' باتوں کو بند کر کے محبت کا عمل شروع کریں۔ اگر محبت جاری ہو جائے تو سب باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک چیز محبت سے محروم کر دیتی ہے اور وہ ہے پیسے کا لالچ۔ پیسے کا لالچ محبت سے محروم کر دیتا ہے۔ مطالعے کے بارے میں ایک بات غور سے سن لو کہ اتنا علم رکھو جتنا زندگی کے کام آئے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ اپنے کام میں لگے رہو اور

گردو پیش سے بے خبر ہو جاؤ۔ ایک آدمی تفسیر لکھتا جا رہا تھا۔ اسے کسی نے کہا کہ ڈھاکہ Fall ہونے والا ہے تو اس نے کہا ہونے دو۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ لائبریری کو پڑھتے جاؤ اور دنیا باہر سے بدل جائے۔ دنیا کا بھی خیال رکھو۔ اگر کوئی علم لدنی اور علم معرفت سیکھتا ہے اور اس کا باپ فوت ہو جائے تو اس کا علم اس کے کس کام کا کہ وہ نہ جنازے پر پہنچ سکا اور نہ قبر پر۔ یہ نہ ہو کہ باپ بلاتا رہا اور آپ مطالعہ میں مصروف رہیں۔ باپ کو راضی کرنا آنا چاہئے اور ماں سے دعا لینا آنا چاہئے۔ اگر ماں اور باپ کو راضی کرنا نہ آیا تو آپ کو بیوی اور بچے راضی کرنا بھی نہیں آئے گا۔ راضی کرنے کا فن یہ ہے کہ اپنے آپ کو ذرا کم سمجھو' اپنے آپ کو تکبر میں نہ سمجھو۔ اس طرح راضی کرنا آ جائے گا۔ یہ آپ کی انا ہوتی ہے جو آپ کو دنیا سے نکال رہی ہے۔ انا کو ختم کر دو' دفتر میں انا ختم کر دو' پیسے کی انا ختم کر دو اور اپنے آپ کو ذرا کم سمجھو تو دنیا کا کوئی کاروبار تمہیں روک نہیں سکتا۔ یہ سب دین ہی ہے۔ دین والا آدمی اگر دوکان بنا لے تو بھی دین ہے یعنی کہ اس کے شعبے نے اور اس کے پیشے نے اسے بے دین نہیں کیا۔ بے دین کس نے کرنا ہے؟ اس کی نیت نے اور اس کے اعمال نے۔ کوئی بھی کام جو ایمانداری سے کیا جائے وہ دین کا کام ہے۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ اس نے بے شمار شعبے پیدا فرما رکھے ہیں' پہاڑ سے زمین اور سمندر تک سب اس کے شعبے ہیں' پانی کا چلنا شعبہ ہے اور لکڑی کا کاٹنا شعبہ ہے۔ صرف درخت کو دیکھو' لکڑی' فرنیچر' ٹمبر' ایندھن' مکان اور بے شمار واقعات ہیں۔ معمولی سی سبزی اگی اور آپ کے دسترخوان تک آنے میں کئی واقعات اور کاروباروں سے گزر

کر آئی ہے۔ کاروبار کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ چیزوں کی نیت ہو تو وہ اپنے منصب کو پہنچ جاتی ہیں۔ تو منصب یہ ہے کہ دوسرے کو راضی کرو اور دوسرے کو خوش رکھو، کسی دل سے بددعا نہ لو، پھر اللہ آپ سے راضی رہے گا۔ دلوں کی ناراضگی یا خوف جو ہے وہ بددعا بن جاتا ہے، یہ بددعا بھی بعض اوقات راستہ روک لیتی ہے۔ میری نصیحت یہ ہے کہ لوگوں کو دعا گو بناؤ اور انہیں راضی کرو، ہر حال میں راضی کرو۔

سوال:

کیا مختلف فطرت کے لوگ نیکی کے سفر میں اکٹھے چل سکتے ہیں مثلاً" ایک غصہ والا ہو اور ایک میں دھیما پن ہو۔ اور یہ کہ غصہ والے شخص کو کیا کرنا چاہئے۔

جواب:۔

دھیما پن ہوتا کیا ہے؟ دھیما پن وہ ہوتا ہے جو غصے والے آدمی سے Cooperate کرے۔ دھیما آدمی وہ ہوتا ہے جو جلالی آدمی کے ساتھ گزارہ کرے۔ دو جلالی آدمی بھی آپس میں گزارہ کر سکتے ہیں۔ گزارہ دراصل مقصد کے ساتھ ہوتا ہے، فطرت کے ساتھ نہیں ہوتا۔ جس طرح میں بیٹھا ہوں تو آپ لوگوں سے بات ہو رہی ہے اور اگر میں یہاں سے چلا جاؤں یا آپ کو Openly بولنے دوں تو آپ کے اندر ابھی شیعہ سنّی فساد پیدا ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ میں آدھے شیعہ ہیں اور آدھے سنّی ہیں۔ اس وقت کیونکہ آپ کی نیت اس محفل میں بیٹھنے کی ہے تو نہ کوئی شیعہ ہے اور نہ سنی ہے۔ جب مقصد آ جائے تو پھر کوئی جلالی یا

جمالی نہیں رہتا کیونکہ مقصد ایک ہوتا ہے۔ دنیا کی محبت میں ایک دوسرے سے حسد اور شک ہوتا ہے' دنیاوی طور پر اگر کسی کا محبوب ایک ہو تو وہ غصہ کریں گے' لڑیں گے مگر دینی طور پر جب حقیقت کی محبت ہوتی ہے کہ جب آپ یہ دیکھیں کہ یہ بھی اللہ کی طرف جا رہا ہے اور میں بھی اللہ کی طرف جا رہا ہوں تو وہ اللہ آپ دونوں کو اکٹھا چلائے گا۔ اگر دو انسان با مقصد ہو جائیں اور ان کا مقصد ایک ہو جائے یعنی وہ یہ کہیں کہ ہم نے گزارہ کرنا ہے اور تمہارے ساتھ ہی کرنا ہے اور تمہاری خامیوں کو درگزر کرنا ہے' کچھ عرصہ بعد نہ تم نے رہنا ہے اور نہ ہم نے رہنا ہے اور بچوں کی خاطر گھریلو زندگی میں اگر آپ اپنی انا چھوڑتے ہیں تو اس طرح ہر مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور فساد ختم ہو جاتا ہے۔ اس طرح بچے اچھے بن جائیں گے۔ گھر میں اور اپنے ماحول میں Tension دور کرو۔ اگر گھر میں کوئی مہمان آ جائے اور گھر والوں میں Tension ہو تو مہمان کے لئے تو بڑا عذاب ہے۔ ایسی صورت میں مہمان بھاگ جائے گا۔ مہمان کے استقبال کے لئے ضروری ہے کہ میاں بیوی دونوں خوشگوار ہوں۔ اسی طرح بھائیوں کے لئے حکم ہے کہ "رحماء بینھم" ہو جائیں یعنی ایک دوسرے کے لئے رحمت بن جائیں کیونکہ مومن ہونے کی حیثیت سے کافروں سے آپ شدت کر لو مگر آپس میں شفیق ہو جاؤ۔ شفیق وہ ہوتا ہے جو دوسرے کی غلطی کو نظر انداز کرے۔ شیکسپیئر نے کہا تھا۔

Judge any man according to his hazards and no one will escape whipping.

یہاں لفظ "Hazards" خوبیوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کو آپ خوبیوں پر پرکھیں تو ہر آدمی چابک کھانے والا ہو گا' کوڑے پڑنے والا ہو گا۔ کوئی آدمی ایسا نہیں ملے گا جس میں خوبیاں ہی خوبیاں ہوں۔ اب اگر آپ کی شکل محبت کے قابل نہیں ہے تو آپ سے کون محبت کرے گا۔ اعتراض کرنے والے تو اعتراض کر ہی دیتے ہیں۔ اور محبت کیا ہے؟ محبت کا معنی ہے قبول کرنا۔ آپ قبول کرو' ساری زندگی کو قبول کرو' زندگی میں ناسازگار واقعات بھی آئیں گے' انہیں بھی قبول کرو۔ زندگی کی تلخیوں کو قبول کرنے والا اللہ کی منشاء کو قبول کرتا ہے اور جس نے اللہ کی منشا کو قبول کر لیا وہی کامیاب رہا۔ جو تلخیاں آپ پر آ رہی ہیں وہ اللہ کی طرف سے آ رہی ہیں' آپ اللہ کے مسافر بن جاؤ تو یہ تلخیاں خود بخود ٹھیک ہو جائیں گی۔ آپ یہ طے کر لو کہ یا اللہ ہم تیرے رستے کے مسافر ہیں' تیرے راستے میں ہمارے پیسے نثار' ہماری جان نثار' ماں باپ نثار' ہماری انا نثار اور ہمارا سب کچھ نثار۔ آپ اپنی انا نثار کر دیں ورنہ آپ مرجائیں گے۔ اللہ کی طرف وہ لوگ سفر کرتے ہیں جو اپنی زندگی میں مرجاتے ہیں۔ "موتوا قبل ان تموتوا" یعنی وہ مرنے سے پہلے مرجاتے ہیں۔ تکبر صرف اللہ کو زیب دیتا ہے' آپ عاجزی میں گزارہ کرو تو زندگی کامیاب ہو جائے گی۔ اللہ کا سفر کرنا ہے تو یہ ضروری ہے' اگر سفر نہیں کرنا تو سب کچھ چھوڑو۔ پھر اپنی انا پر قائم رہو' پھر آگے سے بھی آپ کو ویسا جواب ملے گا جیسا کہ چھوٹے سے جانور کتے کی دم پر پاؤں رکھ دو تو وہ آگے سے بھونکے گا اور نقصان دے گا' چڑیا کو تنگ کرو گے تو وہ بھی جھپٹ کے مارے گی' چیونٹی کے

کاٹنے کا تو آپ کو پتہ ہے ہی۔ تو اگر آپ تنگ کرنے کا آغاز کرو گے تو کوئی شے ایسی نہیں ہے جو آپ کو تنگ نہ کرے اور اگر کسی کو Please یا خوش کرنے کا آغاز کرو گے تو آگے سے جی حضور ملے گی۔ جس کو السلام علیکم کہو گے وہ آگے سے آپ پر سلامتی بھیجے گا' آپ کی اولاد اور خاندان پر سلامتی بھیجے گا۔ اگر آپ دنیا کے ساتھ یہ Trial کریں تو آپ کو سارا عرفان سمجھ میں آجائے گا۔ وہ جو آپ کہتے ہو کہ میں تنہائی میں بیٹھا ہوں اور حقوق ادا نہیں کرنے' چاہے وہ گھر والوں کے ہوں' استادوں کے ہوں یا کسی اور کے۔ یہ بات غلط ہے' عرفان ایسے نہیں ملتا۔ زندگی میں دوسروں کے حقوق ادا کر لو تو عرفان کی منزل آسان ہے۔ اللہ آپ سے ناراض نہیں ہے' اللہ آپ پر راضی ہے' اس نے آپ کو دماغ دیا' شکل صورت دی' ماں باپ دیئے اور اولاد دی۔ یہ سب راضی ہونے کی باتیں ہیں۔ اس کے ناراض ہونے کی اطلاع تو آگے جا کے ملنی ہے۔ ابھی تو اس کے رحم کی اطلاع مل رہی ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے وسیع ہے۔ اللہ کا غضب تو یہ ہے کہ وہ آپ کے ساتھ انصاف کرے مگر وہ رحمت کرتا ہے۔ تو آپ اپنی اصلاح کرو۔ اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے' اس سب کچھ کے شکر کے طور پر آپ نرم مزاج ہو جاؤ اور نرم خو ہو جاؤ' تند مزاج ختم کر دو' خوشگوار ہو جاؤ کیونکہ خوشگوار ہونا ہی کامیابی ہے۔

سوال:۔

انا کو تو ہم برا سمجھتے ہیں مگر "خودی" کا درس اقبال نے دیا ہے'

اس بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

"خودی" کا لفظ اتنا وسیع استعمال ہو گیا ہے کہ اس کی سمجھ نہیں آتی کہ یہ اصل میں کیا ہے۔ خودی کبھی تکبّر کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے۔ اب اصلی بات سمجھو کہ خودی کیا ہے جو کہ اقبال کا مفہوم ہے۔ مثلاً" ایک مرغا ہے اگر اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تو جو بچ گیا یہ مرغ ہے' جو کٹ گیا وہ ٹانگیں ہیں۔ اگر اس کے پر کاٹ دیں تو یہ پر تو مرغ نہیں ہیں۔ چونچ کٹ گئی تو بھی یہ مرغ ہے' گلا کٹ گیا تو بھی یہ مرغ ہے۔ تو یہ غیر مرغ چیزیں آپ کاٹ رہے ہیں۔ ایک چیز اس میں ایسی ہو گی جسے آپ کاٹیں گے تو یہ مرغ نہیں رہے گا۔ وہ چیز کیا ہے؟ وہ ایسی صفت ہے جس کے بغیر موصوف' موصوف نہیں رہتا اور وہ اس کی اذان ہے۔ انسان کے پاس بھی ایک صفت ایسی ہے جس کو وہ خودی کہتا ہے اور اس کے بغیر وہ انسان انسان نہیں رہتا بلکہ حیوان بن جاتا ہے۔ اس صفت کو بچانا ہے۔ خودی انا کا یا تکبّر کا نام نہیں ہے۔ خودی ایک Light House ہے۔ علامہ علاؤالدین صدیقی نے ایک مرتبہ ایک سیکنڈ ہینڈ گاڑی خریدی تھی۔ ایک دوست نے تبصرہ کیا کہ آخر علامہ صاحب نے گاڑی خرید ہی لی مگر گاڑی میں ہارن کے علاوہ کوئی پرزہ صحیح نہیں ہے۔ تو خودی ایک ایسا The Point ہے جس کے بعد وہ نام' نام نہیں رہتا۔ مثلاً" ایک باپ کا بیٹا ہے' اگر وہ باغی ہے تو پھر بھی بیٹا ہے' خدمت نہیں کرتا تو بھی بیٹا ہے مگر ایک بات ایسی ہو گی جس کے بعد یہ

کہیں گے کہ وہ بیٹا نہیں ہے۔ بس اس عمل کی حفاظت کرنی چاہئے جس کے بعد بیٹا' بیٹا نہیں رہے گا۔ ہم مسلمان ہیں' غافل ہیں' کام نہیں کرتے' عبادت نہیں کرتے' مگر ہیں تو مسلمان۔ ایک بات ایسی ہے جس کے بعد وہ مسلمان نہیں رہے گا اور واجب القتل ہو گا اور وہ ہے حضور پاک ﷺ کی شان میں کوئی گستاخی کرنا ـــــــ تو ہر چیز میں ایک خاص صفت ہوتی ہے' اس صفت کی حفاظت کرنا "خودی" کی حفاظت کرنا ہے جیسا کہ شاہین میں جھپٹنا' پلٹنا اور پلٹ کر جھپٹنا نہ ہو تو وہ شاہین نہیں ہو گا۔ تو اصل چیز کو جوہر کہتے ہیں اور اس جوہر کو خودی کہا گیا ہے۔ "انا" اور چیز ہے۔ "انا" یہ ہے کہ اپنی ضد پر قائم رہنا اور یہ نہ سوچنا کہ دوسرے کیا چاہتے ہیں اور "انا" یہ ہے کہ اپنے آپ کو ایک فرضی مقام پر فائز سمجھنا' سردار سمجھنا' چوہدری سمجھنا اور باقی لوگوں کو رعایا سمجھنا۔ "انا" یہ ہے کہ اپنے آپ کو ایک غلط مقام پر رکھنا اور لوگوں سے اس کے مطابق Dealing کی توقع رکھنا۔ میاں بیوی میں اکثر "انا" کا یہ کھیل ہوتا رہتا ہے' وہ کہتا ہے میں خاوند ہوں اور وہ کہتی ہے میں بیوی ہوں اور دونوں اپنا حق جتلاتے رہتے ہیں اگر "انا" کو توڑ دیا جائے اور یہ کہا جائے کہ آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں تو ساری بات ٹھیک ہو جاتی ہے۔

اپنی بات پہ اٹکے نہ رہنا' اڑے نہ رہنا' دوسرے کا View point سننا اور اور اس کی داد دینا ـــــ ان سب باتوں کے باوجود آپ اپنی عبادت کا خیال رکھو' رزق حلال کی کوشش کرو' جو حرام جمع ہو گیا ہے وہ اللہ کے نام پر تقسیم کر دو' آئندہ کے لئے توبہ کر لو' انسانوں کو دکھ نہ پہنچاؤ' اللہ کے کسی ایک نام کا ورد' عمل جاری رکھو' اللہ کے بہت سے نام ہیں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک جگہ ایک بیمار شخص کراہ رہا تھا تو ایک صحابی نے اسے کہا کہ خاموش ہو جاؤ' یہ کیا شور مچا رکھا ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ اس کو منع نہ کرو' "ہائے ہائے" بھی اللہ کا نام ہو گا ـــــ اللہ تعالیٰ کے نام صرف وہ نہیں ہیں جو آپ نے پڑھ رکھے ہیں بلکہ اللہ کے اتنے نام ہیں جتنی یہ کائنات وسیع ہے' سارے نام اس کے اپنے نام ہیں۔ صرف محبت ہونی چاہئے اور ادب ہونا چاہئے۔ اگر نیت اللہ نہیں ہے تو ذکر بھی اللہ نہیں ہے۔ اگر نیت اللہ ہے تو سارا سفر ہی اللہ ہے۔ تو سفر الی اللہ دراصل سفر مع اللہ ہے۔ اللہ کی طرف جانے والا عمل اللہ کے ساتھ جانے والا عمل ہے۔ اللہ کی طرف وہی جاتا ہے جس کے ساتھ اللہ ہوتا ہے ورنہ کوئی انسان اللہ کی طرف نہیں جا سکتا۔ جب بھی آپ اللہ کی طرف چل پڑو گے تو ساتھ کون ہو گا؟ اللہ ہو گا ـــــ اللہ تعالیٰ خود ہی انسان کو شوق دیتا ہے' شوق بڑھ جاتا ہے اور پھر انسان اللہ کی طرف چل پڑا' یہ سفر بھی اللہ نے کرایا ـــــ سفر میں رفیقِ طریق اور راہنما بھی اللہ خود دیتا ہے اور جب وہ منزل پہ پہنچتا ہے تو اللہ خود استقبال کرتا ہے۔ خود ہی تو بھیجا تھا اس نے اور خود استقبال کیا۔ تو اگر نیت اللہ ہو جائے تو ساری چیزیں اللہ ہی اللہ ہیں۔ اس میں نہ سمجھ آنے والی بات ہی کوئی نہیں۔ آپ بس چل پڑو اور اپنے خیال میں اللہ اللہ کرتے جاؤ۔ لوگوں کو بے شمار انداز سے اللہ ملا۔ یہ بھی ہوا کہ کسی ان پڑھ کو بھی اللہ مل گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک ان پڑھ اللہ کے ساتھ ناراض ہو گیا اور کہنے لگا کہ تو اللہ ہے اور میں اور میرے تین بیٹے' کل چار آدمی ہیں' ہم لڑائی کر کے تجھ سے جیت جائیں گے کیونکہ تو اکیلا ہے۔ یہ لفظ

"اکیلا" کہنے سے توحید قائم ہو گئی اور یہ کہنے پر اس ان پڑھ شخص کو معاف کر دیا گیا کہ وہ اللہ کو اتنا "اکیلا" مانتا ہے کہ توحید قائم کر گیا ۔۔۔۔ اس لئے آپ نیت کے ساتھ چل پڑو تو یہ کافی ہے۔ اللہ کسی سے ناراض نہیں ہوتا۔ وہ تمہارے ساتھ اس طرح ناراض ہوتا ہے کہ تمہیں فرصت ملی' پیسے ملے' موقع ملا اور تو نے شکر ادا نہ کیا۔ اپنی زندگی پر شکر کرو۔ اگر آپ نے اپنی زندگی پر کوئی اعتراض کیا تو اللہ پر اعتراض کریں گے' اگر زندگی کو آپ نے توڑا تو آپ اللہ کی نعمت کو توڑو گے۔ اس لئے ہم نصیحت کرتے ہیں کہ آپ توڑو نہ بلکہ جوڑو ورنہ آپ کا کام آپ کے ذمے' آپ جانو اور آپ کا کام جانے' سب یہی کہتے آ رہے ہیں کہ وما علینا الا البلاغ ۔۔۔۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ کی غلطی ہے یا نہیں ہے' آپ اپنے بھائی سے معافی مانگ لو' اسے فی سبیل اللہ معاف کر دو تاکہ آپ اس بوجھ سے آزاد ہو جاؤ جس کی وجہ سے بھائی کو تکلیف ہوئی ہے۔ یہ نہ کہنا کہ ہم کیا کریں۔ زندگی میں بے شمار نیکیاں اس وقت ضائع ہو جاتی ہیں جب کسی دل کو آپ سے تکلیف پہنچے۔ میاں محمد صاحبؒ فرماتے ہیں۔

ڈھا دے مسجد' ڈھا دے مندر' ڈھا دے جو کجھ ڈہندا
اک بندے دا دل نہ ڈھاویں' رب دلاں وچ رہندا

یعنی مسجد گرا دو' مندر گرا دو اور جو کچھ گرانا پڑے گرا دو لیکن کسی انسان کا دل نہ توڑنا۔ آسمان سے گرا ہوا بچ جاتا ہے لیکن نظروں سے گرا ہوا نہیں بچتا۔ اسی لئے اپنی نظروں کا خیال رکھو کہ آپ کی نظر سے کوئی انسان نہ گر جائے اور آپ کسی انسان کی نظر سے نہ گر جاؤ۔ بس یہ دو

باتیں یاد رکھو ---- اللہ اللہ کرتے جاؤ' نیت اللہ ہو' عمل اللہ ہو' کسی انسان سے اللہ کے حوالے سے سلوک کرو' زندگی عارضی ہے' ہاتھ سے نکل جائے گی بلکہ ہاتھ سے نکل رہی ہے بلکہ کچھ اور ہی ہونے والا ہے ---- یہ خیال رکھنا کہ آج کی انا آپ کو کل کسی حسرت میں نہ ڈال دے۔ بزرگ یہ وارننگ دیا کرتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ آپ پر کوئی حسرت آ جائے' کوئی افسوس آ جائے' کوئی خطرہ آ جائے اور کوئی نقصان آ جائے' آپ "انا" سے نکل جاؤ۔ اللہ سے معافی مانگ لو۔

ایک واقعہ پہ غور کرو کہ خواجہ نظام الدینؒ کے عرس کے موقع پر آستانے پر جو تقریب کا عام خادم اور نگران ہوتا تھا وہ بڑے بڑے جید بندوں کی دستار بندی کراتا تھا۔ ایک آدمی اٹک گیا اور اس نے کہا میں تو اس سے دستار بندی نہیں کراتا کیونکہ یہ شخص تو مریدوں کا مرید ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ دراصل یہ دستار بندی محبوب الٰہی نظام الدین اولیاءؒ کر رہے ہیں' تو اس آدمی کا مرتبہ پہچان جس کو مرتبہ دینے والے نے یہ مرتبہ دیا ہے اور اسے حقیر نہ جان۔ اسی طرح آپ کی زندگی کا جو ساتھی ہے اس کا کتنا بڑا نصیب ہے کہ تیرے ساتھ اس کا نصیب منسلک ہو گیا' اب تم اسے بدقسمت ثابت کر رہے ہو تو دراصل تم خود بدقسمت بن گئے۔ تو مدعا یہ ہے کہ ہر آدمی کسی اور آدمی کا نامزد ہے۔ سارے انسان اللہ نے پیدا کئے ہیں۔ اس میں شک نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی آدمی آپ پر خفا ہو گیا تو دل سے فریاد نکلے گی اور Direct Report اللہ کے پاس جائے گی۔ اللہ دعا شاید دیر سے سنتا ہے مگر اس پر فریاد کا جلد اثر ہوتا ہے ---- کہتے یہ ہیں کہ کسی کے دل کی ایک آہ جنت میں ایک قدم

داخل ہو جانے والے انسان کو واپس کھینچ لاتی ہے۔ ایک دعا دوزخ میں ایک قدم داخل ہو جانے والے انسان کو جنت میں لے آتی ہے۔ اس لئے آپ دل کی دعا لو اور دل کی آہ نہ لو۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو انسانوں کو خوش رکھنے کی توفیق دے' اللہ تعالیٰ آپ کو انسانوں کو معاف کرنے کی توفیق دے' انسانوں سے معافی مانگنے کی توفیق دے' بندوں کو راضی رکھنے کی توفیق دے! یا اللہ معافی دے' یا اللہ مہربانی فرما' یا اللہ ہمیں حوصلہ دے تاکہ ہم بندوں کو تیری نگاہ سے دیکھ سکیں۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہ افضل الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

کوئی ایسا آسان عمل بتادیں جس سے ہماری زندگی میں اللہ کے حوالے سے تبدیلی آجائے اور دنیا کے ساتھ آخرت بھی اچھی ہو جائے۔

سوال:۔

کوئی ایسا آسان عمل بتا دیں جس سے ہماری زندگی میں اللہ کے حوالے سے تبدیلی آجائے اور دنیا کے ساتھ آخرت بھی اچھی ہو جائے۔

جواب:۔

آپ کے اندر تبدیلی اس لئے نہیں آتی کیونکہ نہ آپ کا عمل بدلتا ہے اور نہ حلیہ بدلتا ہے۔ اس لئے آپ غلطی کرتے جاتے ہیں اور مار کھاتے رہتے ہیں۔ اگر عمل بدلے گا تو عاقبت بدلے گی۔ یہ کہنا کہ عاقبت جو ہے وہ عمل کے بغیر بدل جائے' یہ کسی فقیر کے بس میں نہیں ہے۔ فقیروں' درویشوں اور اولیائے کرام کے بس میں یہ ہے کہ ہلکی پھلکی نیکی کرو تو معاوضہ پورا مل جائے گا اور چھوٹے گناہ کرو تو معافی مل جائے گی۔ کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ گناہ کبیرہ کی معافی دلا دے گا۔ فقیر لوگ چھوٹی چھوٹی نیکی کرنے کا کہتے ہیں مثلاً" ماں سے معافی مانگ لو' بیوی کو خوش رکھو' ماحول کو ٹھیک رکھو' رشتے داروں کا خیال رکھو' جھوٹ بولنا چھوڑ دو' کسی کو غصہ نہ دلاؤ اور غصہ نہ کرو۔ ان چھوٹے چھوٹے کاموں

سے بڑے نمبر بن جاتے ہیں۔ اگر کسی کو آپ کہتے ہیں کہ مجھے سلام کر تو آپ کو اس کے سلام کا جواب دینا پڑے گا۔ اگر اس سے سو مرتبہ سلام کراؤ گے تو سو مرتبہ جواب دینا پڑے گا۔ آپ کے رشتے داروں کا فوقیت کا ایک حق بنتا ہے لیکن اگر آپ انہیں یہ حق نہیں دیتے تو نہ وہ بدلیں گے اور نہ آپ بدلیں گے۔ ایک آدمی اگر اسلام کے نام پر بیوی کو تابعداری سکھاتا ہے تو اسے عورت کے حقوق کا Chapter بھی پڑھنا چاہئے تاکہ اس کو اس کی خواہش کے مطابق کچھ خرچ کرنے اور کچھ آزادی کی اجازت مل جائے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کو خوش رکھنے کی تاکید کی ہے۔ تو بڑی نیکی نہ ہو سکے تو چھوٹی نیکیاں Pile up کرو۔ مثلاً" جس ملازم نے غلطی کی ہے آپ اسے معاف کر دو تو والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس کا مطلب پورا ہو گیا یعنی وہ لوگ جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں کے لئے عافیت بن جاتے ہیں۔ اور اگر کسی پر احسان کرو تو اللہ کا فرمان ہے کہ واللہ یحب المحسنین اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ احسان یہ ہے کہ غلام کو معاف بھی کر دیا جائے اور آزاد بھی ---- چور گھر میں آ جائے تو اگر کر سکتے ہو تو معاف کردو اور اگر احسان کر سکتے ہو تو پھر اس سے پوچھو کہ بھئی پچھلے دروازے سے کیوں آیا' کیا پیسے کی ضرورت ہے؟ تو انسان بننے میں دیر نہیں لگتی' صرف فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔ آپ دوسرے کو انسان بناتے رہتے ہو' انسان دوسرے نے نہیں بننا بلکہ آپ نے بننا ہے۔ وہ آدمی جو دوسرے کو انسان بنانا چاہتا ہے اور خود انسان نہیں بنتا وہ بڑا جھوٹا آدمی ہے۔ اگر تم انسان بن جاؤ تو دوسرا خود بخود انسان بن جاتا ہے۔ مثال کے

طور پر ایک آدمی ایک دفعہ تلوار لے کر قتل کی نیت سے حضور پاک ﷺ کی طرف گیا۔ حضور پاک ﷺ نے جب دیکھا تو فرمایا کہ تم پر سلامتی ہو' اس آدمی کی تلوار گر گئی ---- آپ بھی لوگوں کو سلامتی دو تو لوگ آپ کو سلامتی دیں گے۔ اسلام نے یہ کتنی آسان بات سکھائی ہے۔ یہی روحانیّت ہے۔ یہ روحانیت ہے کہ آپ دوسرے کا حق دے دو' اپنا حق اللہ سے جا کر لینا۔ بظاہر یہ بات مشکل لگتی ہے لیکن اس طرح ہمیں حق کی ادائیگی کا انعام ملتا ہے۔ آپ اپنا حق مانگتے ہو اور حق والے غریب کے پلے کچھ نہیں ڈالتے۔ اس لئے نوے فی صد گلہ کرنے والے اور رنجش بیان کرنے والے خود ظالم ہوتے ہیں۔ ظلم کی کہانی سنانے والا اکثر ظالم ہوتا ہے۔ آپ ظالم نہ بننا بلکہ مسکین بن جاؤ۔ آپ دوسرے کو زبان سے قتل نہ کیا کرو' بھرے بازار میں کسی کو جھوٹا ثابت نہ کرو چاہے وہ جھوٹا ہو کیونکہ آپ نے ستار العیوبی کا سبق سیکھنا ہے یعنی دوسروں کے گناہ پر پردہ ڈالنا۔ آپ تو دوسرے کے پردے اٹھاتے ہو۔ اگر آپ کسی کو گناہ کرتے دیکھو اور پردہ ڈال کے رکھو تو آپ کے گناہ قیامت کے دن نشر نہیں کیے جائیں گے۔ پردہ رکھنے والوں کا پردہ رکھا جائے گا۔ حق دینے والے کو حق ملے گا۔ کسی انسان پر' اپنے وجود کے قرب کی وجہ سے' رحم کرو۔ گلاب اگرچہ بے جان ہے لیکن جو قریب سے گزرے اسے بھی خوشبو دے جاتا ہے اور دوسرے کو خوش کر دیتا ہے اور محظوظ کر دیتا ہے۔ آپ بھی ایسے بنو کہ اگر کسی کے قریب سے گزرو تو اسے کچھ فیض دے جاؤ۔ لیکن آپ جس کے پاس سے گزرے' اسے پریشان ہی کیا' بلکہ جو آپ کے سائے میں آیا' عذاب میں

آ گیا اور جو آپ سے وابستہ ہوا' اس پر قیامت ہی گذری۔ آپ نے کسی کو سکھی رہنے نہیں دیا اور چاہتے یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ فٹافٹ انعام دے دے لیکن اللہ قرآن میں کہتا ہے کہ جو کچھ کر کے آؤ گے وہی لے لو ---- انا انذرنٰکم عذابا قریبا یوم ینظر المرء ما قدمت یدٰہ ہم تمہیں ڈراتے ہیں ایسے عذاب سے جو قریب ہے' جب انسان دیکھے گا وہ جو اس نے اپنے ہاتھ سے بھیجا ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا اور کافر کہیں گے کاش ہم مٹی کے ہوتے ---- لہٰذا آپ اپنا عذاب نوکروں اور لواحقین کے ذریعے بھیج رہے ہو' بیوی سے زیادتی کر کے بھیج رہے ہو' اس کے لئے آپ کو سزا ہو گی یا یہ ہے کہ ان کو راضی کر لو۔ انہوں نے راضی نہیں ہونا کیونکہ آپ نے انہیں راضی نہیں کیا' اس طرح یہ آپ کے لئے عذاب بن جاتے ہیں۔ آپ نے انہیں ڈرا دھمکا دیا اور کامیاب ہو گئے لیکن یہ کامیابی آپ کے لئے عذاب بن گئی۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ لوگ بچوں کو مارتے ہیں' اور استاد بھی بچوں کو مارتے ہیں اور کچھ خاوند اپنی بیوی کو مارتے ہیں۔ آپ وعدہ کرو کہ آپ میں سے کوئی ایسا کام نہیں کرے گا۔ اس وقت آپ کے اندر کیا ایسا کوئی آدمی ہے جو یہ کہے کہ میں آئندہ غصہ نہیں کیا کروں گا۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ آپ آئندہ اپنے لواحقین کے لئے عذاب نہیں بنیں گے' اور آپ نے سب کو معاف کر دیا ہے۔ عبادت یہ ہے کہ ہر وقت اللہ کے خیال میں رہنا' اس کی یاد میں رہنا اور اس کی بتائی ہوئی شریعت کے مطابق چلنا' اپنے وسائل اللہ کی راہ میں استعمال کرنا' جو خیال ہے اس کی راہ میں استعمال کرنا اور انسانوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا ---- یہ سب ابتدائی باتیں ہیں اور

اصلی روحانیت یہ ہے کہ اِس زندگی کو اُس زندگی سے زیادہ دور نہ رکھنا۔ اُس زندگی کے بارے میں آپ کو کوئی پتہ ہے؟ اُس زندگی میں کوئی آدمی کسی کے خلاف عمل نہیں کر سکتا' کیونکہ عمل معطل ہو جائے گا۔ آپ اس زندگی میں عمل معطل کر دو۔ اُس زندگی میں جو ہو سکتا ہے وہ اِس زندگی میں کر دو۔ تو گویا کہ زمین کے اوپر کا کردار اور زمین کے اندر جانے کے بعد کا کردار برابر کر دو۔ ایسے رہو جیسے نہیں ہو۔ یہ اندیشہ نہ کرو کہ لوگ مار ڈالیں گے یا کھا جائیں گے۔ تو اگر آپ کو اللہ نے بچایا ہوا ہے تو آپ کو کوئی نہیں کھا سکتا۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ شکرے' باز اور شاہین چاہے جتنے ہو جائیں لیکن چڑیا اپنی جگہ زندہ رہے گی۔ بچانے والا بچاتا ہے۔ ورنہ آپ کو کوئی کمزور چیز نظر ہی نہ آتی۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے زمانے میں کمزور انسان زندہ رہے ہیں۔ نوشیرواں بادشاہ کو بڑھیا نے نکال دیا تھا کہ یہاں سے چلا جا کیوں کہ میری کٹیا خراب ہو رہی ہے' اللہ نے بادشاہ کے دل میں خوف ڈال دیا کہ اس بڑھیا کو چھیڑا تو برباد ہو جاؤ گے۔ آپ اپنے آپ میں تھوڑی سے ہمت پیدا کرو' کچھ قوت پیدا کرو' اپنے مقام کا تعیّن کرو اور لوگوں کو ان کا مقام دو --- اگر ہر روز اضافی طور پر ایک نیکی کی جائے تو آپ کی بہت سی نیکیاں جمع ہو جائیں گی اور اگر ایک بدی اضافی طور پر کم کر دی جائے تو آپ کی زندگی بڑی اچھی ہو جائے گی۔ تو اگر نیکی بڑھ گئی اور بدی کم ہو گئی تو آپ کے اور حقیقت کے درمیان فاصلہ کم ہو جائے گا۔ مختصر بات یہ ہے کہ مسلمان بچہ اگر پیدا ہوتے ہی مر جائے تو جنتی ہے۔ اگر وہ نہ مرے اور بڑا ہو جائے تو وہ نیکی بدی کرے گا۔ اب ایک طریقہ تو یہ ہے کہ وہ بدی چھوڑے

اور نیکی کرے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی بچپن والی حالت میں واپس آ جائے' بچے کی طرح ایمان پیدا کر لے' بچے کے لئے پوری کائنات ہے۔ انسان تمام ہیرا پھیریاں کرنے کے بعد اگر بچہ بن جائے تو سمجھو بخشش ہو گئی۔ ایک آدمی اگر بیمار ہو' پریشان ہو اور اسے کہا جائے کہ نماز پڑھو۔ اگر وہ کہے میں نماز نہیں پڑھتا تو سارا گناہ تبلیغ کرنے والے کے ذمے لگے گا۔ کیونکہ اس نے اس Person کی کیفیت نہیں دیکھی کہ وہ اس حالت میں نہیں ہے ---- تو دوسرے کی حالت دیکھے بغیر تبلیغ کرنے والا اتنا ویران ہے جتنی کوئی اور چیز ---- جب بھی تبلیغ کرو تو پہلے دوسرے کی حالت دیکھو' مزاج بھی دیکھو کہ کیا یہ Receptive ہے۔ بعض اوقات آپ کا بچہ بھی آپ کا کہنا نہیں مانتا ---- تو لوگ بیمار کو تبلیغ تو کرتے ہیں لیکن اس کی خالی بوتل میں کوئی دوائی نہیں ڈالتا اور اس طرح وہ تبلیغ کو نہیں مانتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ زیادہ تبلیغ کی بجائے اپنا عمل ٹھیک رکھو ---- آپ کا عمل یہ ہوتا ہے کہ آپ ایک بڑا مکان بناتے ہو' پھر وہاں شادیاں ہوتی ہیں اور پھر وہاں جنازے بھی اٹھتے ہیں لیکن یہ سب دیکھ کر آپ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ آپ دیکھتے رہتے ہو کہ یہ بات کسی کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے۔ ایک ایک کر کے آپ سب کو رخصت کرتے جا رہے ہو۔ تو رخصت ہو جانا ان کی فطرت میں لکھا ہوا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ لوگ رخصت ہو جائیں اور انہیں نیکی کا وقت ہی نہ ملے۔ اس سے پہلے کہ لوگ چلے جائیں' ان کے ساتھ نیکی کر لو۔ اس سے پہلے کہ سائل آواز لگا کے چلا جائے اس کو کچھ دو ورنہ ڈھونڈو گے تو نہیں ملے گا۔ ایک جگہ

ایک تقریب تھی۔ وہاں ایک بزرگ صدارت کر رہے تھے۔ تقریب کا موضوع "زندگی" تھا۔ ایک چھوٹا بچہ نعت پڑھ رہا تھا۔ پھر میری باری آئی تو میں نے کہا کہ میری بات سنو، مجھے لمبی چوڑی تقریر تو آتی نہیں پر میں ایک بات جانتا ہوں کہ زندگی اس بچے سے شروع ہوتی ہے اور یہاں پر ہی ختم ہو جاتی ہے' تو دھیان کرو کہ کیا ہو رہا ہے۔ پھر میں نے کچھ توجہ کر دی، محفل میں اثر ہو گیا اور کچھ لوگ رونے لگ گئے ——— جو آدمی یہ کہتا ہے کہ اباجان کا دماغ چل گیا ہے تو وہ آدمی خود پاگل ہو کے مرے گا۔ اگر وہ اپنے ماں باپ کو اتنا بڑا لفظ نہ کہتا تو کیا تھا۔ حالانکہ وہ آپ کے لئے Noble ہیں' قریب ہیں' آپ کی ذمہ داری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دعا کرو کہ یا اللہ میرے والدین پر ایسے رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں مجھ پر رحم فرمایا تھا۔ ایک بات یاد رکھنا کہ آپ کے جو ماں باپ ہیں وہ قیامت تک آپ کے ماں باپ رہیں گے چاہے آپ کچھ بھی بن جاؤ۔ تو جس آدمی کے ادب کے رشتے نہ بدلے اس کا نصیب بدل جاتا ہے۔ ایک آدمی پوچھتا ہے کہ تم اس آدمی کے سامنے کیوں جھک گئے تو اس نے کہا اس نے مجھے پہلی جماعت میں پڑھایا تھا۔ اس استاد کو کہو کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے یہ سارا فیض آپ ہی کا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ کسی کے مرید ہو گئے تو وہ شخص اپنے نصیب کا مرید ہوتا ہے اور اس کی منزل اللہ ہے۔ اگر پیر غلط نکل آیا تو بھی منزل صحیح ہے۔ تو گویا کہ جس کو آپ نے بزرگ کہہ دیا' آپ نے اگر اس کو غیر بزرگ کہہ دیا تو یہ بھی پاگل پن ہے۔ اگر آپ کا باپ جھوٹا ہے تو بھی وہ آپ کا باپ ہے۔ اگر اس کا محاسبہ کوئی کر سکتا ہے تو وہ اس

کا باپ ہی کر سکتا ہے۔ اپنے ماں باپ کا محاسبہ نہ کرو۔ ان کے ساتھ رعایت کیا کرو۔ رعایت کسے کہتے ہیں؟ غلطی کے باوجود اس کو غلط نہ کہنا۔ محبت کی تعریف کیا ہے؟ محبت اس انسان سے ہوتی ہے جس کی خامی' خامی نہ رہے یعنی۔تمہاری نگاہ میں جس آدمی کی خامی' خامی نہ رہے وہ تمہارا محبوب ہے۔ جس آدمی کے قریب آپ رہنا چاہو' اس سے آپ کو محبت ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں آج کل بڑا پریشان ہوں کیونکہ سکون قلب نہیں ہے' میرا خیال ہے کہ پیر کی خانقاہ پر جا کر سکون قلب تلاش کروں۔ بیوی سمجھ گئی کہ مجھ سے تنگ آگیا ہے اور سکون کا بہانہ بنا کر باہر جانا چاہتا ہے' اس نے کہا اتنا نیک سفر ہے' مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ کہتا ہے کہ کیا سکون حاصل کرنا' میں ادھر ہی رہوں گا ---- تو سکون کی تلاش اپنا نام ہے' اپنے رب کا نام ہے اور اپنے ماحول کا نام ہے۔ جس شخص کو ماحول سے تنگی ہو' وہ کسی اور جگہ سکون نہیں پائے گا ---- سکون ایسے نہیں ملتا بلکہ دوسروں کو سکون دینے سے سکون ملتا ہے۔ سکون لینے کا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو سکون دو۔ سکون برباد کرنے والے کو سکون نہیں ملے گا۔ جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو سکون دو اور ان کے ساتھ نیکی اور خیر خواہی کرو تو تمہارا کام بن جائے گا ---- اگر ایک آدمی بہت Perfect Mathematician ہو اور بہت باریک حساب کتاب جانتا ہو تو آخرت جب آتی ہے تو اس کا یہ سارا شعبہ کوئی نہیں گنتا۔ اس سے پوچھا جاتا ہے کہ کلمہ سناؤ تو وہ کہتا ہے کہ مجھے تو کلمہ نہیں آتا کیونکہ میں کمپیوٹر میں لگا رہا ہوں۔ تو وہ مکمل طور پر برباد ہو گیا۔ تو مقصد یہ ہے کہ برباد ہونے والی محنتیں اختیار نہ کرو۔ دنیا

کی محنت پیسہ کمانے کی محنت ہے۔ پیسہ اس لئے ہوتا ہے کہ وقت گزرتا جائے۔ وقت اس لئے گزرتا جائے گا تاکہ اللہ کے دربار تک پہنچ سکیں۔ اگر مقصد اللہ بن جائے تو آپ باقی ہر مقصد بھول جاؤ گے۔ ایک آدمی پیر صاحب کے پاس گیا کہ حج کی خواہش ہے' دعا کریں کوئی کارخانہ لگ جائے تو حج پر جا سکوں۔ دعا کی گئی اور کارخانہ لگ گیا۔ چھ سات سال گزر گئے مگر وہ کارخانے والا حج پر نہیں گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ حج پہ کیوں نہیں جاتا تو بولا کہ کارخانہ چل پڑا ہے' اب وقت نہیں ملتا ---- یہ ہے انسان کی حالت کہ پیسہ نہ ہو تو نیکی نہیں کرتا اور پیسہ ہو تو بھی نیکی نہیں کرتا ---- جن کے اندر نیکی کا میلان ہوتا ہے' وہ نیکی کرتے ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ پیسہ یا غریبی نیکی کے راستے میں نہ معاون ہیں اور نہ رکاوٹ ہیں۔ نیکی فنانشل حالت سے آزاد ہے۔ اگر نیکی کی سمجھ نہیں آتی تو نیک کی سنگت اختیار کر لو ---- دعا کرو کہ یا اللہ ہماری سنگت نیک کر دے ----

دعا کرو کہ سب لوگوں پر اللہ رحم کرے ---- سب لوگوں کے حالات بہتر ہوں ---- یا اللہ سب کے گھروں میں سکون ہو۔ یا اللہ سب ایک دوسرے کا احترام کرنا سیکھیں۔ یا اللہ ہمیں اپنے ماحول کی شکایت کرنے سے بچا۔ ہم اپنے ماحول کے شاکی نہ ہوں' ہمیں اپنا ماحول منظور ہو' ہم اس ماحول کو پسند کریں' یا رب العالمین ہمیں اپنا بندہ بنا کے رکھ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا و مولانا حبیبنا و شفعینا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

۱ ایک آدمی محنت کرتا ہے لیکن نتیجے سے پہلے رخصت ہو جاتا ہے' اسی طرح کوئی آدمی بغیر جرم کے سزا میں آجاتا ہے۔ یہ سب ایسا کیوں ہے؟

۲ موت کا ایک دن مقرر ہے تو پھر علاج اور دعا کی کیا اہمیت ہے؟

۳ آج کل اگر نیکی کی کوشش کریں تو لوگ نیکی نہیں کرنے دیتے بلکہ تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

۴ کیا " ربہ انی مغلوب کا وظیفہ پڑھنا چاہئے؟

۵ ہم خود تو ٹھیک رہنا چاہتے ہیں لیکن لوگ مشتعل کر دیتے ہیں۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟

سوال:۔

ایک آدمی محنت کرتا ہے بلکہ بہت ہی محنت کرتا ہے لیکن جب بظاہر نتیجہ نکلنے والا ہوتا ہے تو وہ آدمی رخصت ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی بغیر جرم کے سزا میں آجاتا ہے۔ یہ سب ایسا کیوں ہے؟

جواب:۔

آپ اگر محنت کرنے والوں کو حصوں میں تقسیم کریں تو دو قسمیں بنتی ہیں یعنی ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ ایک تیسری قسم بھی ہو سکتی ہے، یعنی ایسے ماننے والے جو جاننا بھی چاہتے ہیں۔ ماننے والوں کے لئے راستہ بڑا آسان ہے۔ آپ یوں سمجھیں کہ زندگی دینے والا آپ کی زندگی کو اپنی مرضی سے گزارنا چاہتا ہے۔ زندگی دینے والے نے زندگی اپنی مرضی سے دی ہے، راستہ اپنی مرضی سے دیا ہے، محنت کرنے کا جذبہ بھی اپنی مرضی سے دیا ہے، محنت میں رکاوٹیں بھی خود دی ہیں، نتیجہ بھی خود نکالا ہے اور نتیجہ خود ہی مخفی رکھا ہے۔ اس کو سمجھنا کوئی دقت کی بات نہیں ہے۔ اگر یہ دیکھا جائے کہ ایک درخت ہے لیکن بظاہر یوں نظر آتا

ہے کہ اس کے پتے بڑھ نہیں رہے اور نئی شاخیں نکل نہیں رہیں۔ لیکن آپ یوں سمجھو کہ اس کی جڑیں پھیل رہی ہیں۔ اب جو جڑوں کے بڑھنے کا سلسلہ ہے وہ نظر نہیں آ رہا۔ درخت کبھی پتوں کی شکل میں ترقی کرتا ہے اور کبھی جڑ کی شکل میں پھیلتا ہے۔ جڑ کے بڑھنے کے عمل کو آپ باطن کہہ لو، مخفی کہہ لو اور آئندہ یعنی مستقبل کے لئے کہہ لو۔ ایک آدمی اگر دنیا میں کامیاب ہو تو کہتے ہیں کہ اس کی محنت سرخرو ہو گئی۔ تاریخ ہی کا کوئی واقعہ لے لو۔ اگر ایک آدمی محنت کرتے کرتے بادشاہ بن گیا اور پھر بغیر جرم کے اس کو معزول ہونا پڑ گیا تو بات کیا ہوئی! تقریباً ہر بادشاہ معزول ہوتا ہے۔ اب یہ واقعہ کیا ہے؟ اس واقعہ میں تقدیر کو ساتھ دیکھو۔ اللہ تعالیٰ جو ہے وہ مالک الملک ہے۔ یعنی ملک عطا کرنے والا ہے۔ یہ ایک شعبہ ہے۔ پھر وہ توتی الملک من تشاء یعنی جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے۔ یہ دوسرا شعبہ ہے۔ پھر تنزع الملک ممن تشاء یعنی جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے۔ وتعز من تشاء جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے۔ و تذل من تشاء اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ یعنی اللہ ملک کا مالک ہے، جسے چاہتا ہے بادشاہ کرتا ہے، جسے چاہتا ہے معزول کرتا ہے، عزت اسی کی طرف سے اور ذلت بھی اسی کی طرف سے۔ سارا کچھ اسی کی طرف آیا ہے۔ لیکن اس نے اس کی کوئی وجہ نہیں بتائی۔ یہاں پر آ کے یہ راز نظر آتا ہے۔ اللہ کہتا ہے عزت میں دیتا ہوں تو پھر عزت کی وجہ دریافت نہ کرو۔ وجہ کون ہے؟ وہ خود! اللہ کہتا ہے کہ ذلت ہماری طرف سے ہے تو پھر ذلت کی وجہ نہ پوچھو۔ اللہ کہتا ہے کہ ملک ہم دیتے ہیں، اب بادشاہ بننے کی وجہ نہ

پوچھو اور اللہ کہتا ہے کہ معزول بھی ہم کرتے ہیں۔ اس کی بھی وجہ نہ پوچھو۔ یہ ہے ماننے والوں کی بات کہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ امرالٰہی ہے اور یہ راضی ہونے کا مقام ہے۔ اللہ جس کو چاہے محنت کا پھل دے اور جب چاہے محنت کا پھل روک دے اور اس کی Compensation یعنی معاوضہ بعض اوقات یہاں نہیں ہوتا تو وہاں آگے ہوتا ہے۔ اگر ایک آدمی دعا مانگتا ہی چلا جا رہا ہے' اور دعا منظور نہیں ہوتی' اگر وہ تحقیق کرے تو پتہ چلے گا کہ نامنظور دعائیں بے شمار گناہوں کی تلافی بن کر اس کو آگے راستے میں ملیں گی۔ وہ دعا جو منظور نہیں ہوئی' اس شخص نے زندگی میں جو گناہ کیئے وہ ان کی تلافی اور ان کی معافی بن کے آئے گی۔ مثلاً" آپ نے کوئی دعا پیسے کے لیئے مانگی تھی اور یہ آگے کسی گناہ کو معاف کروا کے آئے گی۔ آپ یہ دیکھو کہ ایک موچی اور ایک بادشاہ میں بظاہر بڑا فرق ہوتا ہے اور اگر آخرت میں وہ موچی فلاح پا جائے اور بادشاہ گرفت میں ہو تو اس دنیا کی شان و شوکت کا کیا فائدہ؟ مقصد یہ کہ ہم جس کو شان و شوکت سمجھ رہے ہیں یہ دراصل حجاب ہے اور ہمارا اپنا حجاب ہے۔ اصل کامیابی وہ ہے جو آئندہ کی کامیابی ہو اور جو مستقبل کی کامیابی ہو اور جو اللہ کے فضل کی کامیابی ہو۔ یہ ہے بات سمجھنے کا ایک طریقہ۔ بات سمجھنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے' یہاں پیغمبروں پر لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ آپ اللہ سے اپنا تعلّق بیان کرتے ہیں مگر آپ کے پاس پیسہ نہیں ہے اور آپ غریب ہو' اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ یہ اللہ سے جو تعلّق ہے' صرف تعلّق ہے اور یہ جو دولت ہے' صرف دولت ہے۔ فرعون کی زندگی' فرعون کی زندگی ہے اور موسیٰؑ کی زندگی موسیٰؑ کی

زندگی ہے۔ اب یہاں مغالطہ نہیں رہا۔ اب اگر اللہ آپ کو اپنا تعلّق دے دے اور پیسہ نہ دے تو آپ کیا پسند کریں گے؟ آپ اللہ سے تعلّق کو پسند کریں گے۔ لیکن دور جدید میں یہ بات سمجھنا مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب کیا ہوتا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں یہ سوال پیدا ہو رہے ہیں ورنہ پرانے زمانے میں تو یہ سوال نہیں ہوتے تھے۔ غریب ہو یا امیر ہو، تکلیف میں ہو یا خوشی میں ہو، اس کو تو اللہ کے ساتھ تعلّق چاہیئے تھا۔ جو اللہ کے ساتھ متعلّق ہو گیا اس کو پھر کوئی گلہ نہیں رہ جاتا۔ ہمارا یہ جو شعبہ ہے Judge کرنے کا، یہ غلط ہو گیا ہے۔ ہم سوچتے ہیں کہ اس کو انعام ملا یا نہ ملا، وہ غریب ہو گیا کہ امیر ہو گیا۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ کوئی شخص اللہ کے قریب ہو گیا کہ دور ہو گیا۔ آج کل کے دور میں غریب کا قریب ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ الفقر فخری والفقر منی غریبی پہ ہمیں فخر ہے اور غریب ہم میں سے ہیں۔ ایک اور جگہ حدیث میں ہے کہ کادالفقر این یکون الکفرا" "عین ممکن ہے کہ غریبی تجھے کافر کر دے"۔ ایسا غریب جو غیر مطمئن ہے، اس کے لئے اندیشہ ہے کہ وہ ایمان سے محروم ہو جائے اور وہ غریب جو مطمئن ہے اس کے بارے میں یقین ہے کہ وہ اللہ کے قریب ہو گا۔ اگر ہم لوگ اپنی زندگی کے فیصلوں کو اللہ کا حکم مان لیں تو پھر گلہ نہیں رہتا۔ انسان اس کا مال ہے، جہاں رکھے، جس حال میں رکھے، ہمیں راضی رہنے کے علاوہ چارہ کوئی نہیں ہے اور اس کے علاوہ راستہ بھی کوئی نہیں ہے۔ اگر یہ سمجھ آ جائے تو پھر یہ سوال نہیں پیدا ہوتا۔ اللہ کے قریب رہنے والے ان حالات سے گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

نے فرمایا' یہ اس کا واضح طور پر ارشاد ہے کہ میں تمہیں چار چیزوں سے آزماؤں گا۔ یعنی خوف' بھوک' جان اور پھل کے نقصان سے من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات پہلی آزمائش "خوف" سے ہو گی۔ خوف ضرور آئے گا' خوف حاصل کے چھن جانے کا ہو گا' خوف محنت کا نتیجہ حاصل نہ ہونے کا ہو گا' دنیا کا ہو گا' خوف دین کا ہو گا' عقبیٰ کا ہو گا' اپنا خوف ہو گا' اس طرح اللہ آزمائے گا' اور آزمائے گا بھوک سے "والجوع"۔ بھوک صرف کھانے کی نہیں بلکہ خواہش کی بھی ہے۔ انسان کے اندر والہانہ خواہشیں آتی رہتی ہیں۔ والہانہ خواہش کی ایک مثال یہ ہو سکتی ہے کہ کہیں پتنگ کٹ جائے تو اچھے خاصے بندے بریک لگا کے اس کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں۔ خواہش ایک تتلی کی طرح اڑتی جا رہی ہے اور لوگ بھاگتے جا رہے ہیں۔ کوئی نیا فیشن آیا تو اس کی خواہش پیدا ہو گئی' کوئی اور نئی چیز دیکھی تو اس کی خواہش ہو گئی۔ اس طرح بھوک سے آزمایا جائے گا۔ اور نقص من الاموال "اور مال میں نقص سے آزمایا جائے گا"۔ مال چاہے جیب کا مال ہو یا خیال کا مال ہو یا فکر کا مال ہو۔ ہر مال میں زوال آ سکتا ہے اور کمی آ سکتی ہے۔ اور "جان" سے آزمایا جائے گا۔ والانفس یعنی آپ کی زندگی میں موت آ جائے گی۔ مثلاً" کوئی عزیز مر گیا' بندہ خود زندہ ہوتا ہے لیکن کسی کے مرنے کی خبر سن کر وہ خود غمگین ہو جاتا ہے۔ یہ آپ کا جرم نہیں تھا مگر آپ کا عزیز مر گیا اور آپ کو بغیر جرم کے سزا مل گئی کیونکہ اس کا چلے جانا آپ کا غم بن گیا۔ اور پھر پھلوں کے نقصان سے آزمائش ہو گی۔ "والثمرات" یعنی تیار پھل اور کھیتیاں جل جائیں

گی۔ اب یہاں پہ " بشر الصابرین " یعنی صبر کرنے والوں کے لئے بشارتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رحمتیں ہیں۔ صبر کس بات کا؟ بھوک کا' خواہش حاصل نہ ہونے کا' پھل حاصل نہ ہونے کا' محنت کا ثمر رائیگاں ہو جانے کا اور جو کچھ آپ نے کیا اس کا نتیجہ برآمد نہ ہونے کا۔ اگر آپ یہاں صبر کر جائیں تو آپ اللہ کے تقرب میں آ جائیں گے اور ان لوگوں کے لئے کہا گیا ہے کہ " ان اللہ مع الصابرین " یعنی اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ تو جہاں کہیں آپ یہ دیکھیں کہ بظاہر نا انصافی ہو رہی ہے وہاں سر جھکا کے غور سے دیکھیں کہ جسے آپ ناانصافی کہہ رہے ہیں' یہ نا انصافی نہیں ہے۔ انسان اللہ کا مال ہے' اللہ اس کو اس راستے سے جیسے بھی گزار رہا ہے' آپ اس کو سمجھنے کی کوشش کریں اور آپ یہ سمجھ نہیں سکیں گے۔ جس طرح اللہ نے یہ کہا ہے کہ جو میری راہ میں شہید ہو گیا تم اس کو مردہ نہ کہو:۔ بل احیاء ولکن لا تشعرون بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور تمہیں اس کا شعور نہیں۔ جب آپ کو شعور ہی نہیں ہے تو پھر تسلیم کر لینا چاہئے کہ آپ کی محنتوں کا پھل اگر نہ ملے تو یہ ظلم نہیں ہو رہا بلکہ اس میں بڑے غور کا مقام ہے۔ درویشوں نے فرمایا کہ جنت میں جانے والوں سے اگر یہ پوچھا جائے کہ وہ یہاں کیسے آ گئے تو بہت سارے لوگ یہ بتائیں گے کہ ہم یہاں پر اتفاق سے آ گئے ہیں کیونکہ ہماری خواہشیں پوری نہیں ہوئیں۔ یعنی کہ جو کچھ ہم نے چاہا تھا وہ پورا نہیں ہوا اور اس طرح ہم جنت میں آ گئے۔ کیونکہ جو اس نے چاہا تھا وہ نیکی نہیں تھی' اور اللہ تعالیٰ نے وہ پورا نہیں کیا۔ اس طرح وہ نیکی بن گئی ہے۔

خواہش کے پورا نہ ہونے کا نام بھی جنت ہے۔ دوزخ میں جانے والے اکثر لوگ، گناہ پورا کر کے جاتے ہیں۔ اس لئے خواہش اگر پوری نہیں ہو رہی ہے تو آپ دیکھو گے کہ عین ممکن ہے یہ اللہ کی مہربانی ہو۔ اس بات پر ضرور غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم ممکن ہے کہ تم پسند کرو ایسی چیز جو تمہارے لئے نامناسب ہو اور تم ناپسند کرو وہ جو تمہارے لئے اچھی ہو۔ گویا کہ فطرت کے بنانے والے نے یہ بتایا ہے کہ ہم وہ پسند کر سکتے ہیں جو نامناسب ہو اور جو ہمارے لئے موزوں ہو' اسے ہم ناپسند کر سکتے ہیں۔ لہٰذا پسند اور ناپسند کو نکال لیا جائے تو نتیجہ اللہ کا قرب ہی رہ جاتا ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! عام طور پر لوگ اپنی خواہش کے علاوہ کو گناہ سمجھتے ہیں یعنی کہ یہ جو میری خواہش کے خلاف بات ہو رہی ہے' یہ بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ حالانکہ اگر آپ اللہ کی مرضی کے علاوہ بات کریں تو یہ ظلم ہے۔ اگر اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی پر نثار کر دیا جائے اور پھر جو اللہ کر رہا ہے اس پر راضی رہا جائے' گلہ نہ کیا جائے اور کوئی شکایت نہ کی جائے تو پھر اس دنیا میں تکلیف کوئی نہیں ہے۔ ایک آدمی نے جا کے اپنے بزرگ سے کہا کہ میرے لئے دعا کریں کہ میری زندگی آسان ہو جائے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں بہت زندگی دے' مال دے' دولت دے' اتنی مال و دولت دے کہ چھوڑتے وقت تجھے تکلیف نہ ہو۔ اب آپ بتاؤ کہ جس مال کو چھوڑتے ہوئے تکلیف نہ ہو وہ کتنا ہونا چاہئے۔ اس کا حساب لگانا چاہئے کہ آپ کو اتنا مال مل جائے کہ چھوڑتے وقت تکلیف نہ ہو۔ میرا خیال ہے جتنا کم مال ہو گا اس قدر

آسانی ہو گی۔ مال کو چھوڑنا بہر حال ہے اور جانا ضرور ہے۔ اس لئے دعا کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں اپنے فیصلوں پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ پھر گلہ نہیں پیدا ہو گا۔ اگر اس کو اس طرح کہہ دیا جائے کہ Demand چھوڑ دو کیونکہ جس نے آپ کے مانگنے سے پہلے زندگی دی، آپ کے مانگنے سے پہلے جس نے آنکھیں دیں، مانگنے سے پہلے جس نے ماں باپ دیئے اور مانگنے سے پہلے جس نے ہر چیز دی، وہ بن مانگے ہی دیتا چلا جا رہا ہے۔ اب آپ مانگنے کا تکلف نہ کرو۔ اگر مانگنا ہی ہے تو اللہ کا فضل مانگو اور رحم مانگو۔ اللہ جو کچھ دے رہا ہے ٹھیک کر رہا ہے۔ اگر آپ تقاضا چھوڑ دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ زندگی آسان ہو جائے گی، اگر آپ شکایت کرنا بند کر دیں تو نتیجہ یہ ہو گا کہ زندگی آسان ہو جائے گی اور اگر گلہ بند کر دیں تو زندگی آسان ہو جائے گی۔ اس طرح اللہ کے فضل سے ہر شے آسانی کے ساتھ چلتی جائے گی۔ اس لئے وہ لوگ جو زندگی میں گلے کا راستہ اختیار کرتے ہیں ان کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ نتیجہ جو ہے یہ کیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر ہماری مرضی کے مطابق نتیجہ نکلنے لگ جائے تو ہمیشہ ہی نقصان ہو۔ بہتر یہ ہے کہ اللہ کی مرضی کا نتیجہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یا ایھا الانسان انک کادح اے انسان ہم نے تجھے محنت کے لئے پیدا کیا اور تو محنت ضرور کرے گا۔ لیکن محنت وہ کر جو تجھے میرے راستے کی طرف لائے۔ ورنہ تو جواری سب سے زیادہ محنت کرتا ہے اور چور بڑی محنت کرتا ہے کیونکہ انسان اندھیرے میں اپنے گھر نہیں جا سکتا اور رات کی تاریکی میں دوسرے کے گھر میں جانا بڑی ہمت کی بات ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ چوری بڑی محنت کی بات

ہے لیکن چور کا عمل کیا ہے؟ برائی۔ ہے تو برائی، لیکن بڑی محنت کا کام ہے۔ خالی محنت کوئی نتیجہ نہیں لائے گی جب تک کہ محنت اللہ کے احکام کے مطابق نہ ہو۔ اس لئے آپ اللہ کے راستے کی طرف محنت کریں ورنہ محنت آپ کو ہمیشہ غلط راستے کی طرف لے جائے گی۔ آج سے آپ یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ اللہ کے راستے کی محنت کریں گے۔ اللہ نے کہا ہے کہ تم محنت کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو اور محنت کے لئے تم مجبور ہو۔ آپ کچھ نہ کریں تب بھی محنت کرتے جائیں گے کیونکہ آپ کا ذہن چلتا رہے گا۔ خیال چلتا رہے گا، ہاتھ چلتے رہیں گے، پاؤں چلتے رہیں گے اور زبان چلتی رہے گی مگر ہر حال میں اللہ کا یہ حکم یاد رکھنا کہ "محنت کر میرے راستے کی طرف"۔ اب یہاں پر یہ دعا کریں کہ اللہ کے راستے کی طرف جانے والا کوئی آدمی آپ کو نظر آ جائے کیونکہ یہ لوگ اللہ کے راستے کے لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ نے کہا کہ انعمت علیھم یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہوا۔ اب اللہ نے بڑی خوب صورتی سے آپ کو یہ بات سمجھائی ہے کہ یہ دعا کرو کہ "اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ دکھا، اپنی راہ دکھا"۔ ساتھ ہی ایک لفظ کہا کہ "اپنی راہ" یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تیرا انعام ہوا۔ گویا کہ اللہ کی راہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اللہ کا انعام ہوا۔ وہ لوگ کون تھے؟ یہ نکتے کی بات بڑے غور سے سمجھنی چاہئے۔ جن لوگوں پر اللہ کا انعام ہوا، آپ ان کی صفات بیان کرو گے یا ذات بیان کرو گے۔ اگر میں پوچھوں کہ کیا داتا صاحبؒ انعمت علیھم میں شامل ہیں تو آپ کہیں گے کہ بالکل ہیں۔ ابھی حشر کا دن نہیں آیا یعنی نتیجے کا دن نہیں آیا لیکن کیا آپ کے خیال

میں ان لوگوں کی بخشش یقینی ہے؟ ابھی فیصلے کا وقت نہیں آیا اور آپ نے نتیجہ برآمد کر لیا کہ وہ بخشے ہوئے ہیں۔ اسی طرح عشرہ مبشرہ کے بارے میں نتیجہ آگیا۔ پیغمبروں کے بارے میں نتیجہ آگیا۔ اولیاء کرام کے بارے میں نتیجہ آگیا۔ اگر یہاں آپ ان لوگوں کے بارے میں نتیجے نکال رہے ہیں تو پھر اپنے بارے میں بھی نتیجہ نکالیں کہ آپ کا اپنی بخشش کے بارے میں کیا خیال ہے؟ آپ کو اس بارے میں یقین ہے یا اندیشہ ہے؟ اگر اندیشہ ہے تو اپنی اصلاح کرو اور اگر یقین ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو کہ آپ کو بھی وہ راستہ مل گیا جو راستہ "انعمت علیھم" کی شکل میں آ رہا ہے۔ نہیں تو کسی ایسے انسان کی تلاش کرو، ان کی صحبت تلاش کرو، ان کی معیت تلاش کرو تاکہ وہ آپ کو بھی اس راستے کی طرف لے چلے۔ حال میں تھوڑا سا مشکل لگتا ہے تو کسی ماضی والے سے رجوع کر لو، اس کی زندگی پڑھ لو، اس کے حالات پڑھ لو۔ پھر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا اور جن پر اللہ کا غضب ہوا، ان کا ساتھ نہ دو اور ان سے بچو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ محنت بھی کرو اور عذاب بھی لو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہو گا اگر آپ کی محنتیں آپ کو گمراہ نہ کریں۔ محنت وہ ہو جو آپ کو اللہ کی طرف لے جائے اور فلاح کی طرف لے جائے یعنی فوز و فلاح کی طرف لے جائے۔ محنت کرنا آپ کی فطرت ہے۔ اس لئے یہ بہت ہی آسان بات ہے کہ اللہ کے راستے کی محنت کرو اور اپنا خیال اللہ کے راستے کی طرف رکھو۔ زندگی اپنی گزارو لیکن نتیجہ اللہ پر چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔ جو نتیجے یہاں نہیں برآمد ہوتے وہاں برآمد ہو جاتے

ہیں اور اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے اچھے نتیجے نکلیں گے۔ صبر کرو، صبر کرنے والوں کا بہتر نتیجہ نکلے گا اور بہتر پھل ملے گا۔ آپ یہاں دیکھ رہے ہو ظلم ہو رہا ہے لیکن دراصل ظلم نہیں ہو رہا ہے۔ یہ اللہ کی کائنات ہے۔ درویشوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر تجھے اس کائنات میں، زمین و آسمان کی ایک دن کی ملکیت دے دی جائے اور یہ اختیار دے دیا جائے تو تُو اُس میں کیا تبدیلیاں کرے گا تو درویشوں کا جواب یہ ہے کہ ہم جوں کی توں کائنات واپس اللہ کے حوالے کر دیں گے اور اس میں اپنی مرضی سے کوئی تبدیلی نہیں کریں گے اور کوئی تبدیلی نہیں مانگیں گے۔ تو فقیر کے لئے حکم ہے کہ کائنات جیسی ہے ویسی کی ویسی اللہ کے حوالے کر دو۔ بس یہ ہے راضی ہونے کی تعریف۔ اختیار مل جائے تب بھی آپ اس کی مرضی پر چلتے جاؤ، جیسا کہ کائنات چل رہی ہے۔ پھر آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ سب کیا ہے۔ اس لئے آپ گلہ نہیں کرو۔ اس کا نتیجہ وہ جانے۔

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے جا کے پوچھا کہ یا باری تعالیٰ! فرعون کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے، اللہ میاں نے فرمایا کہ اس کو ہماری طرف Dispatch کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا پھر اس کے بعد کیا ہو گا۔ اللہ میاں نے کہا پھر تو بھی ہمارے پاس آ جانا۔ بات اتنی ساری ہے کہ پہلے اس کو بھیج دو اور بعد میں آپ خود ہی آ جاؤ۔ اس لئے کچھ لوگوں کو آپ وہاں چھوڑ کے آئے ہو، پھر چھوڑنے والے خود چلے جائیں گے اور پھر آپ کو چھوڑنے والا کوئی اور پیدا ہو جائے گا۔ قصہ اتنا سارا ہے۔ چند دن کی بات ہے اور زیادہ لمبی چوڑی کہانی نہیں ہے۔ کامیابی بھی چلی

جائے گی اور ناکامی بھی چلی جائے گی، سکھ والا بھی چلا جائے گا اور دکھ والا بھی چلا جائے گا۔ راضی رہنے والا جو ہے وہ کسی نتیجے پر ضرور پہنچ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے فیصلوں پر راضی ہو گئے، اللہ ان پر راضی ہو گیا۔ ان لوگوں کے لئے کہا گیا ہے کہ رضی اللہ عنهم و رضوا عنه یعنی اللہ ان پر راضی ہو گیا اور وہ اللہ پر راضی ہو گئے۔ جن لوگوں پر اللہ راضی نہیں ہوتا ان کو اپنے پر راضی نہیں ہونے دیتا۔ یہ راز کی بات ہے۔ جو لوگ اللہ پر راضی ہیں، یہ کون لوگ ہیں؟ جن پر اللہ راضی ہے۔ آپ اپنے دل میں سوچو کہ کیا آپ اللہ کے فیصلوں پر راضی ہو۔ اگر آپ راضی ہو تو سمجھ لو کہ اللہ آپ پر راضی ہے۔ اگر آپ اللہ کی رضا چاہتے ہیں تو اللہ پر راضی رہنا شروع کر دیں۔ یہ راضی ہونے کی ابتداء ہے۔ اس کا نتیجہ، وہ بہتر جانے۔ اگر اس نے غریب رکھا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ امیری غریبی کو برابر کر دے اور سارے ہی برابر ہو جائیں۔ پتہ ہے پھر گلہ کیا ہو گا، ایک آدمی گلہ کرے گا کہ یا رب العالمین امیری غریبی تو برابر ہو گئی، مگر تو نے فلاں شخص کو زیادہ خوب صورت بنایا۔ اب یہ کیسے تقسیم کرو گے یعنی خوب صورتی اور بد صورتی۔ یہ کہاں سے تقسیم کرو گے کہ سب کا دماغ برابر ہو جائے۔ یہ بات کیسے واضح کرو گے کہ ایک پیغمبر ہے اور دوسرا امتی ہے اور ان میں بڑا فرق ہے۔ آپؐ کا نام مبارک ہے اور ہمارا ایمان ہے۔ اللہ اپنے فرشتوں سمیت ایک نام پر درود ہی بھیجتا جا رہا ہے۔ ساری کائنات ہی نام لئے جا رہی ہے۔ اب یہ نام پیدائشی طور پر مبارک ہے، اور یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ اس لئے اس بات پر غور

کرنا چاہیئے کہ غریبی امیری برابر ہو سکتی ہے لیکن یہ علیحدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو سرفراز فرمائے۔ یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ اللہ نے کہا ہے کہ یہ تخلیق میری ہے اور میں جس کو جو چاہتا ہوں' بناتا ہوں اور جس کو جو مقام دینا چاہتا ہوں' وہ میں دیتا ہوں۔ مقامات تعارف کرانے کے محتاج نہیں ہوتے۔ جس کو اللہ نے گلا دیا ہو اور کوئی سننے والا نہ ہو تو وہ جنگل میں گانا شروع کر دے گا۔ Talent یعنی خوبی ضرور باہر آجاتی ہے۔ اللہ کی طرف سے دی گئی خوبیاں چھپتی نہیں ہیں۔ آپ بالکل صبر کے ساتھ چلتے جاؤ' جوہر آپ کی خاک میں ہے' وہ ظاہر ہو کے رہے گا اور جو آدمی ذرا گمراہ ہو جائے تو اس کے پیچھے ماں باپ کی دعا ہو گی یا دادا کی دعا ہو گی تو اخیر اس کی گستاخ پیشانی ضرور سجدے میں آئے گی۔ آئے گی ضرور۔ صبر کرو اور گلہ چھوڑ دو۔ راضی ہونے سے حالات نہیں بدلتے مگر حالت مکمل طور پر بدل جاتی ہے یعنی کہ راضی رہنے والے کے لئے غریبی وہی ہے لیکن آدمی مطمئن ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے جو کچھ ہے' ٹھیک ہے اور ہم نے قبول کیا۔

جے دکھ دے کے راضی رہندے تے سکھ دکھاں توں وارے

دکھ قبول محمد بخشا تے راضی رہن پیارے

اگر اللہ راضی ہوتا ہے تو دکھ بھی قبول کر لینا' بشرطیکہ وہ راضی ہو جائے۔ راضی رکھنے کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ دکھ کا سجدہ' سکھ کے سجدوں سے بہت قیمتی ہے۔ وہ دکھ جس نے آپ کی آنکھوں میں آنسو دیئے' اس کا شکریہ ادا کرو کیونکہ یہ نصیب کا تحفہ ہے اور کبھی کبھی ملتا

ہے۔ جس آنکھ میں آنسو آ گئے تو یہ آنسو قرب حق کا Short Cut راستہ ہیں۔ وہ چیز جو آپ کی آنکھوں میں آنسو لا رہی ہے' بعد میں آپ اس چیز کی قدر کرو گے اور کہو گے کہ تم نے کمال کر دیا اور مجھے نیا راستہ دکھا دیا۔ نیا راستہ یعنی اللہ کے قرب کا راستہ۔ اس لئے ناکامیاں بڑی قیمتی شے ہوتی ہیں۔ ان کا شکر ادا کیا کرو کہ یہ اللہ کے قریب کر دیتی ہیں' ناکامی بھی' دکھ بھی' پریشانی بھی' حالات کا تذبذب بھی' یعنی ہر وہ چیز جو تمہیں اللہ کے راستے میں جھکا دے اس کا شکر ادا کرو۔ اس طرح آسانی ہو جائے گی۔ محنت ضائع نہیں ہوتی بلکہ نتیجہ لاتی ہے' بعض اوقات نتیجہ آپ کو نظر آتا ہے اور بعض اوقات نظر نہیں آتا اور ایک اور طرح سے رنگ لاتا ہے۔ اس لئے آپ ہمت قائم رکھو۔

سوال :۔

موت کا ایک دن مقرر ہے تو پھر بیماری کا علاج کرانے کی کیا ضرورت ہے اور ایسی صورت میں دعا کی کیا اہمیت ہے اور ہمیں اس زندگی میں کیا دعا کرنی چاہیئے؟

جواب :۔

دیکھو علاج یا فارمولا' اس کو ہم بند نہیں کر رہے۔ ہم ایک بات سمجھا رہے ہیں کہ بیماری کے لئے جو علاج مقرر ہیں وہ کرو۔ میں کہتا ہوں گلہ نہ کرو۔ بیماری کا علاج کرو اور ڈاکٹر کے پاس جاؤ۔ بیماری جو ہے یہ موت کا ذریعہ ہو سکتی ہے یا تشویش کا باعث ہو سکتی ہے۔ اگر تو بیماری موت کا ذریعہ ہے تو موت بیماری کے بغیر بھی آ جاتی ہے۔ یہ سارے اللہ

تعالیٰ کے کام ہیں۔ مریض بھی چلے جاتے ہیں اور ڈاکٹر بھی چلے جاتے ہیں اور ان کا ذکر کرنے والے بھی چلے جاتے ہیں۔

کتنے باغ جہان میں لگ لگ سوکھ گئے

کوئی نام نشان نہیں رہ جاتا اور بستیاں کی بستیاں غائب ہو جاتی ہیں۔ لیکن جس آدمی کو بیماری ہے وہ اپنے رائج الوقت علاج کی طرف رجوع کرے۔ لیکن یہ یاد رکھے کہ دوائی جو ہے یہ شفا نہیں ہے۔ شفا اللہ کا امر ہے۔ خوراک طاقت نہیں ہے' طاقت کے لئے خوراک کھانا ضروری ہے' لیکن طاقت صرف اس کا امر ہے۔ تو بیماری کے لئے دوا کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ مگر شفا اس کے امر سے ہے۔ جس کو بیماری ہے وہ تسلیم کرے اور بیماری کے دوران اللہ تعالیٰ کو یاد رکھے۔ اللہ کی یاد جو ہے یہ بیماری کو کم کر دے گی۔ اللہ کی یاد جو ہے یہ بیماری میں ایک نیا رخ پیدا کر دے گی اور علاج بھی جاری رہے گا۔ اگر شفا کے لئے امر الٰہی نہیں تو علاج نے کچھ نہیں کرنا۔ اگر امر ہے تو علاج کا جو نسخہ ہے وہ ٹھیک کارگر ہو جائے گا۔ اس کے لئے دعا کی جائے۔ بیماری کے بارے کہتے ہیں کہ جس ماں کا بچہ بیمار ہو اسے خدا کا راستہ بتایا نہ کرو۔ اسے خود پتہ ہوتا ہے۔ یعنی ماں کا بچہ بیمار ہو جائے تو وہ خدا کا راستہ ڈھونڈ لیتی ہے کہ خدا کہاں ہے اور خدا کی بات اس کے دل میں خود پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ کو چاہنے والے اور آپ کو بیماری سے نجات دلانے والے' کسی اور دل میں اگر دعا پیدا ہو گئی تو اللہ شفا دے گا۔ آپ بیماری میں خیرات کیا کرو۔ بیماری عام طور پر دل کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ پہلے روح بیمار ہوتی ہے' پھر جسم بیمار ہوتا ہے۔ لہٰذا بیماری میں

خیرات کرو، بیماری میں عبادت کرو، بیماری کے دوران جائزہ لو کہ کچھ ایسے لوگ تو نہیں ہیں جنہیں آپ نے معاف نہیں کیا۔ اگر کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے آپ کے ساتھ ظلم کیا تو انہیں معاف کر دو۔ تب آسانی ہو جائے گی اور جو آپ پر ناراض ہے اس سے معافی مانگ لو چاہے غلطی اسی کی ہے اور جو زیادتی کر گیا اور جس پر آپ ناراض ہوں، اسے بھی معاف کر دیں۔ لوگوں کو غلطیوں کی سزا دینا بند کر دو۔ اس طرح بیماری کم ہو جائے گی۔ بیمار آدمی اگر لوگوں کے سلوک اور Behaviour کو گنتا جائے تو بیماریوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ اور اگر بیمار آدمی صرف اللہ کی طرف رجوع کرے تو بیماری دور ہو جائے گی۔ لوگوں کا گلہ بیماری میں اضافہ کرتا ہے۔ موت سے اللہ کا حکم ہی بچا سکتا ہے اور موت سے بچنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ موت سے کوئی بچ سکتا ہی نہیں۔ بے شک اس میں بچنے والی بات ہی کوئی نہیں ہے۔ کہتے ہیں سانپ کے بارے میں کسی نے پوچھا کہ یہ سانپ کیا ہے؟ تو جواب ملا کہ سانپ کچھ بھی نہیں ہے، اگر تو مارنے کے لئے ڈستا ہے تو سانپ کا نام ہے عزرائیل۔ اور اگر اس کے ڈسنے سے مرنا نہیں ہے تو یہ مشغلہ ہے، کھیل ہے۔ اگر ڈسنے سے مارتا نہیں ہے تو پھر سانپ کیا ہے۔ ایک درویش فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، دیکھتے ہیں کہ ادھر سے ایک موٹا اور کالا بچھو بھاگا دوڑا آیا۔ میں نے دیکھا کہ جہاں میں بیٹھا تھا وہاں وہ بچھو دریا کے کنارے آ کر رک گیا، جیسے کسی چیز کا انتظار کر رہا ہو۔ پھر ایک لکڑی تیرتی ہوئی آئی، دریا کے کنارے وہ لکڑی آ کے رک گئی، بچھو اس کے اوپر سوار ہوا اور لکڑی دریا کے بیچ چل پڑی۔ وہ درویش بھی پیچھے پیچھے

Swimming کرتے ہوئے چل پڑے تاکہ دیکھیں کہ قصہ کیا ہے۔ دوسرے کنارے پر لکڑی رکی اور بچھو اترا۔ وہ درویش بھی ساتھ ساتھ چلتے گئے۔ بچھو ایک طرف پھر تیزی سے چل پڑا۔ وہ بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ آگے جا کے دیکھا کہ عجیب منظر ہے۔ ایک آدمی درخت کے نیچے سویا ہؤا ہے اور بچھو اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ درویش نے سوچا کہ مجھے اس کھیل میں دخل نہیں دینا چاہئے کیونکہ بچھو لکڑی کے ذریعے آ رہا ہے اور بڑے حساب کتاب سے آ رہا ہے۔ آگے جا کے دیکھا کہ ایک سانپ اس آدمی کو ڈسنے کے قریب ہے۔ سانپ ڈسنا ہی چاہتا تھا کہ بچھو پہنچ گیا اور اس نے سانپ کو ڈسا۔ سانپ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ بچھو جس رفتار سے آیا تھا اسی رفتار سے واپس چلا گیا۔ درویش نے اس آدمی کو جگایا۔ سوچنے لگے کہ یہ شخص اولیاء کرام میں سے کوئی بندہ لگتا ہے اور بہت نیک آدمی ہو گا۔ پھر انہوں نے کہا بابا جی' حضور جی' آپ کون صاحب ہیں' آپ بڑے برگزیدہ' مومن اور ولی لگتے ہیں کیونکہ اللہ نے اس طرح آپ کی حفاظت کی ہے۔ وہ شخص اٹھ گیا اور کہنے لگا کیا کہے جا رہے ہو۔ درویش نے کہا آپ تو ولی لگتے ہیں' میرے لئے دعا کریں۔ اس شخص نے کہا ولی کیا ہوتا ہے؟ میں تو مسلمان بھی نہیں ہوں۔ میں خدا کو بھی نہیں مانتا۔ درویش نے کہا تم خدا کو نہیں مانتے اور میں نے خدا کو تیرے ساتھ دیکھا ہے۔ پھر اسے بتایا کہ تیرے ساتھ تو یہ واقعہ ہوا ہے۔ جب اس نے سب سنا تو وہ آدمی کلمہ پڑھنے لگ گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں کہ بعض اوقات نہ ماننے والوں کے ساتھ منوانے والا کھیل کر جاتا ہے۔ اس لئے اس کے رنگ بڑے عجیب و

غریب ہیں۔ اس لئے کبھی ان باتوں سے گھبرانا نہیں کہ وہ کیا کھیل کر رہا ہے اور اس کے بڑے عجیب و غریب واقعات ہوتے ہیں۔ ایک بات پر بڑی احتیاط کرو اور غور کرو کہ وہ شخص جس نے اپنے سے زیادہ کسی کو ایسا دانا نہیں مانا کہ اس کی ہر بات کو بغیر تحقیق کئے ہوئے تسلیم کر لے تو اس آدمی پر Wisdom یا دانائی نازل نہیں ہو سکتی۔ یعنی وہ شخص جس نے اپنے سے زیادہ کسی کو اتنا دانا نہیں مانا کہ اس کی ہر بات کو بغیر دلیل کے مان لے، جب تک زندگی میں آپ ایسا بندہ قبول نہیں کرو گے، آپ اپنے آپ کو گمراہ کرتے رہو گے۔ آپ اپنے ذہن کی گرفت میں رہو گے، اپنے نفس کی گرفت میں ہو گے اور سخت پریشانی کی گرفت میں ہو گے۔ اس بات کو سمجھنا آسان کام ہے، کھیلنے والا نہیں جانتا کہ وہ کہاں فاؤل کھیل گیا۔ ریفری جب سیٹی بجاتا ہے تب بات معلوم ہوتی ہے۔ اپنے آپ پر کوئی نگران بنا لو، اپنی بات پر کسی اور کا حکم مان لو اور زندہ انسانوں میں سے کسی کی بات ماننے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس طرح کہ آپ اس کی بات بلکہ ہر بات مانیں اور جہاں گوارا نہیں تب بھی مانیں۔ پھر آپ کے لئے زندگی آسان ہو جائے گی اور آپ پر اللہ کا فضل جاری ہو جائے گا۔ اللہ کا فضل کسی کی اطاعت میں آتا ہے ورنہ تو نفس کی اطاعت ہو گی اور ذہن کی اطاعت ہو گی۔ اسلام نے بڑی شاندار بات کی۔ ہم جو صداقت بولتے ہیں، اس کا جو بھی رنگ ہے، وہ ہم ثابت کر سکتے ہیں۔ کوئی شخص جہاں رہتا ہے، اسے ثابت کر سکتے ہیں۔ اسلام نے جو صداقت پیش کی ہے وہ ایسی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ مثلاً" یہ کہا گیا کہ خدا ہے، اس کا ثبوت کیا ہے؟ چونکہ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا

ہے' آپؐ ہمیشہ ہی ہر بات صحیح فرماتے ہیں' لہٰذا یہ ہمارے لئے ثبوت ہے لیکن اگر ہم ثابت کرنے لگ جائیں تو ثابت نہیں کر سکتے۔ اگر ہم کہیں کہ خداوند تعالیٰ زندگی دینے والا ہے تو نہ ماننے والا آگے سے اعتراض کرنا شروع کر دے گا کہ پھر زندگی لینے والا کون ہے؟ ماننے والا کہتا ہے کہ زندگی دینے اور لینے والا بھی خدا ہے' وہ اول بھی ہے' آخر بھی ہے۔ وہ قہار بھی ہے' رحمن بھی ہے۔ نہ ماننے والا کہے گا کہ یہ سب کیا ہے؟ ماننے والا کہے گا کہ میں نے یقین کر لیا ہے اب ثبوت کی کوئی بات نہیں۔ اسلام نے کہا کہ مرنے کے بعد ایک زندگی ہے مگر اس کا ثبوت نہیں ہے۔ پھر ایک انصاف کا دن ہو گا' "یوم الحساب" ہو گا لیکن ثبوت نہیں ہے۔ چونکہ یہ وہ صداقتیں ہیں جن پر اگر ایمان نہ ہو تو آپ کو یقین نہیں آ سکتا۔ لہٰذا ایمان کو تقویت دینے کے لئے اطاعت کا راستہ اختیار کرو۔ ورنہ تحقیق کا راستہ یہاں نہیں چل سکتا۔ مثلاً" مرنے کے بعد ایک واقعہ رونما ہوتا ہے اور نہ ماننے والا کہتا ہے کہ ثبوت کیا ہے؟ اسے کہو کہ ثبوت تو تمہیں اپنی اس زندگی کا نہیں مل رہا' مرنے کے بعد کا ثبوت کیسے ملے گا۔ تو یہ ماننے کی بات ہے۔ ایمان دراصل اعتماد شخصیت کا نام ہے اور وہ شخصیت آپ کے علاوہ ہونی چاہئے۔ تو ایمان دراصل شخصیت پر اعتماد کا نام ہے مثلاً" آپؐ نے جو فرمایا اس پر ہمیں اعتماد ہے کہ یہ بات ہمارے رسول کریم ﷺ نے فرمائی ہے' لہٰذا اس پر مکمل ایمان ہے۔ تو اعتماد ذات کو ایمان کہتے ہیں اور جس کو ذات پر اعتماد نہیں ہے' اس کا ایمان ہی نامکمل ہے۔ لہٰذا اسلام ذات کے ذریعے پرورش پائے گا۔ آج چونکہ لوگوں کے درمیان ذات کوئی نہیں رہ گئی

ہے' لوگ آپس میں زبردستی کرتے رہتے ہیں اور اپنی عقل سے بات چلاتے رہتے ہیں تو نتیجہ یہ ہے کہ پریشانی ہوتی جا رہی ہے' اس لئے کچھ سمجھ نہیں آتا۔ آپ کسی نہ کسی بات پر' کسی نہ کسی ذات پر ایمان رکھو اور اعتقاد رکھو۔ پھر آپ کے لئے ہر بات آسان ہو جائے گی اور صحت بھی آسان ہو جائے گی' شرط یہ ہے کہ سفر ایک سمت میں ہو۔ کبھی آپ نے دیکھا کہ کسی کا بیٹا جدا ہو جائے' کسی دور کے علاقے میں چلا جائے' اگر اس آدمی کی طبیعت ناساز ہو اور آپ اسے کہو کہ آج تجھے تیرا بچھڑا ہوا بیٹا بارہ سال کے بعد ملنے والا ہے' تو وہ ناسازی طبع بھول جائے گا۔ مطلب کیا ہوا؟ شوق جب پیدا ہو جائے تو ناسازی طبع نکل جاتی ہے۔ تو ناسازی طبع شوق کی کمی کا نام ہے۔ شوق اگر ہو جائے تو ناسازی طبع نہیں رہتی۔ تو آج کے مسلمان کے اندر سے شوق نکل گیا ہے۔ عبادت تو موجود ہے لیکن شوق نکل گیا ہے۔ عبادت جاری ہے لیکن شوق نہیں ہے۔

لبھاتا ہے دل کو کلام خطیب
مگر لذت شوق سے بے نصیب

شوق والی بات ختم ہو گئی ہے' اس لئے بیماری' خیال' فکر اور اندیشے بڑھتے جا رہے ہیں۔

اندیشہ کیا ہے؟ اندیشے کی کہانی سن لو۔ ایک دفعہ کسی علاقے میں جنگ کا زمانہ تھا۔ Bombardment کا خطرہ تھا۔ دو آدمی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک آدمی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ دوسرا ذرا تقویت میں تھا۔ جو تقویت میں تھا وہ اس سے کہتا ہے کہ اس میں ڈرنے

والی بات کیا ہے، یا تو حملہ ہو گا یا حملہ نہیں ہو گا، اگر حملہ ہوا تو کس بات کا ڈر، اگر ہوا تو پھر دو باتیں ہو سکتی ہیں، یا بم قریب گرے گا یا دور گرے گا۔ اگر دور گرا تو فکر کی بات کوئی نہیں ہے، قریب گرا تو پھر دو باتیں ہو سکتی ہیں، یا بم پھٹے گا یا نہیں پھٹے گا۔ اگر نہ پھٹا تو فکر نہیں ہے، پھٹ گیا تو پھر دو باتیں ہو سکتی ہیں، یا ہم زخمی ہوں گے یا ہم زخمی نہیں ہوں گے، اگر ہم زخمی نہ ہوئے تو پھر فکر کی بات نہیں، اگر زخمی ہوئے تو دو باتیں ہیں، یا ہم بچ جائیں گے یا نہیں بچیں گے، اگر تو بچ گئے تو پھر فکر کی بات کوئی نہیں ہے۔ اگر ہم نہیں بچے تو پھر باقی بھی نہیں بچیں گے۔ فکر کی کیا بات ہے، آخر تو سب نے چلے جانا ہے، پھر ہم بھی چلے جائیں گے۔ تو فکر کس بات کی، روتا کیوں ہے۔ قبل از وقت کیوں ڈرتا ہے۔ اگر تو جانے کا ڈر ہے تو جانا ضروری ہے۔ اب ڈر کس بات کا۔ یہ جو تو ڈر رہا ہے بے سبب ڈر رہا ہے۔ آپ کو صرف ایک بات کا اندیشہ ہے، موت کا بھی ڈر نہیں ہے، انسان کو موت کا ڈر نہیں ہے، خدا کا ڈر نہیں ہے بلکہ آج کے انسان کو غریب ہونے کا ڈر ہے۔ یہ ڈر جو ہے، یہ ایمان کے خلاف ہے۔ اگر یمان مضبوط ہو گیا تو پتہ چلے گا کہ پیسے کے اندر ایمان نہیں ہے۔ جس حال میں وہ رکھ رہا ہے، وہ ٹھیک ہے۔ غریبی جو ہے اس کا ڈر نکال دیا جائے۔ خدا کا خوف کیا جائے تو غریبی کا ڈر نکل جاتا ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رضیا قسمت جبار فینا ہم راضی ہیں جبار کی تقسیم کردہ قسمت پر۔ لنا العلم و جھال مال ہمارے لئے علم ہے اور جاہلوں کے لئے مال ہے۔ مال جہالت ہے اور آگہی جو ہے وہ اللہ کا قرب ہے۔ اس لئے دعا کیا کرو کہ مال سے بچ جاؤ اور آگہی کا علم حاصل کرو،

اس کے قرب کا علم حاصل کرو۔ اپنے عزیزوں کو اور اپنے پسندیدہ لوگوں کو اللہ اکثر مال میں کمی دیتا رہتا ہے۔ مال میں کمی دیتا ہے اور خود ساتھ آ جاتا ہے' مال دیتا ہے اور آپ ساتھ نہیں ہوتا۔ کیا خیال ہے کیا ہونا چاہئے پھر؟ بہتر ہے کہ اس کا اپنا آنا جانا رہے۔ اس لئے وہ غریبوں میں رہتا ہے۔ لیکن وہ غریبی جو مایوس ہے وہ کفر کی طرف نکل جائے گی۔ وہ غریبی جو پر امید ہے' اللہ کے قریب ہے۔ پھر کوئی بیماری نہیں رہتی اور کوئی پریشانی نہیں رہتی۔ یہ دیکھو کہ آپ اللہ سے دور ہو کہ قریب ہو اور وہ مائل بہ کرم ہے کہ مائل بہ ستم ہے۔ اگر اللہ سے بے تعلّق ہو جاؤ تو پھر کیا بات بنی کہ اس نے تمہیں دور کر دیا اور پیسے میں لگا دیا۔ یہ دوری ہے اور حجاب ہے۔ عام طور پر کسی نے حج کرنا ہو تو اپنے پیر صاحب سے دعا کراتے ہیں کہ کاروبار بن جائے اور مال جمع ہو جائے تاکہ حج پہ جا سکیں' پھر جب مال بن گیا' اب اس سے پوچھتے ہیں تو حج پہ نہیں جاتا تو وہ کہتا ہے کہ کاروبار سے وقت نہیں ملتا' بڑی مصروفیت ہوتی ہے۔ اس شخص کے پاس پیسے بہت ہیں لیکن اب وقت نہیں مل رہا۔ جب وقت تھا تو مال نہیں تھا' اب مال ہے تو وقت نہیں۔ یہ آزمائشیں ہیں۔ تو دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں تو وہ راستہ دے جو تیری طرف جاتا ہو اور اپنے اس راستے پر چلا' تیرا راستہ وہی ہے جو تیرے انعام یافتگان کا راستہ ہے اور تیرے انعام یافتگان ماضی میں بھی تھے اور حال میں بھی ہوں گے۔ ایسے لوگ کہیں نہ کہیں ہوں گے۔ ان کی تلاش کرو' ان کو ڈھونڈو تاکہ وہ لوگ تمہاری زندگی کی اصلاح کریں۔ یہ ضروری بات ہے۔ اور بولو آپ بولو' کوئی اور سوال پوچھو ————

سوال :۔

آج کل کوئی شخص ہر پہلو سے نیکی کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن لوگ اسے نیکی نہیں کرنے دیتے بلکہ اسے تکلیف پہنچاتے ہیں' ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟

جواب :۔

نیکی کی راہ سادہ سی راہ ہے۔ یہ Competition کی راہ نہیں ہے۔ مقابلے کی راہ نہیں ہے۔ نیکی کی راہ اس طرح ہے جیسے دریا کی راہ ہے۔ دریا کے راستے میں اگر پہاڑ آ جائے تو دامن بچاتا ہوا چل پڑتا ہے۔ میدان آ جائے تو چوڑا ہو کے چل پڑتا ہے۔ دریا سے کسی نے پوچھا کہ تو نے کہاں جانا ہے تو اس نے کہا کہ میں نے سمندر کے پاس جانا ہے۔ کہتا ہے کوئی نقشہ ہے تیرے پاس؟ دریا بولا نقشہ کوئی نہیں ہے' میرے پاس روانی ہے۔ کیا ہے؟ روانی ہے۔ نیکی جو ہے یہ اللہ کی طرف جانا چاہتی ہے اور اس کے پاس صرف روانی ہے۔ نیکی کو راستے کی پرواہ نہیں ہے۔ تم صرف چل پڑو' نیکی کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ جہاں راستہ رکے گا یہ دوسری طرف چل پڑے گی۔ آپ اپنے سوال میں کس Competition کی بات کر رہے ہیں اور مقابلے کی بات کر رہے ہیں۔ جس کے کان نیکی کی بات سنتے نہیں ہیں تم اس کو چھوڑ دو۔ ختم اللہ علٰی قلوبھم " اللہ نے ان کے دل پہ مہر لگا دی ہے "۔ اس کو چھوڑ دو اور بحث نہ کرو' لوگوں کو شرمندہ نہ کرو۔ جب تک تمہیں اپنی عاقبت کا یقین نہ ہو کسی کی عاقبت کو غلط نہ کہو۔ آج کا مسلمان اس وجہ سے

پریشان ہو گیا ہے کہ وہ دوسروں کو کہتا ہے تم دوزخ میں جاؤ گے اور اس کو یہ یقین نہیں کہ اس کی اپنی جنت Clear ہے۔ جب تک تمہاری اپنی جنت Clear نہ ہو جائے' لوگوں کو دوزخ سے بچانے کی بات چھوڑو۔ پہلے اپنی اصلاح کر لو۔ سب سے بڑی نیکی یہ ہے۔ پھر دوسروں کو بغیر تعلّق کے نیکی کی تلقین نہ کرو۔ کیا کہا؟ بغیر تعلّق کے نیکی کی بات نہ کرو۔ مثلاً" ایک آدمی بھاگا دوڑا جا رہا ہے' بچے کی دوائی لئے جا رہا ہے اور تبلیغ والا اسے کہتا ہے کہ ٹھہر جا بھائی کلمہ پڑھ کے جا۔ ایسے شخص کو پہلے دوائی دو۔ آپ اس کو ایمان میں تو شریک کرتے ہیں' دین میں شریک کرتے ہیں لیکن اپنے مال میں شریک نہیں کرتے۔ جھوٹ تو یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ اگر یہ نیک لوگ غریبوں کو اپنے مال میں شریک کریں تو آدھی سے زیادہ نیکی پیدا ہو جائے گی۔ ایسا مبلّغ کہتا ہے جنت میں تو تجھے شریک کریں گے لیکن مال میں شریک نہیں کرتے۔ اس لئے نیکی ایک بناوٹ بن گئی ہے' نقل بن گئی ہے۔ ورنہ نیکی کا راستہ روکتا کوئی نہیں ہے۔ جو نہ سنے اس کے لئے دعا کرو۔ پھر اس کو بھی راستہ مل جائے گا۔ جو جتنی بات سن سکتا ہے اس سے اتنی بات کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اصلاح کرو' دعا دو اور مال دو۔ اتنی بات بتاؤ جتنا تعلق ہے۔ بغیر تعلّق کے تبلیغ نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ بے تعلّق تبلیغ ہوتی جا رہی ہے اور مسلمان مسلمانوں کو مسلمان بناتے جا رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ لین دین صحیح نہیں ہے' جذبہ صحیح نہیں ہے' اور تبلیغ جاری ہے۔ فٹا فٹ ارشادات سنائے جا رہے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ایک دوسرے کی Help کریں اور ان کو اپنے راستے کے تعلّق کے ساتھ ہی لے چلیں۔'

نیکی کبھی نہیں رکتی۔ نیکی آپ کا نام ہے اور یہ نہیں رکتی ہے۔ دوسرا اگر نہیں سنتا تو اس کو آرام سے سناؤ۔ آپ نیکی کا حکم نہ دو' اس کو صرف بتا دو وما علینا الاالبلاغ کہ ہم نے یہ بتانا ہے۔ بتا دیا' اب کافی ہو گئی بات ----اور سوال پوچھو!----

سوال:۔

ربہ انی معلوب یہ وظیفہ ہے' اس کے بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب:۔

اس میں وضاحت کی کوئی بات نہیں ہے۔ لوگ عام طور پر یہ وظیفہ بتاتے ہیں۔ میرے حساب سے یہ وظیفہ نہ ہی کیا کرو۔ وظیفہ صرف شکر کا کیا کرو کہ یا رب العالمین تیرا شکر ہے۔ جب کوئی وقت ہو تو "الحمد للہ" پڑھنا شروع کر دیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تکلیف دور کر دے گا۔ اللہ سے عرض کرو کہ میں مغلوب ہوں' اب مجھے نصرت عطا فرمائی جائے اور آسانی عطا فرمائی جائے۔ دراصل مغلوب ہونا بھی ایک گلہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کی مہربانی مانگنا ہی کافی ہے۔ الحمد للہ کو وظیفے کی شکل میں کیا کرو۔ آپ کے ماں باپ زندہ ہیں تو ان کی خدمت کرو۔ ان کی دعا آپ کے لئے کافی ہے۔ اولاد کا خیال رکھا کرو' گھر والوں کا خیال رکھو۔ تو اپنے آپ کو مغلوب کہنے سے Avoid کرو اور اللہ کا شکر کیا کرو۔

سوال:۔

ہم خود ٹھیک رہنا چاہتے ہیں لیکن لوگ مشتعل کر دیتے ہیں۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟

جواب:۔

مشتعل نفس ہوتا ہے۔ جہاں نفس نہیں ہو گا' اشتعال نہیں ہو گا۔ ایک آدمی کہتا ہے اس نے مجھے گدھا کہہ دیا' جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ گدھا نہیں تو مشتعل کون ہوا؟ نفس۔ آپ کی روح کو بھی اشتعال نہیں آتا۔ نفس کو اشتعال آتا ہے۔ غصہ نفس کی بات ہے۔ یہ جو نفرت ہے' یہ بھی نفس کی بات ہے۔ کوئی شخص بائیبل ہی کی ایک بات سمجھ لے۔

No man can ever be insulted by the action of others یعنی کسی آدمی کی دوسرے کے عمل سے توہین نہیں ہو سکتی۔ گالی دینا دوسرے کا عمل' آپ کا عمل نہیں ہے۔ اس نے گالی دی ہے تو آپ کی عزت میں کیا فرق پڑ گیا۔ کہتا ہے "اس نے مجھے مشتعل کر دیا"۔ تو آپ مشتعل نہ ہوں۔ مشتعل وہ شخص ہوتا ہے جو کسی کا حکم نہیں مانتا۔ ایک آدمی اگر اپنے مالک کو پہچانتا ہے تو غیر مالک کی بات پر مشتعل نہ ہو۔ اس کی ایک خاص مثال سنو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کافر کو زیر کر لیا تو اس نے گستاخی کی۔ آپ نے اسے فوراً چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا کہ جب آپ نے زیر کر لیا تھا تو پھر تو ختم کر دینا تھا۔ آپ نے فرمایا بات یہ ہے کہ میں نے اللہ کے لئے اس کو زیر کیا تھا اور میں اس کو ضرور مار دیتا لیکن جب اس نے میرے ساتھ گستاخی کی تو مجھے ذاتی غصہ آ

گیا۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اللہ کے کام میں ذاتی غصے کو شامل کروں۔ تو اس لئے ذاتی انا کی بات نہیں ہے اور ذاتی غصے کی بات نہیں ہے۔ آپ اپنی ذات Clear نہیں کرتے اور اللہ کی لاٹھی لے کر چل پڑتے ہو۔ اللہ کی لاٹھی آپ کے ہاتھ میں آ جاتی ہے۔ یعنی آپ اللہ کی راہ پر چلتے ہو' اللہ کا پیغام دینے چلے ہو' پیغام کسی شخص کو دینا ہے اور فیصلہ یہ ہے کہ ان کو ضرور دینا ہے۔ راستے میں کوئی شخص کہتا ہے کہ تم بے وقوف آدمی ہو' کہاں چلے ہو' تو آپ وہیں پر لڑائی شروع کر دیتے ہو اور پیغام ادھورا رہ جاتا ہے۔ اگر ایک آدمی نے لندن جانا ہے اور شام چار بجے فلائٹ ہے اور پورے ٹائم پہ گھر سے نکلا۔ فرض کریں راستے میں کسی کے ساتھ اس کا جھگڑا ہو گیا' اگر تو اس نے لندن جانا ہے تو پتہ ہے کیا کہے گا؟ "بھئی اس وقت معافی دے دو' غلطی میری ہے۔ چاہے غلطی تیری ہے تب بھی میری ہے کیونکہ میں نے جانا ہے اور جھگڑے میں فلائٹ نکل جائے گی"۔ جس نے لندن جانا نہیں وہ کہتا ہے میں تیرے ساتھ فیصلہ کروں گا' لندن کا لندن دیکھا جائے گا۔ ایسا شخص کبھی سفر پر نہیں جائے گا۔ دور جانے والے قریب قریب کے جھگڑے نہیں کرتے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! جن لوگوں نے واٹر لو کی جنگ لڑنی ہوتی ہے یعنی زندگی کے اندر Battle of Waterloo لڑنی ہو وہ گلی میں نہیں لڑتے۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ لڑائی کریں گے ضرور' لیکن ہم دور جا کے لڑیں گے۔ اس لئے چھوٹے موٹے جھگڑے کس بات کے۔ تمہارا ہمارا جھگڑا ہو گا لیکن جنگ میں ہو گا اور وہ عظیم میدان جنگ ہو گا۔ اس لئے آپ یاد رکھو واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما یعنی جب آپ کا سامنا

جاہل سے ہو جائے تو اسے سلام کر کے وہاں سے ہٹ جاؤ۔ ایک مرتبہ ایک آدمی نے دیکھا کہ ایک شخص دوڑتا جا رہا ہے۔ اس آدمی نے غور سے دیکھا کہ یہ شخص میرا جانا پہچانا ہے۔ اسے شک پڑا کہ یہ تو عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہ آدمی پیچھے بھاگا۔ دیکھا کہ ہیں تو عیسیٰ علیہ السلامؑ اس نے پوچھا سرکار آپ عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں؟ تو آپ کیوں بھاگتے جا رہے ہیں؟ کہتے ہیں ہاں ڈر کے مارے بھاگ رہا ہوں۔ اس نے کہا آپ تو بیماروں کو شفا دیتے ہیں اور مردہ زندہ کرتے ہیں' آپ کیوں ڈر رہے ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ دیکھو پیچھے ایک احمق آ رہا ہے۔ اس آدمی نے کہا کیا اس کا علاج کوئی نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا احمق کا علاج کوئی نہیں ہے کیونکہ یہ بیماری نہیں بلکہ یہ عذاب الٰہی ہے۔ اگر آپ احمق کا علاج کرنے لگے ہو تو دراصل خود بڑے احمق ہو۔ احمق آ جائے تو ففروا الی اللّٰہ: اللہ کی طرف فرار کر جاؤ۔ کیا کر جاؤ؟ فرار! وہاں سے بھاگ جاؤ۔ احمق راستے میں نظر آ جائے تو بھاگ جاؤ کیونکہ احمق تو عذاب میں مبتلا ہے۔ اس کی اپنی بات میں نہ کوئی Logic ہے' نہ اس کو آپ کی کوئی بات سمجھ آنی ہے اور نہ اس کو عقل آنی ہے۔ آپ اس کو ایک دفعہ سمجھاؤ مگر جب پتہ چل جائے کہ یہ احمق ہے تو پھر آپ فرار کر جاؤ اور اللہ کی طرف بھاگ جاؤ۔

احمق کی ایک اور بات سناتا ہوں۔ اللہ اس کو معاف کر دے۔ ایک مرتبہ ایک جگہ قوالی ہو رہی ہے۔ قوالی میں ایک مقام آیا۔ آپ سارے قوالی سننے والے جانتے ہو کہ جہاں پر "رنگ" آ جائے امیر خسروؒ کا' یعنی

موہے پیر پایو نظام الدین اولیاءؒ

اور

خسروؒ نظامؒ کے بل بل جائے

کہنے والے خسروؒ ہیں اور محبوب الٰہی حضرت نظام الدینؒ کی شان میں کہہ رہے ہیں۔ اس شخص نے قوالوں کو مجبور کیا کہ تو یہاں نظام کی بجائے ہمارے پیر کا نام لے یعنی خسروؒ اس کے پیر کے بل بل جائے۔ وہاں ایک درویش بیٹھا ہوا تھا' اس نے کہا تو اور تیرا پیر دونوں ہی گمراہ ہو گئے۔ کہ تم نظام کی شان کو روک کر اپنی شان بنا رہے ہو۔ یعنی اس کی شان کو اس کی شان رہنے دو۔ نعت کہہ رہے ہو تو نعت کو حضور پاکؐ تک ہی رہنے دو۔ نعت میں اپنے پیر کا نام نہ لگاؤ۔ اگر ادب ملحوظ خاطر نہ رکھا جائے تو یہ حماقت ہو جاتی ہے۔ جہاں جہاں حفظ مراتب ہے اگر اس کا خیال نہ کیا جائے تو پھر یہ خطرناک بات ہے اور حماقت ہے۔ اس لئے یہ بڑے احتیاط کی باتیں ہیں اور بڑا ادب چاہئے۔ حالانکہ اس نے بڑے شوق میں کہہ دیا ہو گا لیکن اتنا شوق نہ ہو کہ گستاخی ہو جائے۔ آپ بے باک تو ہو سکتے ہو لیکن گستاخ نہیں ہونا۔ حضور پاکؐ کے بڑے چاہنے والے اور ماننے والے لوگ کہتے ہیں کہ "حضور پاکؐ اللہ کی شان ہیں' بس اللہ ہی اللہ ہے اور اللہ ہیں"۔ ایسا وہ شوق میں کہہ گیا اور غلط بیانی کر گیا۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے یہ بات نہیں کہی کہ میرے بارے میں تم یہ لفظ کہو تو پھر تم یہ لفظ کیوں کہتے ہو۔ واضح طور پر حکم ہو گیا کہ قل انا بشر مثلکم یہاں بشر کا مقام بشر تک ہی رکھو۔ جو آپؐ نے فرمایا وہ آپؐ ہی

نے فرمایا۔ اس لئے ادب میں رہنے سے بہت ساری باتوں سے بچت ہو جاتی ہے۔ تبلیغ جو ہے بعض اوقات شوق سے ضائع ہو جاتی ہے اور بعض اوقات خوف سے ضائع ہو جاتی ہے۔ طاقت کا بھی خوف ہوتا ہے کہ یہ لوگ تو مجھے راستہ نہیں دیتے حالانکہ آپ کو ساری دنیا راستہ دے گی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ آپ کو نیکی کا شوق ہو۔ پھر گھبرانے والی کوئی بات نہیں ہے۔ دریا کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ دریا نے ضرور چلنا ہے' بغیر منشور کے چلنا ہے' اور آخر کار اپنی منزل کو پہنچے گا۔ چلنا شرط ہے۔ جس کو روانی مل گئی ہے' اس کو منزل مل جائے گی۔ اگر آپ کو شوق پیدا ہو گیا تو آپ ضرور اپنی منزل سے واصل ہوں گے۔ پھر کبھی آپ کے پاس یہ گلہ نہیں ہو گا کہ میں تو نیک تھا مگر لوگوں نے مجھے نیکی نہیں کرنے دی۔

میں گنہگار نہ تھا اس نے گنہگار کیا

جو شخص یہ کہتا ہے کہ "میرا راستہ لوگوں نے روک دیا تھا" وہ جھوٹ بولتا ہے۔ لوگ راستہ نہیں روک سکتے۔ گانے والے کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا' گلا گائے گا اور بولے گا' حسن ظاہر ہو گا' جذبہ بولے گا' تحریر ہے تو بیان ہو کے رہے گی۔ سچ ہے تو ظاہر ہو کے رہے گا اور بچہ ہے تو پیدا ہو کے رہے گا۔ بات کبھی چھپ نہیں سکتی۔ اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ لوگوں نے راستہ روک لیا۔ اپنے ٹائم پر ہر شے اپنے ظہور میں آئے گی۔ بہت کچھ بطون سے ظہور میں آ جا رہا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔ کوئی باطن ایسا نہیں جو ظاہر نہ ہوا ہو۔ باطن کا ذکر ہے اور لطف کی بات ہے کہ باطن کا ذکر ظاہر میں ہو رہا ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ کتنا ہی

باطن ہو وہ سارا ظاہر ہو جائے گا اور آج کا باطن ہم جو بیان کرتے ہیں کہ یہ باطن کی بات ہے یہ بھی دراصل ظاہر ہے۔ اہلِ ظاہر اور اہلِ باطن دراصل اسی ظاہر دنیا کا باطنی شعور ہیں۔ ورنہ کوئی باطن ایسا نہیں جو ظاہر نہ ہوا ہو۔ کوئی بھی چیز آپ لے لو۔ کسی بزرگ کا خواب ہو' ظاہر ہو گا۔ یعقوب علیہ السلام کا واقعہ' ظاہر ہو گا۔ یوسفؑ کا خواب' ظاہر ہو گا۔ معراج شریف کا واقعہ' ظاہر ہو گا' اولیاء کرام کی باتیں ظاہر ہوں گی' تمام مخفی ظاہر ہو گا۔ غرض یہ کہ ہر چیز ظاہر ہو گی۔ محجوب جو ہے مکشوف ضرور ہو گا۔ کشف المحجوب ضرور ہو گا۔ یہ کمال کی بات ہے۔ جتنا مخفی ہے وہ سارا ظاہر ہو گا۔ لہٰذا ثابت کیا ہوا؟ یہ کہ باطن جو ہے وہ ظاہر ہو کے رہے گا۔ اور آپ کہتے ہیں کہ میرا نیکی کا جذبہ ظاہر نہیں ہوتا اور رکاوٹ آتی ہے۔ دراصل یہ جذبہ آپ میں نہیں ہے بلکہ وہ آپ کی انا ہے۔ پہلی بات آپ یہ کرو کہ جو آپ کی بات نہیں سنتا اس کے لئے دعا کرو کہ یا رب العالمین! اس کو نیکی کا جذبہ عطا فرما۔ یہ نہ کہنا کہ اس کو میری طرح بنا۔ پتہ نہیں آپ کی اپنی کیا عاقبت ہے۔ اس لئے پہلے یہ دعا کرو کہ یا اللہ میری عاقبت بھی درست فرما۔ زیادہ نصیحتیں نہ کرنا۔ اپنی اولاد کو اپنا علم نہ دینا' کیونکہ اولاد نے اپنے زمانے کا علم لینا ہے' پتہ نہیں تم کون سا علم دے دو' کوئی پرانا علم دے دو اور انہوں نے کمپیوٹر چلانے ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا کرنا ہے۔ اس لئے ان کو اپنی زندگی گزارنے دو۔ دعا یہی کرو کہ ان کو اللہ ایمان دے۔ اسلام سکھا دے۔ کلمے پڑھا دو اور ان کو خود کوئی نیک عمل کر کے دکھا دو۔ اس طرح ان کی اچھی بنیاد پڑ جائے گی۔ خواہ مخواہ مشتعل نہ ہوا کرو اور اللہ کی رحمت پہ

۱ تصوف پر اتنی ساری کتابیں پڑھنا بہت مشکل ہے اور بزرگ بھی کہتے ہیں کہ کتابیں نہ پڑھیں۔ اس کا کیا حل ہے؟

۲ اسلامی تصوف، یونانی تصوف اور ہندی تصوف میں کیا فرق ہے؟

۳ صوفیا کرام کا تسخیر کائنات میں کس قدر حصہ ہے؟

۴ جب عمل کا وقت آتا ہے تو سستی، کاہلی اور تذبذب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟

۵ کیا سیاست میں حصہ لینا چاہیے؟ سیاسی جماعتوں کے بارے میں تو ہم سب کچھ جانتے ہیں، پھر ووٹ کس کو دیں؟

۶ جب فقہ نہیں تھا تو اس وقت دین کیا تھا؟

۷ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جنت اور دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ حساب تو ابھی ہونا باقی ہے تو یہ جزا سزا کس بات کی ہے؟

سوال:۔

ہم تصوّف پر کتابیں پڑھتے ہیں اور وہ اتنی ساری کتابیں ہیں کہ سب کو پڑھنا بہت مشکل ہے۔ بزرگ بھی کہتے ہیں کہ کتابیں نہ پڑھو۔ اس کا کیا حل ہے؟

جواب:۔

تصوّف میں یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک بزرگ کو سند مان لیا جائے۔ پھر جو وہ فرما دیں، آپ اس پر چل پڑو۔ پھر اتنی زیادہ کتابوں کا مقام نہیں رہتا۔ جو پرابلم پیدا ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ جب ہم کوئی عمل کرتے ہیں تو اس کے پیچھے ایک Quest یا ایک Target ہوتا ہے کہ ہم اس کے لئے یہ کام کر رہے ہیں۔ جب آپ کتاب پڑھتے ہیں تو پہلے ایک کتاب پڑھتے ہیں، پھر ایک اور کتاب پڑھتے ہیں اور پھر کتابیں پڑھتے ہی رہتے ہیں۔ کیوں پڑھتے ہیں کتابیں؟ آپ غور کریں۔ تصوّف کو سمجھنے کے لئے؟ تصوّف جو ہے یہ علم نہیں ہے بلکہ یہ عمل ہے۔ مثلاً" ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے کہنے پر اپنی زندگی کو اللہ کے لئے ڈھالنے کے

لئے خوشی سے تیار ہو جائے تو یہ تصوف ہے۔ مثلاً" اس کے شیخ نے کہا کہ وہاں چلا جا تو وہ چلا گیا اور اگر کہا کہ واپس آ جا تو واپس آ گیا۔ آپ کو صرف اتنا علم چاہیئے! مگر آپ بہت زیادہ علم حاصل کر رہے ہیں کہ شیخ کا مقام کیا ہونا چاہیئے' مرید کا مقام کیا ہونا چاہیئے' دونوں کے درمیان کیا ہونا چاہیئے اور افہام و تفہیم کیا ہونی چاہیئے' حاضر کیا ہے؟ ناظر کیا ہے؟ انہی واقعات میں ساری عمر گزر جاتی ہے۔ ساٹھ سال کی Average زندگی لے لو' ساٹھ سال کی زندگی میں بیس سال تو آپ سو کے گزار دیں گے' آٹھ گھنٹے سونا آپ کی مجبوری ہے' نہیں سوئیں گے تو صحت خراب ہو گی۔ اپنے ان ساٹھ سالوں میں سے بچپن کے لاعلم زمانے بھی نکال دو اور بڑھاپے کے متفکر اور بیمار زمانے بھی نکال دو۔ پھر زندگی کا کچھ حصہ آپ نے بیچنا ہے تاکہ زندگی گذر سکے یعنی دفتر میں' دکان میں۔ اور کسی Persuit یعنی تعاقب میں اپنا وقت بیچو گے۔ آپ وہ گھنٹے بیچیں گے اور باقی کے لئے کھانا خریدیں گے۔ تو وہ عرصہ بک گیا۔ بیچنے کے بعد باقی آدھی زندگی دوسروں کے لئے گذرے گی کہ یہ میرا بیٹا ہے' یہ میری بیٹی ہے اور رشتے دار ہیں۔ تو دوسروں کی کال پر آپ Response کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح اور وقت بھی گیا۔ اب سڑکوں پر جب آپ چلتے ہو' دفتروں میں جاتے ہو تو وہاں پر تو اسلام Matter نہیں کر رہا۔ آپ جب بس میں بیٹھ رہے ہو یا گاڑی میں بیٹھ رہے ہو تو ٹکٹ لے کر بیٹھنا ہے کیونکہ صرف کلمہ پڑھ کر بیٹھ جانا کافی نہیں ہے۔ اب آپ کے پاس باقی جو وقت بچ گیا ہے اس میں آپ نے "تصوّف" کرنا ہے۔ اس وقت کو بھی اگر آپ علم کے حوالے کر دو تو پھر تصوّف کا ٹائم نہیں رہ جاتا۔

تصوّف کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی کے کہنے پر اپنی دینی زندگی کو خوشی سے ایسے ڈھالنا جیسے اس کی رضا ہو۔ فرض کریں ایک آدمی نے ایک پیر کا کہنا مان لیا، اوپر سے اس نے کتابیں پڑھنی شروع کر دیں، پھر پتہ ہے وہ کیا کرے گا، فوراً" پیر صاحب کو جا کر بتائے گا کہ ہم نے تو یوں پڑھا ہے۔ اب پیر اس کو علم دے رہا ہے اور وہ پیر کو علم دے رہا ہے۔ اس طرح دونوں علم سے فارغ ہو گئے۔ عام طور پر یہاں مرید بیچارہ تباہ ہو جاتا ہے جب وہ اپنے پیر کو علم سکھانے لگ جاتا ہے۔ اگر امیر خسروؒ آپ کے پیر ہوں اور آپ کو کوئی راگ سکھائیں، آگے سے آپ ان کو کوئی راگ سکھاؤ تو وہ کہیں گے کہ تو باہر نکل جا کیونکہ تو فارغ ہو گیا۔ لہٰذا تصوّف علم نہیں ہے بلکہ عمل کی بات ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس صاحبِ بصیرت کو پتہ ہوتا ہے کہ اس شخص میں کیا کمی ہے۔ مثال کے طور پر ایک آدمی بہت عبادت کرتا ہے اور بہت ہی امیر ہے مگر بڑا ہی کنجوس ہے۔ اس کو اگر پیر مل گیا تو پیر یہ نہیں کہے گا کہ تو تہجّد پڑھ بلکہ وہ کہے گا کہ پبلک کے لئے پیسہ خرچ کر۔ مرید کو یہ بات قبول نہیں ہوتی اور اس کے بغیر مرید کی عبادت قبول نہیں ہو گی۔ امیر آدمی دو نمازیں Extra پڑھنے سے نہیں بخشا جائے گا بلکہ وہ مال جو اس نے قید کر رکھا ہے اس کے Release کرنے سے اس فلاح ہو گی۔ تصوّف یہ ہے کہ اس آدمی کی جو گرہ ہے اسے وہاں پر کھولو۔ اس لئے جس آدمی نے فرمایا کہ تصوّف یہ ہے تو اس نے ٹھیک فرمایا کہ "اکو الف تیرے درکار" یعنی تیرے لئے صرف ایک "الف" ہی کافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کو Ultimately گھر سے قبرستان تک جانا ہے۔ ساٹھ سال میں جانا ہے تو

کتنی تیز رفتاری چاہئے' آرام آرام سے جاؤ۔ آپ کے ابا حضور' چلے گئے اور دادا حضور رخصت ہو گئے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نہ جائیں۔ آپ بھی جائیں گے اور باقی لوگ بھی چلے جائیں گے۔ ہمیشہ کی زندگی ویسے ہی عذاب بن جاتی ہے۔

ایک آدمی کے لئے اس کے دوستوں نے زندگی کے دیوتا سے ہمیشہ کی زندگی مانگ لی۔ دعا منظور ہوئی اور اسے ہمیشہ کی زندگی مل گئی۔ کچھ عرصے کے بعد یہ بوڑھا ہو گیا۔ اب موت اسے آ نہیں سکتی تھی۔ مگر بڑھاپے کی وجہ سے اس کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ وہ اپنے دوستوں کے پاس گیا اور درخواست کی کہ مجھے موت چاہئے کیونکہ میں زندہ تو ہوں مگر جوان نہیں رہ سکتا۔ اگر آپ کو طویل زندگی مل بھی جائے تو باپ بیٹے کا غم دیکھے گا' نہیں تو بیٹا باپ کا غم دیکھے گا' دونوں میں سے ایک واقعہ تو ضرور ہو گا۔ زندگی میں طویل عرصے کے بعد آپ کو اتنے غم ملیں گے کہ آپ کہو گے تیری مہربانی ہے' اب موت بھیج دو۔ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا کہ اگر آپ ایک شہر میں بیس سال بعد جاؤ تو شہر اس سے زیادہ بھرا ہوا ہوتا ہے اور آشنا چہرہ کوئی بھی نہیں ملتا۔ بازار میں بڑی رونق ہو گی مگر وہاں آپ کے بچپن اور جوانی کے جاننے والے لوگ نہیں ملیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ پچاس سال کے بعد سارے شہر کی مکمل آبادی ساری کی ساری بدل جاتی ہے۔ اس لئے اتنا بڑا علم حاصل نہ کرو اور اتنا علم حاصل کرو جس سے آپ کا کوئی عمل ٹھیک ہو جائے۔ نماز وہ پڑھو جو کہ قبول ہو جائے۔ ماں باپ کی خدمت اتنی کر لو کہ وہ آپ سے بے ساختہ خوش ہو جائیں۔ پھر ساری باتیں

پوری ہو جائیں گی۔ اگر آپ کے پاس مال ہے تو اللہ کے لئے ایسے خرچ کر دو کہ وہ خوش ہو جائے۔ یہ سارے کا سارا تصوّف ہے ورنہ تو یہ ہوتا کہ یکساں عبادت کا یکساں نتیجہ ہوتا مگر یکساں عبادت کے یکساں نتیجے نہیں ہوتے۔ ایک مسجد میں ساری عمر لگاتار ہر جماعت کے ساتھ پابندی سے نماز پڑھنے والے سارے کے سارے نمازی یکساں نہیں ہوتے۔ اسی مسجد میں سے جوتا بھی چوری ہو جاتا ہے۔ تو گویا کہ مزاج الگ الگ رہتے ہیں۔ دس بیس سال نماز پڑھنے کے بعد بھی مزاج ویسے رہتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے اندر کئی نامناسب واقعات ہو جاتے ہیں۔ تو جب تک انسان کے باطن کی اصلاح نہ ہو جائے اس کو عبادت کی سمجھ نہیں آتی۔ چونکہ باطن کی اصلاح نہیں ہوئی' اس لئے مسلمان مسلمان کے ساتھ لڑ پڑتے ہیں۔ اس لئے بزرگوں نے ٹھیک کہا ہے کہ علم کی ایک حد رکھو۔ کتاب وہ پڑھو جس سے آپ کا کوئی کام ہو اور تعلق ہو۔ انسانوں کی کتاب پڑھو' ہستی کی کتاب پڑھو۔ یہ جو کائنات ہے اس کی کتاب پڑھو۔ یہ دیکھو کہ لوگ کہاں سے آ رہے ہیں اور کدھر کو جا رہے ہیں' انسان اگر آتا ہے تو جاتا کیوں ہے اور جانا ہی تھا تو آپ لوگ آئے کیوں تھے۔ یہ سب کیا ہے؟ آپ کچھ عرصہ ماں باپ کی محبت میں رہتے ہیں' پھر اولاد کی محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد آپ ماں باپ کے ساتھ جا کر مل جاتے ہیں اور کچھ ہی عرصہ بعد اولاد بھی آ کر آپ سے مل جائے گی۔

ایک شخص بہت رو رہا تھا' کہنے لگا میرے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ درویش نے کہا کہ اس میں رونے کی کوئی بات نہیں ہے' تو

بھی بہت جلد اس کے پاس پہنچ جائے گا۔ اس میں لمبی چوڑی کتابیں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ بس اپنی عبادت اور عمل میں خلوص رکھو۔ اپنے دل کے آئینے کو آپ صیقل کرتے جاؤ۔ "صیقل آئینہ ہنوز" پالش کرتے جاؤ' مزید پالش کرتے جاؤ' حتیٰ کہ اس میں Glare آ جائے یعنی چمک آ جائے۔ وہ خود بخود اس آئینے میں عیاں ہو جائے گا۔

ایک بادشاہ کے دربار میں چینی اور رومی فنکاروں کا مقابلہ ہو گیا اور انہیں تصویر بنانے کے لئے دو دیواریں دے دی گئیں۔ ایک گروپ والے صرف دیوار کو پالش کرتے رہے اور دیوار کو آئینہ بناتے رہے۔ دوسرے گروپ نے نہایت محنت سے ایک شاندار پینٹنگ بنائی۔ مقابلے کے لئے پیش ہوئے تو پینٹنگ کا عکس جب شیشے والی دیوار میں آیا تو وہ عکس اصل پینٹنگ سے زیادہ خوب صورت تھا۔ اس طرح آئینہ صیقل کرنے والے کامیاب ہو گئے۔

پہلے تو اپنے آپ کو اک آئینہ بنا
وہ خود نکل کے آئیں گے اپنے حجاب سے

تو اپنے آپ کو آئینہ بناؤ' پھر سب مخفی آشکار ہو جاتا ہے۔ وہ تو آشکار ہونے کے لئے بے تاب ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ "میں ایک مخفی خزانہ تھا' میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں"۔ تو گویا کہ اظہار اس کا اپنا مدعا ہے' رکاوٹ آپ لوگ خود ہیں۔ رکاوٹ وہ نہیں ہے بلکہ آپ لوگ ہیں جو کہ اِدھر اُدھر دنیا میں بھٹکے ہوئے ہیں۔ ہم اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ ہم اگر اس کی طرف رجوع کریں تو وہ تو پہلے ہی اظہار پر راضی ہے۔ اس کا ظاہر ہونا ہی اظہار ہے۔ یا تو تو اپنے آپ کو چھپا دے' وہ

ظاہر ہو جائے گا یا پھر اس کو چھوڑ دے۔ پھر کیا ہو گا؟ پھر تمہاری انا ظاہر ہو جائے گی اور اس کی سزا ہو جائے گی۔ پھر سمجھ آئے گی۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کی نفی کر لو، پھر اس کا ظاہر ہونا آسان ہو جائے گا۔ لمبی چوڑی کتابوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کتابوں سے صرف اتنا علم حاصل کرو جتنا آپ کے کام آ جائے۔ اس علم سے پناہ مانگو جس سے آپ کو نفع نہ ہو، اور فائدہ نہ ہو۔ علم اگر آپ کے لئے حجاب بن جائے تو اس سے بچو۔ علم اگر شہرت کی وجہ بن جائے تو اس سے بچو۔ اس دور میں صرف عمل کا علم ہے اور عمل نہیں ہے۔ یہ ایک بڑی سزا ہے اس دور کی۔ یہ دور ایک عجیب دور ہے کہ یہ عمل کا علم جانتا ہے اور عمل نہیں جانتا۔ تو ہم آپ سے یہ کہتے ہیں کہ آپ عمل کا عمل ہی جانو۔ عمل عمل کے تابع کر دو، علم علم کے تابع ہو جائے گا۔ تو آپ اپنا عمل صاحبانِ کشف و کرامت کے عمل کے تابع کر دو تو آپ بھی کچھ نہ کچھ ہو جاؤ گے۔ جس کے عمل کے آپ تابع ہوں گے اس کا علم آپ کو مل جائے گا۔ آپ عمل، عمل کے برابر نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ علم برابر ہو جائے، یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر عمل، عمل کے برابر ہو جائے تو بھی مرتبہ برابر نہیں ہو سکتا۔ اس کو کہتے ہیں Destiny اور اس کو کہتے ہیں منشا۔ آپ اگر کسی بزرگ، کسی بڑے انسان، کسی بڑے سے بڑے انسان کے برابر اپنا علم اور عمل کر لو تب بھی مرتبہ برابر نہیں ہو سکتا۔ یہ اللہ کی شان ہے۔ گویا کہ پیغمبری یا نبوت یا رسالت، یہ عمل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی مرضی سے ملنے والا مرتبہ ہے۔ اگر آپ پیغمبر کے عمل کے تابع اپنا عمل کر دو تو آپ امتی سے آگے نہیں نکل سکتے، اور یہ

بھی بڑی مبارک بات ہے۔ عام طور پر یہاں لوگ یہ کرتے ہیں کہ تھوڑا سا عمل کسی بزرگ کے عمل کے برابر آگیا تو وہ انا میں آ جاتے ہیں۔ لہٰذا تھوڑا علم اور تھوڑا عمل رکھنے والے مغرور ہو جاتے ہیں اور ہلاک ہو جاتے ہیں۔ کون لوگ ہلاک ہوتے ہیں؟ جو شرعی علم بھی رکھتے ہوں' تھوڑا سا عمل بھی رکھتے ہوں اور جن کے اندر انا بھی ہو۔ ایسی صورت میں گمراہی کا اندیشہ ہے اور یہاں آ کے علم بڑا حجاب بن جاتا ہے۔ اس لئے پہلے اپنا مقام دیکھو' ہمارا مقام یہ ہے کہ ہم حضور پاک ﷺ کی اُمّت کے فرد کے طور پر ہی قبول ہو جائیں تو یہ بہت کافی ہے۔ آگے کیا کرنا ہے' یہ ہی بہت ہے! That's all ۔ بس اتنا ہی علم ہونا چاہئے تاکہ اللہ آپ پر مہربان رہے۔ اس لئے زیادہ کتابوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ عمل کی ضرورت ہے۔

سوال:۔

سر! اسلامی تصوّف' یونانی تصوّف اور ہندی تصوّف میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔

اس سوال کا تعلّق علم کے ساتھ ہے' اس کی کتابوں کی کئی دکانیں ہیں۔ سب کچھ وہاں لکھا ہو گا کہ تصوّف کی کتنی قسمیں ہیں' کتنے درجے ہیں' تصوّف کا رنگ کیا ہوتا ہے؟ اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کی جامعیّت کیا ہے؟ یہ چلا کہاں سے ہے؟ یہ پہنچا کہاں ہے؟ یہ جائے گا کہاں تک؟ آپ یہ دیکھو کہ اس میں آپ کا کیا ہے؟ آپ کے ساتھ اس

سوال کا کیا تعلق ہے؟ میں آپ کو علم Improve کرنے کے لئے سوال کی دعوت نہیں دے رہا کیونکہ یہ چیزیں کتابوں میں موجود ہیں۔ جو چیز کتاب سے نہ ملے اور اس کا آپ کے عمل کے ساتھ تعلق ہو تو وہ چیز پوچھی جائے۔

سول:۔

صوفیاء کرام کا تسخیرِ کائنات میں کس قدر حصہ ہے؟

جوب:۔

غور کرو تو کائنات اللہ کے ظہور کا ایک طریقہ ہے۔ اللہ کے ظہور کے اور بھی بہت سے نشان ہیں۔ صوفیاء کرام کا ایک ٹولہ نہیں ہے' ایک گروہ نہیں ہے بلکہ ہر ایک فرداً" فرداً" صوفی ہے۔ آپ کے فقرے کی یہ اصلاح ہو جانی چاہیے۔ یہ نہیں ہوتا کہ صوفیاء کرام میں کوئی مشترک مضمون ہو۔ ہر صوفی ایک علیحدہ صوفی ہے۔ مثلاً" سلسلۂ چشتیہ کی بات کریں تو انہوں نے کائنات کو ایک طرح سے Read کیا' باقی لوگوں نے کائنات کو اور طرح سے Read کیا۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ ایسا سوال کریں جس سے آپ کا کوئی ذاتی مسئلہ حل ہو جائے۔ ایک جگہ قوالی ہو رہی تھی' بڑی داد فریاد تھی اور ایک میرِ مجلس بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جب دعا کا وقت آیا تو داڑھی والے ایک بزرگ نے میرِ مجلس سے کہا کہ میرے لئے بھی دعا کریں۔ انہوں نے پوچھا آپ کون ہو' اس نے کہا میرا نام چراغ دین ہے۔ انہوں نے پھر پوچھا کس سلسلے سے تعلق رکھتے ہو' انہوں نے کہا میں نقشبندی سلسلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرِ

مجلس نے کہا اپنے شیخ کے پاس جاؤ اور بیعت دوبارہ کر کے آؤ' ساری رات ہم قوالی میں رہے ہیں' تو نقشبندی ہے اور اس سلسلے کی رو سے تیرے پیر نے قوالی سے منع کر رکھا ہے مگر تو یہاں آ کے بیٹھ گیا' اس لئے جاؤ اور اپنی بیعت کی تجدید کر کے آؤ۔

یہ ایک راز ہے کہ جس شخص کو جس رنگ کی تعلیم دی جا رہی ہے اس نے اس رنگ میں ٹریننگ لینی ہے اور باقی لوگوں کا جو رنگ ہے وہ الگ ہے کیونکہ ہر ایک بزرگ نے الگ الگ تعلیم دی ہے۔ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کون سے سلسلے کی تعلیم کے ساتھ وابستگی رکھتے ہیں؟ اس طرح آپ کو اپنے راستے کی وضاحت مل جائے گی۔ مجھ سے آپ وہ سوال کریں جس کا "علم" کی بجائے "عمل" سے تعلق ہو اور جس کا جواب آپ کو کتاب سے نہ مل سکے۔ کائنات کی بجائے آپ اپنی ذات کی بات کریں۔ صوفیاء کرام کے پاس بہت بڑا عمل ہے۔ میں آپ کو ایک بظاہر بے عمل صوفی کی بات بتاتا ہوں۔ ایک شخص جس کی اصلاحِ باطن ہو گئی' وہ شہر سے دور جنگل اور ویرانے میں جا کر بیٹھ گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اس کے پاس بہت سے آدمی' گروہ' ہجوم' مسجد' خانقاہ' لنگر' ٹرانسپورٹ' آنا جانا' بے شمار پبلک ریلیشننگ' بے شمار اثر اندازی اور بے شمار وسائل ہوتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ یہ بے عملی بہت بڑا عمل ہے۔ اس کے لئے بڑا غور چاہئے۔ اندازہ لگاؤ' ان کی غریب پروری کا ثبوت دیکھو' ان کی غریب نوازی کا ٹائیٹل اور فیض دیکھو کہ ایک سو بیس من چاول ایک دیگ میں پک رہے ہیں اور جس کے ہاں پک رہے ہیں وہ سارا دن روزہ رکھتا ہے اور ساری رات عبادت کرتا ہے۔ لوگوں

کو کھلاتا ہے لیکن خود نہیں کھاتا۔ یہ ایک الگ ہی بات ہے۔ اس لئے آپ اعتراض کا Sting نکال دو اور تسلیم کو لے کے چلو۔ پھر بات سمجھ آ جاتی ہے۔ آپ ضرور کسی ایک کے ساتھ منسلک ہو جاؤ۔ اب میں تمہیں اپنا شعبہ بتاتا ہوں۔ میری بات اس شخص کو سمجھ آئے گی جو کہیں' کسی نہ کسی جگہ' کسی نہ کسی کے ساتھ وابستہ ہو گا۔ کہتا ہے کہ میں پنڈی میں وابستہ ہوں تو ٹھیک ہے' شیخوپورہ میں وابستہ ہے تو ٹھیک ہے اور شکار پور میں وابستہ ہے تو ٹھیک ہے۔ کہیں نہ کہیں جو کسی بزرگ کے ساتھ وابستہ ہو گا اس کو میری بات جلدی سمجھ آئے گی۔ باقیوں کو بات سمجھانے کا طریقہ میرے پاس یہ ہے کہ وہ اپنی عقل سے اللہ کو تلاش کر لے۔ صاحبانِ عقل نے بات کو کیسے پہچانا؟ ایسا شخص بغاوت بھی عقل سے کرتا ہے اور بعض اوقات اتحاد بھی عقل سے کرتا ہے کہ اس نے بیج کو دیکھا کہ بیج میں رنگ نہیں تھا' پانی میں رنگ نہیں تھا' مٹی میں رنگ نہیں تھا۔ وہ غور سے دیکھتا رہا اور دیکھتا رہا' بیج سے کوئی پودا نمودار ہوا' رنگ نمودار ہوا' وہ حیران ہوا کہ کیا قدرت ہے اور پھر جس طرح کا بیج ویسا ہی درخت' پھر درخت میں بیج اور بیج میں درخت۔ بیج کے اندر درخت اور درخت کے اندر بیج کا یہ مسلسل عمل۔ پھر وہ دیکھتا ہی رہ گیا کہ راز کیا ہے؟ اگر اس راز میں کوئی گم ہو گیا تو وہ اللہ کا منشا پا گیا۔ جو شخص اس کائنات کو غور سے دیکھے اور سیپ کے اندر موتی کا بننا غور سے دیکھے تو پھر راز پا گیا۔ وہی منظر جو خوش نصیب کو تسلیم سکھاتا ہے' وہی منظر دوسرے آدمی کو بغاوت سکھاتا ہے۔ تسلیم والا کہتا ہے کہ میں اسی میں سے خدا کو مان گیا کہ مشرق سے سورج نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوب

گیا۔ نہ ماننے والا کہتا ہے یہی تو میں نہیں مانتا' مشرق سے کیوں نکلتا ہے' شمال سے کیوں نہیں نکلتا اور وہ اسی میں باغی ہو جاتا ہے۔ تسلیم کرنے والے مزاج ہی اور ہیں' بغاوت والا اور مزاج ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دل کے ساتھ چلتے ہیں' ان کو کائنات میں صرف دلبر ہی نظر آتے ہیں۔ مجنوں سے اللہ میاں نے پوچھا کہ تم نے دنیا میں کیا دیکھا۔ مجنوں نے کہا ہم نے ایک ہی چیز دیکھی' لیلیٰ ہی دیکھی' کچھ اور تو نہیں دیکھا' کیا آپ نے کچھ اور بھی بنایا تھا؟ "ہاں ہم نے بڑی دنیا' بڑی کائنات بنائی تھی"۔ کہتا ہے "وہاں تھا ہی کچھ نہیں' ہم نے تو صرف لیلیٰ کو دیکھا"

مطلب یہ ہے کہ دل والے صرف دلبری دیکھتے ہیں اور عقل والے صرف الجھنیں دیکھتے ہیں' نصیب والے صرف اس کی مہربانیاں دیکھتے ہیں اور بد نصیب آدمی صرف ظلم دیکھتا ہے۔ بد نصیب آدمی کہتا ہے Nature کے اندر میں نے ظلم ہی دیکھا' شیر نے میرے سامنے بکرے کو پھاڑ ڈالا' یہ ظلم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا' یہ کیا کائنات بنائی ہے اس نے۔ جاننے والے نے کہا یہ اس شیر کی خوراک ہے اور اللہ نے اس کی خوراک کو زندہ رکھنے کا طریقہ رکھا ہوا ہے' یہ اس کی زندہ خوراک ہے' یہ اس کی فطرت ہے کیونکہ شیر جو ہے وہ گھاس نہیں کھائے گا' شیر گوشت کھائے گا اور خود مار کے کھائے گا کیونکہ یہ اس کا مزاج ہے۔ یہ نصیب کی بات ہے کہ کسی پر وہ آشکار ہو جائے اور کسی پر نہ ہو۔

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے سبھی پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

مثلاً" ایک آدمی پر تکلیف آئی اور وہ باغی ہو گیا۔ دوسرے پر اتنی تکلیف

آتی ہے اور اس نے سر جھکا دیا اور کہنے لگا کہ بات یہ ہے کہ میں نے تکلیف کو پہچان لیا۔ نہ پہچاننے والا پتھر کے ساتھ لڑ رہا تھا کہ یہ جو پتھر ہے' یہ مارنے والا کون ہے' اب اس کا ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ ماننے والے نے کہا No ' اس میں مارنے والے کا قصور نہیں ہے' پیچھے سے کوئی اور بھیج رہا ہے۔ لہٰذا وہیں تسلیم کر گیا کہ اس میں کائنات کے مالک کی مرضی ہے۔ اس لئے یہ دعا ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ علم بھی عطا کرے اور عمل بھی۔ کوشش یہ کرو۔ ورنہ تو ہر بات کے جواب میں ایک بات ہے' ہر علم کے جواب میں ایک علم ہے' ہر انداز کے جواب میں ایک انداز ہے۔ ہم ان لوگوں سے بات کر رہے ہیں جن لوگوں نے زندگی میں اس بات کو جان لیا کہ کسی ایک انسان کے ساتھ وابستگی جو ہے یہ اصلاحِ باطن کے لئے ضروری ہے۔ وہ انسان ہمارے علاوہ یعنی کوئی اور ہونا چاہئے۔ وہ انسان آپ کا باپ ہونا چاہئے' آپ کا دادا ہونا چاہئے' آپ کا استاد ہونا چاہئے' کوئی پیر یا مرشد ہونا چاہئے۔ بہر حال آپ کا ایک ایسا استاد ہونا چاہئے جس کی بات اگر سمجھ نہ آئے تب بھی آپ مانو۔ پھر یہ بات سمجھ آئے گی ورنہ کچھ سمجھ نہیں آئے گا کہ راز کیا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟ کچھ صداقتیں ایسی ہیں جن کا ثبوت ہم دریافت کر سکتے ہیں۔ مثلاً" یہ کہ یہاں سے شہر تین کلو میٹر ہے تو آپ نے کہا اچھا ماپیں گے۔ آپ نے ماپ کے Verify کر لیا کہ دیکھو یہ تو پونے تین کلو میٹر نکلا۔ مگر یہاں پر ایک ایسی صداقت ہے جو تسلیم نہیں ہو سکتی اور وہ اللہ ہے۔ اس کی تصدیق آپ کیسے کرو گے۔ اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ تصدیق صرف صادق کی زبان ہے' بس پھر تصدیق کافی ہے اور بہت کافی ہے اس

صادق کا فرمایا ہوا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کیا فرشتے ہیں اور جنات ہیں؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ مان لیں کہ یہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح جنت ہے' دوزخ ہے۔ اب یہ ساری باتیں آپ Verify نہیں کر سکتے۔ اگر آپ نے کہنے والے کی بات مان لی تو Verify کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ باتیں چونکہ اللہ نے کہی ہیں اور اس سے آپ کا رابطہ Direct نہیں ہے اس لئے آپ کسی انسان کی بات مان لیں تاکہ آپ Verification کی تکلیف سے بچ جاؤ۔

کبھی تو میری محبت کا تم یقین کر لو
کہیں نہ عمر گزر جائے آزمانے میں

کہیں آپ ساری عمر آزمانے میں نہ گزار دینا کہ پھر جب سمجھ آئی تو لطف ہی نہ رہا۔ اس لئے یہ ضروری بات ہے کہ اس کو سمجھ لیا جائے اور مان لیا جائے۔ مر تو جانا ہی ہے' بہتر ہے کہ کسی کے کہنے میں آکر مرو۔ یا تو پھر بچ کے دکھاؤ۔ یہ زندگی ویسے ہی آپ کے کام نہیں آنی اور کچھ عرصے بعد ویسے ہی چھن جانی ہے۔ یا تو آپ خود چھوڑ کے جاؤ گے یا پھر یہ چھن جائے گی۔ اس لئے بہتر ہے کسی کے نام ہی کر دو۔ یہ جو پیسہ آپ جمع کر رہے ہو اور جس کا آپ کو غرور ہے یہ آپ کی نالائق اولاد کے کام آئے گا اور کہیں نہ کہیں یہ استعمال ہو جائے گا۔ آپ نے صرف پیسے کی Consumption کرنی ہے' یعنی آپ نے پیسہ صرف Consume کرنا ہے اور اپنے آپ کو خرچ کرنا ہے اور آہستہ آہستہ خرچ کرتے کرتے ایک ایسا وقت آ جائے گا کہ آپ اس کے بعد نہیں رہیں گے' آپ دیکھو وہ لوگ کیا خوش نصیب تھے کہ ستر سال کا کفر ایک

کلمہ پڑھنے سے مومن ہو جاتا تھا' آج کل یہ بات سوچنے والی ہے کہ جو ساٹھ سال مومن رہا اور ایک بات سے کافر ہو کر مر گیا' اب اس کے اسلام کو آپ نے کیا کرنا ہے۔ اس لئے اللہ سے وہ بات مانگنی چاہیئے جو آخر تک رہے اور انجام بخیر ہو۔

پانی بھرن سہیلیاں رنگا رنگ گھڑے
بھریا اس دا جانیے جس دا توڑ چڑھے

یعنی سہیلیاں پانی بھرنے چلی ہیں مگر جو گھڑا بھر کے گھر تک پہنچے گی وہی کامیاب کہلائے گی۔ تو بات یہ ہے کہ علم وہ اچھا ہے جس کا انجام اچھا ہو۔ اب آپ اور سوال کرو۔ پوچھو ----- ایسا سوال جس کا آپ کی ذات کے ساتھ تعلق ہو -----

سوال :۔

بات تو سمجھ آتی ہے کہ نماز' ذکر یا والدین کی خدمت کرنا' یہ کرنے کے کام ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو پھر سستی' کاہلی اور تذبذب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم کیا کریں؟

جواب :۔

تذبذب اس لئے ہوتا ہے کہ اصل میں ہماری زندگی کثیر المقاصد ہو گئی ہے اور ہم Select نہیں کر سکتے کہ کیا کریں۔ اس لئے ہماری یہ محفل بار بار ہوتی ہے کہ سنتے جاؤ تاکہ عمل کی اصلاح ہوتی جائے اور اپنی Priorities کا پتہ ہونا چاہیے۔ مثلاً" Priority یہ ہے کہ اگر آپ کے والدین کا عمل تھوڑا سا کمزور بھی ہو تو آپکا ان سے رشتہ کمزور نہیں

ہونا چاہئے' بس یہ یاد رکھنے والی بات ہے! والدین اگر اسلام میں کچھ کمزور سے لگتے ہیں تو کہیں اس وجہ سے انہیں گھر سے نکال نہ دینا۔ ان کی جو کمزوری ہے' یہی تمہاری قوت ہے۔ ان سے دعا لینا۔ جو چیز آپ کے پاس The Best ہے' مثلاً" علم' عمل' صحت' جوانی یا کوئی اور چیز' اس کو اللہ کی راہ میں لگا دو۔ جس چیز پہ آپ کو غرور ہے یا کم از کم فخر ہے وہ چیز آپ اللہ کی راہ میں لگا دو۔ جس نعمت پر آپ کو ناز ہے وہ نعمت اللہ کے راستے پر لگا دو۔ اگر گانے والا گلا ہے تو اللہ کی راہ پہ لگا دو۔ بس پھر آپ کا مسئلہ حل ہو گیا۔ یعنی جس کے پاس جو چیز ہے' سب سے اچھی' The Best وہ اللہ کے نام پہ لگا دو' اس طرح آپ کی ساری زندگی The Best ہو جائے گی۔ زندگی وہی ہے جو اس کے نام لگ گئی۔ انسان کی مختصر سی کہانی ہے اور اتنی لمبی چوڑی بات نہیں ہے۔ دو طرح کے آدمی ہوتے ہیں' ایک وہ ہوتے ہیں کہ اگر انہیں خدا مل جائے تو سوال کرتے ہیں کہ یہ چیز دے اور وہ بھی دے۔ دوسرے وہ ہوتے ہیں جن کو اگر خدا مل جائے تو کہتے ہیں حکم فرمائیں کہ میں نے کیا کرنا ہے۔ بس آپ ان لوگوں میں سے بن جاؤ جنہیں اللہ مل جائے تو پوچھیں " فرمائیے میرے لئے کیا حکم ہے' کیا پیش خدمت کروں "۔ یہ نہ کہنا کہ تو میرے دو چار کام کر دے۔ بس یہ ہونا چاہئے کہ اگر اللہ کریم آپ کو مل جائے تو آپ ہی کچھ نہ کچھ پیش کرو۔ اسے اپنے کام پہ نہ لگا دیا کرو۔ آپ ایک نماز پڑھتے ہیں اور پرچی جیب سے نکال لیتے ہیں جس پر بہت سے کام لکھے ہوتے ہیں۔ ان سب باتوں کو اب چھوڑ دو۔ اللہ کے حضور لسٹ نہیں ہونی چاہئے۔ اللہ کے حضور تو یہ ہونا چاہئے کہ

تیرے سوا کروں پسند کیا تیری کائنات میں
دونوں جہاں کی نعمتیں قیمت بندگی نہیں

بس آپ سب چھوڑ دو' پھر آپ سے جلوے کے ساتھ بات ہو گی۔ وگرنہ وہ چیز جو کافروں کے پاس کفر کی موجودگی میں ہے اس کو آپ دعا سے حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ آپ کہتے ہیں یا اللہ تو ہماری دعا منظور کر کہ ہمیں ہمارے ایمان کی Investment کے ذریعے وہ چیز دے جو بے ایمانوں کے پاس عام ہے۔ تو یہ کیا مانگا آپ نے! آپ ایمان رکھنے کے باوجود وہ چیز مانگ رہے ہیں جو ان کافروں کے پاس ایمان کے بغیر ہے۔ تو آپ کو ایمان کی سمجھ کیا آئی ہے کہ ایمان کیا ہوتا ہے؟ ایمان تو وہ چیز ہے جو کافروں کے پاس نہیں ہے اور جو ان کافروں کے پاس نہیں ہے' وہ آپ دعا سے حاصل کرنا چاہتے ہیں' تو یہ بے ایمانی ہے۔ اس لئے آپ اس چیز کے بغیر گزارہ کر لو۔ اب آپ کہیں گے کہ آپ ہمیں پسماندہ کر رہے ہیں اور ترقی سے ہٹا رہے ہیں۔ بس یہی چیز آپ کو سمجھ نہیں آ رہی۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز ان کے پاس ہے اس میں ایمان کا دخل نہیں ہے۔ آپ بھی وہ چیز حاصل کر کے دیکھ لو مثلاً" سائنسی ترقی کرنی ہے تو کر لو' ڈاکٹری کرنی ہے تو کر لو۔ اس میں ایمان کا کیا ذکر ہے۔ وہ چیز جو انسان ہونے کی حیثیت سے کافروں کے پاس بھی ہے' اس پر فخر نہ کرو۔ اب جہاں آپ کی Special بات آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایک چیز ہے جو کافروں کے پاس نہیں ہے اور وہ ہے ایمان۔ اب آپ اپنے ایمان کو محفوظ کر لو۔ ایمان کی Investment کر کے وہ چیز نہیں مانگنی جو ان کے

پاس ہے۔ اب آپ اپنی دعاؤں کا جائزہ لو مثلاً" آپ دعا کے ذریعے پیسہ مانگتے ہیں تو پیسہ ایمان کے بغیر والوں کو بھی مل جاتا ہے۔ ایک آدمی کو ساری کائنات میں کسی ایک سے محبت ہو جائے تو وہ کیا مانگے گا؟ اپنا محبوب! وہ شخص پیسہ نہیں مانگے گا۔ اس لئے اگر آپ کو اپنے ایمان سے محبت ہو جائے تو آپ اپنا ایمان سلامت لے جائیں گے۔ باقی کوئی چیز بچتی نہیں ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے اپنے آپ پر مہربانی کرو اور اللہ کے راستے کے مسافر بن جاؤ۔ اس طرح تذبذب اور کاہلی ختم ہو جائے گی۔

سوال :۔

کیا سیاست میں حصہ لینا چاہیے؟ سیاسی جماعتوں کے بارے میں تو ہم سب کچھ جانتے ہیں' پھر ووٹ کس کو دیں؟

جواب :۔

آپ کو یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ اگر الیکشن ہونے ہوں تو آپ کو کیا کرنا چاہیے۔ کیا آپ خود الیکشن لڑنا چاہتے ہیں' یا لڑانا چاہتے ہیں' یا لڑتا دیکھنا چاہتے ہیں؟ آپ اچھی جماعت کے بارے میں اگر پوچھتے ہیں تو پہلے نا پسندیدہ جماعت کا نام بتائیں۔ اس کے برعکس آپ کی پسندیدہ جماعت ہو گی۔ یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ سیاست کی ناکامی یہ ہے کہ سیاست ووٹ پر چل رہی ہے۔ اگر ووٹر جھوٹے ہوں اور آپ کی ضرورت بھی ووٹر ہوں تو پھر آپ سچے نہیں رہ سکتے کیونکہ آپ کو جھوٹے ووٹ بھی درکار ہیں۔ کاش کوئی جماعت ایسی آ جائے جو یہ کہے

کہ وہ شخص مجھے ووٹ نہ دے جو جھوٹ بولنے والا ہو۔ ایسی کوئی جماعت ابھی تک نہیں آئی۔ ایسا شخص خالی ہاتھ گیا تو سمجھو کہ وہ کامیاب آدمی ہو گا۔ جھوٹی دنیا میں ووٹ مانگنے والا سچا آدمی ناکام ہو جائے گا۔ اس لئے اگر آپ نے کامیاب ہونا ہے تو کسی جھوٹی جماعت میں شامل ہونا پڑے گا۔ سچا آدمی ابھی کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ ابھی ۵۱ فی صد لوگ جھوٹے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ یا پھر آپ یہ کرو کہ اس آدمی کی جماعت میں شامل ہو جاؤ جس کی عاقبت آپ کو اچھی لگے۔ پھر جو اس کا نصیب ہو گا وہ آپ کا نصیب ہو گا اور جو اس کی عاقبت ہو گی وہ آپ کی عاقبت ہو گی۔ لیکن آپ آدمی کو پہچانتے ہیں کہ بہت برا ہے اور آپ کو یقین بھی ہوتا ہے کہ ضرور جیت جائے گا تو ایسے شخص کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ برے آدمی کو ووٹ دینے والا بھی برائی میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ فرمان ہے کہ من استحسن قبیح فقد عمله : جس نے برے عمل کی تعریف کی اس نے وہ عمل کیا۔ لہٰذا آپ اچھے آدمی کے ساتھ رہو، اچھے آدمی کی عاقبت کے ساتھ رہو، کامیابی اور ناکامی سے نکل کے سیاست کرو۔ پھر میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔ یہ کامیابی اور ناکامی کی بات نہیں ہے بلکہ سچ اور جھوٹ کی بات ہے۔ جھوٹ کی سیاست میں جھوٹ کی مدد کرنے والا کہیں نہ کہیں Grip میں آ جائے گا۔ پھر نہ کہنا کہ میں نے بتایا نہیں تھا اور وہ وقت دور نہیں ہے۔ جھوٹ کی مدد کرنے والا کہتا ہے "بندہ تو شرارتی لگ رہا ہے پر میرا خیال ہے کہ جیت جائے گا اور وہ بندہ نیک آدمی تو ہے لیکن اس نے ہار جانا ہے، اس لئے مجھے اس سے کیا"۔ اس لئے آپ لوگ اس کا ساتھ دو جو آپ کے

ایمان کو فروغ دے۔ آپ نیکی کا ساتھ دو' نیک آدمی کا ساتھ دو اور اس آدمی کا ساتھ دو جس کے ساتھ موت کے بعد دو چار قدم ساتھ چل سکو۔ یہ آپ کے لئے مہربانی کی بات ہو گی -----

سوال :۔

سیاست کی بات تو سمجھ آ گئی لیکن یہ جو اتنے فرقے موجود ہیں تو ایک عام مسلمان کیا کرے؟

جواب :۔

جس دن یہ آیت اتری تھی الیوم اکملت لکم دینکم یعنی آج کے دن دین مکمل ہو گیا تو تکمیل کے بعد دین میں جو کچھ شامل ہوا وہ اتنا ضروری نہیں تھا' وہ Illustration ہے یعنی وضاحت ہے اور اس میں Amendment نہیں ہے' بعد میں جو کچھ شامل ہوا وہ وقت کی ضرورت تھی' اور اس وقت کے فساد سے بچانے کا ایک طریقہ تھا' جتنے بھی فقہ والے تھے وہ سارے کے سارے مخلصین ہیں۔ انہوں نے مخلص ہو کر آپ لوگوں کو راستہ بتایا کہ یہ بات یوں کر لو۔ اب آپ اس پر بحث نہ کرو اور صرف اپنا فقہ دریافت کر لو۔ فقہ ایسا ہونا چاہئے کہ مسلمان ایک قوم' ایک گروہ ہوں' چشتی' قادری' نقشبندی' اہلِ حدیث' اہلِ قرآن' دیو بندی' بریلوی' سارے کے سارے ایک ہوں۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب آپ سارے ایک کلمے کی بنیاد پر اکٹھے ہوں۔ تو سب کلمے پر اکٹھے ہو جاو۔ جس وقت آپ نے پاکستان بنایا اس وقت سب اکٹھے ہو گئے تھے کیونکہ پاکستان بنانا تھا۔ اس وقت ہم نے نہ کسی شیعہ کا

پوچھا اور نہ کسی سنّی کا پوچھا۔ اب بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تم کون سا فقہ جانتے ہو۔ قائداعظم کے پیچھے وطن چھوڑ کر آ گئے، گھر چھوڑ کر آ گئے، بچے چھوڑ کے آ گئے، کٹ کے آ گئے، بٹ کے آ گئے اور پھٹ کے آ گئے اور پھر ملک بن گیا۔ لہٰذا اس کا فقہ وہی ہے جو کہ مسلمانوں کو کسی متفقہ لائحہ عمل پر اکٹھا کر دے۔ ہندو بھی ہمارے فقہ کا حصہ ہے۔ وہ کیسے؟ خدا نخواستہ وہ ہم پر حملہ کر دے تو ہم سارے کے سارے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اتحاد میں آ جاتے ہیں۔ وہ باڈر کے اوپر ذرا بھی شرارت کرے تو آپ کے اندر ایک لہر دوڑ جاتی ہے اور سب مسلمان اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں سب لوگ اکٹھے ہو گئے تھے۔ ایسی لہر آئی تھی کہ سب پورے وطن پرست ہو گئے تھے۔ اس کے بعد پھر علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔ دعا یہی کرو کہ آپ لوگوں کو دین کا وہ حصہ سمجھ آ جائے جس کے مطابق آپ لوگوں کو اپنے سے زیادہ اپنے بھائی کا حق سمجھ آ جائے۔ یہ علم کی نہیں عمل کی بات ہے۔ اپنے بھائی کا حصّہ اسے دے دو اور دوسری بات یہ ہے کہ اپنا حصّہ بھی اسے دے دو۔ یہ مشکل لگتا ہے؟ پہلے آپ اس کا حصّہ اسے فوراً دے دو اور پھر اپنا حصّہ بھی دے دو۔ پھر آپ دیکھنا کہ یہی عمل وہ آپ کے ساتھ کرے گا۔ پھر آپ دیکھنا کہ اس طرح کرتے کرتے مسلمان، مسلمان ہو جائیں گے۔

سوال:۔

جب فقہ نہیں تھا تو اس وقت دین کیا تھا؟

جواب :۔

اس وقت دین مکمل تھا۔ دین نے انسان ڈھالے۔ ڈھلے ہوئے انسانوں نے فقہ نکالا۔ وہ مخلص لوگ تھے۔ انہوں نے دین سے پوری روشنی لی۔ اب آپ لوگ تقلید پرست ہیں اور وہ عمل پرست تھے۔ انہیں فقہا نے عمل دیا کہ یہ عمل کر لو' یہ ایسا ہونا چاہیے اور وہ ایسا ہونا چاہئے اور انہوں نے قوم کو عمل کر کے دکھا دیا۔ اب آپ لوگ کیا کرتے ہو کہ ایک آدمی قرآن پڑھتا ہے اور کہتا ہے اسلام نے یہ کہا اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ ایک نے سن لیا' وہ آگے بتا دیتا ہے' خبر چلتی جاتی ہے اور آدمی جدا ہوتے جاتے ہیں۔ آج کا مسلمان نہ خود ایک ہوتا ہے اور نہ دوسرں کو ایک ہونے دیتا ہے۔ وہ صرف باتیں سناتا ہے اور عمل نہیں کرتا۔ اس لیے' عمل پر زور دو۔ لیکن آج کا مسلمان عمل کرنے کی بجائے گلہ کرتا جا رہا ہے کہ یہ زندگی بڑا عذاب ہے اور بڑی بے چینی ہے' اس طرح تو مسلمان برباد ہو جائیں گے۔ اس طرح وہ اللہ کا گلہ کرتا جا رہا ہے' زندگی کا گلہ کرتا جا رہا ہے' بلکہ ہر شے کا گلہ کرتا جا رہا ہے کہتا ہے ہمارے آباؤ اجداد پرانے لوگ تھے' پتہ نہیں کیا کرتے رہتے تھے اصل میں زندگی تو یہ ہے' دیکھو روس کتنی ترقی کر گیا ہے' امریکہ کتنی ترقی کر گیا ہے اور اسلام پسماندہ سا ہے۔ یہ ہے تضاد اور منافقت۔ میں آپ سے پھر کہتا ہوں کہ عین ممکن ہے کہ کافر بھی بخشا جائے' عین ممکن ہے مسلمان بھی بخشا جائے لیکن منافق نہیں بخشا جائے گا۔ منافق کی تعریف یہی ہے کہ جو اگر سچا کلمہ پڑھے تب بھی جھوٹا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ اے نبیؐ آپ کے پاس منافق آتے ہیں " اذا جاء ک المنافقون

قالوا نشھد انک لرسول اللہ واللہ یعلم انک لرسولہ۔ واللہ یشھد ان المنافقین لکذبون کہ جب آپ ﷺ کے پاس منافق آتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ کہتا ہے کہ میں تو جانتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں لیکن میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ یہ منافق جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ گویا کہ سچ کہنے والا منافق بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہوتا ہے۔ اگر منافق یہ کہے کہ آپؐ اللہ کے سچے رسول ہیں تب بھی جھوٹ کہہ رہا ہے حالانکہ آپؐ سچے رسول ہیں۔ تو اس طرح آدھے سے زیادہ لوگ منافق ہیں۔ اب تبلیغ کیا اور تصوّف کیا۔ پیسہ حرام' رزق حرام' کھانا حرام' پینا حرام' کتاب حرام' اس طرح آدھے سے زیادہ حرام چیزیں ہیں۔ اب عذاب کا وقت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ آپ پر بڑا مہربان ہے' فکر کی کوئی بات نہیں' دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے پار کردے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ان پر عذاب نہیں لا سکتا جب کہ آپ ﷺ ان میں ہوں۔ تو عین ممکن ہے کہ حضور پاک ﷺ کے نام سے ہماری بخشش ہو جائے وگرنہ تو مسلمانوں کے اعمال ایسے نہیں ہیں جو کہ خانہ کعبہ سے غلاف چرا کے لے آتے ہیں اور بڑا بڑا کچھ کرتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ کا فرمان ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان پر عذاب ڈالا جائے جب کہ آپ ﷺ ان میں ہوں اور اللہ نے یہ فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب سے زیادہ وسیع ہے۔ اللہ کا غضب یہ ہو گا کہ وہ آپ سے انصاف کرے۔ دعا یہ کرو کہ یا اللہ ہمارے ساتھ انصاف نہ کرنا بلکہ مہربانی کرنا' یا اللہ ہم تیرے بندے ہیں' ہمیں ڈرایا نہ کرو! دراصل آپ کو اللہ نے نہیں ڈرایا بلکہ مولوی صاحب نے

ڈرایا ہے۔ جو شخص آپ کو یہ کہتا ہے کہ تم دوزخ میں جاؤ گے تو وہ خود ہی جائے گا۔ کیا پتہ کون کہاں جائے گا۔ کسی کو کوئی پکا پتہ نہیں کہ کون کہاں جائے گا۔ جس شخص کے پاس جنت میں جانے کی خبر آ گئی ہو وہ بتا سکتا ہے کہ تمہارے دوزخ جانے کی خبر آئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ابھی کسی کو خبر نہیں آئی۔ لہٰذا وہ اپنی جنت میں جائے اور ہماری جنت کو ہمارے لئے چھوڑ دے' ہم خود ہی چلے جائیں گے۔ جو شخص کسی دوسرے شخص کو یہ کہہ دے کہ تم دوزخ میں جاؤ گے تو اس کی اپنی بخشش مشکل ہے۔ امت کے اندر وہ امتی جو کسی اور امتی کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے بغیر یہ کہتا ہے کہ وہ دوزخ میں جائے گا تو اس نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی اطاعت نہیں کی۔ لہٰذا آپ کسی دوسرے کو دوزخ کی خبر نہ سنانا۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو جنت میں بھیج دے' میری خیر ہے تو اس کا بھائی بھی جنت میں جائے گا اور وہ بھی جائے گا۔ آج کا مسلمان اتنی بڑی جنت تقسیم کرتا ہے لیکن پیسہ تقسیم نہیں کرتا۔ کہتا ہے اس کو میں جنت دوں گا لیکن ابھی یہاں اسے پیسہ نہیں دیتا۔ یہ جھوٹا آدمی ہے۔ وہ شخص جو جنت تقسیم کر رہا ہے اور مال تقسیم نہیں کرتا وہ بے چارہ ان پڑھ آدمی ہے۔ لمبی بات نہ کرو' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی دیکھو۔ سب سے زیادہ علم' سب سے زیادہ فضل اور باقی سب کچھ ادھر ہی ہے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی عام آدمی کے برابر رکھی۔ یہ اصل بات ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں فاقہ نہیں تھا جب کہ دوسرے کے ہاں فاقہ تھا۔ یہ ہے خوبی۔ آپ کے پاس سب

سے بڑا علم ہو اور اپنی زندگی سب سے کمزور آدمی کے برابر رکھو تو یہ ہے بادشاہی اور یہاں کا بادشاہ کیا اور رعایا کیا' ہر طرف جھوٹ کا بیان ہے۔ بیان کرنے والا کہتا ہے کہ " اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اور اللہ کے حبیب ﷺ نے یہ فرمایا ہے ..... میں سیرت پر جلسہ پڑھوں گا "۔ " آپ پھر کیا لو گے "؟ " ساڑھے تین ہزار روپے لوں گا "۔ " اتنے پیسے نہیں ہیں جناب " " پھر میرا بیٹا لے جاؤ "۔ اتنے بڑے علم والا ساڑھے تین سے کم بات ہی نہیں کرتا۔ ایسے ایسے واقعات ہیں کہ کیا بتایا جائے۔ توکل کا بیان' توبہ کا بیان' تقویٰ اور طہارت کا بیان اور ساتھ پیسے کا بیان' رو رو کے بیان کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا' سبحان اللہ ! سبحان اللہ! اور پھر اپنی بیٹی کو ہزاروں لاکھوں کا جہیز دیتا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ حضور پاک ﷺ کے لباس پر پیوند لگا ہوتا تھا' کوئی ایسا صاحب علم دکھا دو جو اپنے لباس میں پیوند لگا لے' ایک بیٹی تو ایسی ہو جو قربان ہونے کے لئے تیار ہو جائے اور اتنا جہیز لے کے جائے جتنا آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کو دیا تھا۔ آپ صرف علم بیان کرتے جائیں گے لیکن کوئی عمل تو بتاؤ۔ حضور اکرم ﷺ نے آج تک کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ اور آپ ﷺ بڑے رحیم اور بڑے شفیق تھے۔ لیکن آج کا مسلمان کسی کی چھوٹی غلطی بھی معاف نہیں کرتا۔ یہ ہے تضاد جو آپ کے اندر آیا پڑا ہے۔ اس لئے اس سے پہلے کہ پکڑ آ جائے' آپ مل جل کے توبہ کر لو۔ افغانستان میں پکڑ آئی ہے' ایران کے ساتھ پکڑ ہو گئی ہے' ہندوستان کا مسلمان پسا پڑا ہے اور اس کی پکڑ ہو گئی ہے' بنگلہ دیش کا مسلمان پسا پڑا ہے اور پکڑ ہو گئی ۔ مسلمان ہر جگہ

پریشان ہے اور پکڑ ہوئی پڑی ہے۔ اب آپ کی باری ہے' تھوڑا سا اشارہ کراچی میں ہوا پڑا ہے۔ آپ ایسے بیٹھے ہیں جیسے کچھ نہیں ہونا۔ اس سے پہلے کہ کچھ ہو توبہ کا دروزاہ موجود ہے اور آپ توبہ کر لو۔ یا تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے تابع ہو جاؤ یا پھر سزا کا موقع ہے۔ میرا خیال ہے تابع رہنا بہتر ہے۔ آپ صرف بیان کرتے رہتے ہو کہ آپؐ نے یہ فرمایا اور دوسرے کو سنا دیتے ہو مگر ذاتی طور پر تابع فرمان نہیں ہوتے۔ اس لئے کوشش کرو' اور اپنے آپ پر مہربانی کرو۔ آپ کے ملک میں بنیادی جمہورتیوں کا زمانہ آیا' جمہوریت کا اعلان ہوا' مگر نافذ نہیں ہوئی' سوشلزم کا اعلان تھا مگر نہیں آیا' اسلام کا اعلان تھا مگر وہ بھی نہیں آیا۔ کل کو آپ اور اعلان لے کے آؤ گے مگر وہ بھی ایسے ہی ہو گا۔ خدا رحم کرے۔ آپ کی قوم ایسی ہے کہ آج زندہ باد کہہ دے تو پھر گھر آ کے پروگرام بناتے ہیں کہ اب مردہ باد کب کہنا ہے۔ اس لئے دعا کرو کہ سب مسلمانوں کی عاقبت درست ہو اور آپ کی عاقبت درست ہو۔ لمبا چوڑا علم درکار نہیں۔ اللہ آپ کو اتنا علم دے کہ یہ چھوٹا سا سفر کٹ جائے۔ کشتی آپ کو دریا کے پار لے کے جانی ہے' اتنا سارا پروگرام چاہئے۔ باقی فضول ہے' آگے جا کے آپ نے سب کچھ پھینک دینا ہے۔ کچھ عرصہ بعد آپ خوراک بھی نہیں کھا سکو گے اور آپ کی نگاہ بھی کمزور ہو جائے گی اور باقی سب واقعات بھی کمزور ہو جائیں گے۔ دعا کرو کہ اللہ فضل کرے اور مسلمانوں کو اتحاد نصیب ہو۔

سوال :۔

کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جنت اور دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ حساب تو ابھی ہونا باقی ہے تو یہ سزا جزا اسے کس بات کی دی جاتی ہے؟

جواب :۔

اگر فیصلہ یہاں سے نہ ہوتا تو اس دَور کے سفر پر کوئی نہ چلتا۔ کسی کو خبر ہی نہ ہوتی کہ آگے کیا ہونا ہے اور سب یہی کہتے کہ :۔

جب حشر کا دن آئے گا
اس وقت دیکھا جائے گا

تو پھر یہ اتنے ہنگامے نہ ہوتے اور اتنا عمل نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی دیکھو کہ اس سارے سفر کے دوران جس کا فیصلہ آگے ہونا ہے اس کے کچھ نہ کچھ فیصلے پہلے Announce کر دئے جاتے ہیں۔ یہاں سے آ کر پھر نیا واقعہ شروع ہوتا ہے مثلاً" شہید یہاں ہوتا ہے اور آگے کا انتظار نہیں کیا جاتا بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ سیدھا جنت میں چلا گیا حالانکہ ابھی حساب کتاب ہونا ہے۔ انبیاء علیہم السلام بھی جنت میں چلے گئے اور عشرہ مبشرہ جن کو پہلے بشارت مل گئی وہ سب جنت میں چلے گئے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق صحابہ کرامؓ سب مجموعی طور پر جنت میں جائیں گے اولیاء کرام بھی سب جنت میں جائیں۔ مثلاً" داتا صاحبؒ کے بارے میں آپ سے پوچھا جائے کہ کیا وہ جنت میں جائیں گے تو آپ کہیں گے لازمی بات ہے۔ ان سب کا فیصلہ تو آگے ہونا تھا مگر یہاں ان کے بارے

میں کیا خیال ہے' تو آپ کہیں گے کہ یہ جنت میں جائیں گے۔ جس خیال سے اور جس وثوق سے آپ یہ کہتے ہو کہ یہ سب جنت میں جائیں گے تو وہی میٹر لگا کے آپ اپنے بارے میں دیکھو کہ آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟ اگر آپ کے خیال میں اندیشہ ہے تو اس کی اصلاح کر لو۔ لہٰذا بخشش یہاں سے ہوتی ہے۔ یہیں سے دوزخ اور جنت کا پتہ چل جائے گا۔ یہ راز ہمیں یہیں سے بتایا جا رہا ہے تاکہ آپ اپنی اصلاح کر لیں۔

آخر میں سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں پر فضل کرے اور انہیں فرقوں کی بجائے ایک ہونے کی توفیق عطا فرمائے!

۱ اگر ہم خلوص کا اظہار نہ کریں تو خلوص خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے' اس لئے ہم کیا کریں۔ اور ہمیں زندگی میں اللہ کے حوالے سے کیا کرنا چاہئے؟

۲ ہمیں زندگی میں اصل میں کون سے مقاصد حاصل کرنے چاہییں؟

۳ آپ نے فرمایا ہے کہ بھائی کو دو' تو مسکین اور یتیم کی بھی تو مدد کرنی چاہئے۔

سوال :-

اگر خلوص کا اظہار نہ بھی کریں تو خلوص تو خود بخود ہی ظاہر ہو جاتا ہے، اس لئے ہم کیا کریں۔ یہ بھی فرمائیں کہ ہمیں زندگی میں اللہ کے حوالے سے کیا کرنا چاہیئے؟

جواب :-

اگر خلوص زندگی میں داخل ہو جائے تو زندگی خود ہی ظاہر ہو جائے گی، صرف خلوص ظاہر نہیں ہو گا۔ مخلص بندہ کبھی ظاہر نہیں کرتا کہ میں مخلص ہو گیا ہوں۔ اگر کوئی شخص اپنے خلوص میں باقی سب سے نمایاں ہو گیا تو Meaning Thereby باقی لوگ کم خلوص میں ہوں گے۔ ایک آدمی کسی کو دیکھ کے رونے لگ جاتا ہے اور اس پہ رِقّت طاری ہو جاتی ہے تو ثابت یہ ہوا کہ اسے محبت زیادہ ہے اور باقیوں کو اس طرح محبت نہیں ہے۔ اگر کسی کلاس، جماعت یا گروہ میں ایک شخص کا Behaviour ایسا ہے کہ وہ اسے باقیوں سے استثناء میں لے آئے تو وہ اچھا نہیں ہے۔ یہاں سے پوری قوم برباد ہوئی ہے۔ مثلاً" آپ سارے

بیٹھے ہوئے ہوں اور ایک آدمی اٹھ کھڑا ہو اور زور سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے لگ جائے اور یہ کہے کہ یہاں سے حضور پاک ﷺ کی سواری گزر گئی ہے، چاہے وہ سچ ہو لیکن جن کو نظر نہیں آیا انہیں کیا جتا رہے ہو کہ کیا گزر گیا، ان کو تو یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم اندھے ہو کہ تمہیں نظر نہیں آ رہا۔ تو نہ دیکھنے والے اپنے اسلام پہ شک کریں گے۔ اصلی بات یہ ہے کہ اس طرح کی Superiority ظاہر نہ کرو اور دوسروں کو شک اور اندیشے میں نہ ڈالو۔ کچھ لوگ مسجد میں داخل ہوتے وقت رونی شکل بنا لیتے ہیں اور نماز پڑھتے پڑھتے رقت طاری کر لیتے ہیں، یہ اکثر نقلی ہوتا ہے۔ اگر اللہ کے ساتھ آپ کی محبت ہے تو ساری زندگی اللہ کی ہے۔ نقلی آدمی کا Behaviour جو ہے وہ Segments اور Fragments میں ہو گا مثلاً" مسجد میں وہ خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کرے گا اور جب وی سی آر کی باری آئے گی تو وہ اس وقت اور ہو گا حالانکہ وہ وقت ہے اللہ کو یاد کرنے کا۔ وہ آدمی جس کی زندگی کا ہر شعبہ اللہ کے لئے ہے وہ تو حق پر ہے اور جن لوگوں کی زندگیوں میں اس کے علاوہ شعبے ہیں اور مختلف Behaviours ہیں، ان کی بات نہیں بنتی۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ Behaviour جو ہے یہ Contradiction میں آتا ہے اور ایسے آدمی کی شکل نظر آ جاتی ہے۔ ہمارے پاس کئی کئی سال سے کچھ لوگ آ رہے ہیں اور انہوں نے لوگوں کو معاف نہیں کیا حالانکہ میری Basic تعلیم یہ ہے کہ ہر ایک کو معاف کر دو۔ پھر بھی وہ لوگ یہاں آتے رہتے ہیں۔ معافی نہ دینا ناسور ہے۔ اللہ نے حضرت یوسفؑ کی کہانی بیان کی ہے ناں۔ اس کہانی میں

سے میں نے آپ کے لئے بڑے نتیجے نکالے تھے۔ اللہ نے آپ کو سمجھانے کے لئے ہر بات سے ایک بات نکالنی ہے کیونکہ وہ اللہ ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ یوسفؑ نے ایک خواب دیکھا واذ قال یوسف لابیہ یابت انی رایت احد عشر کوکبا وشمس والقمر رایتھم لی سٰجدین یعنی یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا کہ اے ابا جان میں نے دیکھا خواب میں کہ گیارہ ستارے' سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں ---- باپ نے کہا مت بتانا اپنے بھائیوں کو کیونکہ کہیں ایسا ویسا نہ ہو جائے۔ بھائیوں نے محسوس کیا کہ باپ ہمیں نظر انداز کرنے لگ گیا ہے اس لئے یوسفؑ سے نجات پاؤ۔ اپنے ساتھ لے گئے اور کنوئیں میں گرا دیا۔ حضرت یعقوبؑ نے ساتھ بھیجنے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے جب کہ تم اس سے غافل رہو۔ انہوں نے کہا جب تک ہم ہیں بھیڑیے کی کیا مجال ----- ایک بھائی نے کہا اسے قتل کر دو' دوسرے نے کہا آخر بھائی ہے' اتنا تو خیال رکھو' قتل نہ کرو بلکہ اس کو کسی بند کنوئیں میں ڈال دو' آگے اس کی قسمت اور اس کا مقدر۔ آخر انہیں کنوئیں میں ڈال دیا گیا اور بھائی گھر آ گئے اور قمیض پر دمِ کذب یعنی جھوٹا خون لگا کر باپ سے کہا کہ آپ کا اندیشہ پورا ہو گیا' یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔ حضرت یعقوبؑ نے انہیں کچھ نہیں کہا' حالانکہ انہوں نے کہا تھا کہ میں یوسفؑ تمہاری امان میں دیتا ہوں' اس کا دھیان کرنا۔ اگر کوئی سیانا آدمی ہوتا جیسا کہ آج کا Modern man ہے تو وہ کنوئیں میں فیصلہ کر لیتا کہ جب کبھی موقع ملا میں ایک بھائی کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ حضرت یوسفؑ نے یہ فیصلہ نہیں کیا کیونکہ وہ پیغمبر ہیں اور

انہیں کنوئیں میں ایک آواز آئی کہ مبارک ہو، پیغمبری کا سفر شروع ہو گیا ---- اس کے بعد قافلے والوں نے آپ کو کنوئیں سے نکالا، باہر نکل کے بچہ رونے لگ گیا، پوچھا گیا کہ کیوں روتے ہو تو یوسفؑ نے کہا کہ بھائی یاد آ رہے ہیں۔ انہوں نے بھائیوں کے عمل کو یاد نہیں رکھا بلکہ بھائیوں کو یاد رکھا ---- تو یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ اللہ کی بات سن کر آپ کے عقیدے میں کتنی پختگی آئی ہے اور عمل میں کیا Change آئی ہے پھر یوسف کو مصر لے گئے۔ وہاں غلام کے طور پر Open Market میں ان کا ریٹ لگا ---- بعض اوقات بلند آدمی ان پستیوں سے بھی گزر جاتے ہیں، اس سے کردار میں فرق نہیں پڑتا۔ اس سے نصیب کو فرق نہیں پڑتا اور یوسفؑ تو پیغمبر بھی ہیں اور پیغمبر زادے بھی ہیں۔ جب ان کا ریٹ لگ رہا تھا تو وہاں ایک بڑھیا اپنا سوت لے کے آئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا یوسفؑ کو اس سوت سے خریدو گی تو اس کا جواب تھا کہ:

یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر

اور میری کل کائنات یہی ہے اور اس سے میں یوسف علیہ السلام کو خریدنا چاہتی ہوں۔

اگر یوسف ہوریں مینوں نہ دیسن
خریداراں وچوں میکوں گنڑ ڈیسن

یعنی اگر یوسفؑ مجھے نہ دیں گے تو کم از کم خریداروں میں میرا نام تو آ جائے گا۔ اس کے بعد جب وہ عزیزِ مصر کے گھر پہنچے تو اور واقعہ شروع ہو گیا۔ ایک عورت میں والہانہ پن پیدا ہو گیا کیونکہ اس کے لئے یہ مقدر شدہ تھا۔ جب یوسفؑ جوان ہوئے تو اس نے انہیں ورغلایا اور دعوت

گناہ دی یوسفؑ نے کہا قال معاذاللہ یعنی مجھے خدا کا خوف ہے اور بھاگنا شروع کر دیا تو بند دروازے کھلتے گئے' اس عورت نے پیچھے سے قمیض پکڑی تو وہ پھٹ گئی۔ آگے دروازے پر عزیزِ مصر موجود تھا۔ اب اس عورت نے مکر کیا اور کہا کہ یہ ہے آپ کا غلام جس نے میرے ساتھ بدتمیزی کی ہے۔ معصوم بچے نے دلیل دی کہ اگر قمیض آگے سے پھٹی ہو تو میں قصور وار ہوں اور اگر پیچھے سے پھٹی ہے تو میرا قصور نہیں ہے ---- ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ زلیخا نے مصر کی عورتوں کو دکھایا کہ یوسفؑ کا جمال کیا ہے۔ یوسفؑ کو دیکھتے ہی پھل کاٹنے والی عورتوں کی انگلیاں کٹ گئیں کیونکہ وہ اس جمال میں محو اور بے خود ہو گئی تھیں ---- پھر وہ جیل میں چلے گئے اور وہاں انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم ملا۔ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ وہ بادشاہ کو انگور کا رس پلا رہا ہے' یوسفؑ نے کہا کہ تو وزیر بحال ہو جائے گا۔ دوسرے آدمی نے کہا میرے سر پر روٹیاں ہیں اور کوے کھا رہے ہیں تو آپ نے کہا کہ تیرا وقت ختم ہو گیا ہے اور تو پھانسی لگ جائے گا ---- تو وزیر بحال ہو گیا اور دوسرا آدمی پھانسی چڑھ گیا۔ کچھ عرصہ بعد عزیز مصر کو خواب آیا کہ سات کمزور گائیں سات موٹی گائیں کھا گئیں اور گندم کے کمزور خوشے موٹے خوشوں کو کھا گئے۔ وہ بڑا پریشان ہوا۔ سارے علاقے میں کوئی خواب کی تعبیر بتانے والا نہیں تھا۔ اس وزیر نے کہا بادشاہ سلامت تعبیر بتانے والا ایک شخص ہے جو جیل میں ہے' اور اس نے مجھے پیغام دیا تھا کہ کبھی میری ضرورت پڑے تو بادشاہ سلامت سے کہنا کہ "کیا ہوا ان کا جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے" تب تک بادشاہ پہچان گیا تھا کہ یہ اس عورت کا مکر ہے۔ تو یوسفؑ

آئے اور تعبیر میں بتایا کہ تمہارے ملک میں سات سال گندم ہو گی اور اگلے سات سال قحط ہو گا، اس گندم کو سٹور کر لو تو قحط میں کام آئے گی۔ تو بادشاہ نے آپ کو وزیر مال بنا دیا ----- تو غلام اب مالک بن گیا۔ اللہ کی شان دیکھتے جاؤ۔ لوگ دور دراز سے آتے اور قحط کے دوران گندم لے جاتے۔ یوسفؑ کے بھائی بھی اس بادشاہت کے علاقے میں آتے تھے۔ کنعان میں بھی قحط آ گیا اور آپ کے سارے بھائی گندم لینے آئے۔ حضرت یعقوبؑ نے انہیں کہا کہ شہر میں الگ الگ دروازوں سے داخل ہونا، کہیں سب کو ساتھ دیکھ کر اور تمہارا دبدبہ دیکھ کر کچھ ہو نہ جائے۔ اب یہ ٹائم تھا انتقام لینے کا اور یوسفؑ انہیں پہچان گئے، پوچھا کتنے بھائی ہو، انہوں نے کہا سات۔ آپ نے پھر پوچھا کوئی اور بھی تھا۔ انہوں نے کہا ایک اور بھائی تھا لیکن وہ مر گیا۔ یوسفؑ کا ایک چھوٹا بھائی بن یامین بھی تھا، آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو بولے وہ گھر میں ہے۔ انہوں نے کہا اس مرتبہ تو گندم لے جاؤ مگر جب دوبارہ آؤ تو اس بھائی کو بھی ساتھ لے آنا ورنہ گندم نہیں ملے گی۔ جب وہ دوبارہ آئے تو بن یامین کو ساتھ لے آئے اور یوسفؑ ان سے علیحدگی میں ملے اور بتایا کہ میں وہی یوسف ہوں۔ بن یامین نے کہا کہ ان سے انتقام کیوں نہیں لیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ بھائی ہیں، ان کی Service یعنی خدمت کرتا ہوں، ان کا احساس بیدار کرا دوں گا اور ان کو سزا نہیں دوں گا۔ لا تثریب علیکم الیوم یعنی آج کے دن تمہاری کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ ان کی پالیسی تھی۔ پھر بن یامین کے سامان میں برتن ڈال دیا اور چوری کے الزام میں اسے گرفتار کرا لیا گیا اور یوں اسے یوسفؑ نے اپنے پاس روک لیا۔

باقی بھائیوں سے کہا کہ جاؤ اور اپنے باپ کو میری یہ قمیض دے دینا۔ وہ باپ جو یوسفؑ کی جدائی میں روتے روتے بینائی گم کر بیٹھے تھے، جب قمیض شہر میں داخل ہوئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے۔ اسے آپ قمیض کا اعجاز سمجھو یا بھیجنے والے کا اعجاز سمجھو، قمیض کی خوشبو آتے ہی بینائی بحال ہو گئی۔ بیٹوں نے بتایا کہ چوری کے الزام میں انہوں نے ایک بھائی کو پاس رکھ لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اسے اللہ کے سپرد کیا ہے، وہ پہلے بیٹے کو بھی لے آئے گا ---- اور پھر سارے مصر گئے اور وہ خواب پورا ہو گیا کہ ماں، باپ اور سارے بھائی بادشاہ کے سامنے تعظیم کے ساتھ جھک گئے اور پھر اللہ کی طرف سے اطلاع آئی کہ یہ تھی آپ کے خواب کی تعبیر۔ کسی جگہ بھی یوسفؑ نے بھائیوں سے انتقام نہیں لیا۔

میں آپ کو بتا رہا تھا کہ میرے ہاں محفل میں آنے کا آپ کو کیا فائدہ ہونا چاہئے۔ پہلی بات تو یہ کہ آپ کا عقیدہ پختہ ہونا چاہئے کہ ہم مریں گے اسلام پر، چاہے ہمیں اسلام کی سمجھ نہ آئے اور یہ کہ زندگی بھی اسلام کے ماتحت ہو، اچھی ہو جائے اور اس میں انتقام نہ ہو۔ یوسفؑ کے بھائی اور ہیں، یوسفؑ اور طرح کے ہیں، ان کا عمل بھی دیکھو اور یوسفؑ کا Behaviour بھی دیکھو۔ آپ درمیان میں کھڑے ہو کر یہ دیکھو کہ آپ نے کون سا Behaviour چننا ہے۔ اگر یوسفؑ کے بھائیوں والا سلوک چننا ہے تو پھر دوسری طرف چلے جاؤ اور اگر یوسفؑ والا سلوک چننا ہے تو پھر ٹھیک ہے، انتقام نہ لینا۔ جب عملی وقت آیا تو پھر آپ بھائی سے کہو گے کہ مکان کو درمیان سے لکیر لگاؤ۔ کیا آپ نے

ہمیشہ کے لئے اس مکان میں رہنا ہے؟ اگر نہیں رہنا تو پھر جھگڑا چھوڑ دو کیونکہ آپ نے صرف وقت گزارنا ہے۔ ہندی میں اسے کہتے ہیں "مورکھ" ---- مورکھ کو سمجھ نہیں آتی۔ مورکھ ساری عمر مال جمع کرتا رہتا ہے اور آخر میں دیکھتا ہے کہ روکڑی خالی ہو گئی۔ ہٹلر کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کو سکول کے زمانے میں کسی نے پتھر مارا تھا' اس نے وہ پتھر جیب میں رکھا اور بارہ سال اس آدمی کا انتظار کیا۔ آخر ایک دن وہ قابو آگیا اور ہٹلر نے اسے پتھر مارا اور کہا کہ یہ ہے تمہارے اس سوال کا جواب جو تم نے مجھ سے بارہ سال پہلے کیا تھا' جب میں بچہ تھا" یہ ہے انتقام اور گھٹیا پن ---- دوسری بات یہ ہے کہ آپ دشمن سے کہو کہ تو نے ہم سے جو سلوک کیا وہ تمہاری کمزوری تھی اور ہم تم سے جو اچھا سلوک کریں گے یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو بدقسمت بنانا ہے تو بھائی سے برا سلوک کرو یا انتقام لو۔ یہ بات زیب نہیں دیتی۔ تو اسلام پر عقیدہ رکھو اور نہ مرو جب تک تم اسلام میں داخل نہ ہو جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ زندگی اچھے سلوک سے گزارو۔ کون سا سلوک؟ جیسا پیغمبروں نے کیا۔ جب اللہ کے محبوب ﷺ مکہ کے فاتح ہوئے تو سب لوگ ڈر گئے کہ اب تو بدلے کا وقت آئے گا۔ آپ ﷺ نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ہم آپ سے کیا سلوک کرنے والے ہیں۔ سب نے کہا آپ بہتر جانتے ہیں۔ آج بولنے کا وقت نہیں رہا تھا اور قریش کا سارا غرور خاک میں مل گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے آج وہ سلوک کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے میرے بھائی یوسف ؑ نے اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ اور وہ

سلوک کیا تھا؟ لا تثریب علیکم الیوم یعنی نہیں ہے کوئی سزا آج کے دن ---- یہاں تو ہر آدمی فرعون بننا چاہتا ہے اور اتنا طاقت ور بننا چاہتا ہے کہ ساری دنیا اس کی تابعدار ہو جائے۔ جنہوں نے تابعداری کرائی ہے کیا آپ نے ان کا انجام دیکھا ہے۔ فرعون کہتا تھا انا ربکم الاعلیٰ یعنی میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔ غرور کا مقام اس حد تک پہنچتا ہے کہ انسان خود کو خدا سمجھتا ہے اور لوگوں کو اپنے بندے' تابعدار اور اطاعت گزار سمجھتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ He wants to command ۔ اگر اس کے پاس دو پیسے آ جائیں تو غریب کو ڈھونڈتا ہے' اس لئے نہیں کہ اس کی خدمت کرے بلکہ اس کو ڈرانے کے لئے اور رعب ڈالنے کے لئے۔ اسی طرح وہ گریڈوں کے حساب کرتا ہے' اگر کارخانہ لگا لے تو بھائی کو کہتا ہے تو میرے پاس نوکری کر لے ---- کسی آدمی نے اپنے بھائی کے ساتھ وہ سلوک نہیں کیا جو بھائی ہونے کی حیثیت سے امتیازی ہونا چاہئے ---- سارے رشتوں کی اذیت اس وجہ سے ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو اللہ کے حکم کے ماتحت چلے ---- مدعا یہ کہ آدھے مقدمے فیملی کے ہوتے ہیں' جائیدادوں کے ہوتے ہیں اور زمینوں کے ہوتے ہیں ---- عمریں مقدمے میں گزر جاتی ہیں اور پھر پتہ چلتا ہے کہ دونوں ہی مر گئے اور جج صاحب بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور مقدمہ وہیں کھڑا ہے۔ چار دن کا میلہ ہے اور پھر سب کچھ ختم ہو جاتا ہے۔ شہد کے چھتے میں ایک مکھی ملکہ ہوتی ہے' اس کو جہاں بٹھا دو سب مکھیاں وہاں آ جاتی ہیں۔ جہاں وہ مکھی جائے گی باقی سب مکھیاں وہاں آ جائیں گی۔ اسی طرح جس آدمی کو جس طرح کی ابتداء ملتی ہے وہ

اسی طرح کا ماحول دیکھتا ہے۔ مثلاً" ایک آدمی جھگڑالو ہے تو محلے میں چاروں طرف اسے جھگڑا مل جائے گا۔ آدھی سے زیادہ عمر میاں بیوی کے آپس کے جھگڑے میں گزر جاتی ہے اور وہ دو بدو رہتے ہیں' روبرو رہتے ہیں۔ اس طرح کئی خاندان برباد ہوئے ہیں۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو معاف کر دے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جو اچھی ابتداء کر دے۔ کوئی ایسا نہیں جو بھائیوں سے صلح رکھے' باپ سے صلح رکھے اور استادوں سے صلح رکھے۔ اس طرح پڑھائی بند ہو گئی' مولوی کے Behaviour سے مسجد بند ہو گئی۔ ماں کو انکار کر جاتے ہیں اور مرشدوں کو بھی انکار کر جاتے ہیں۔ ماڈرن پرستی جو ہے وہ حقیقت پرستی سے دور چلی گئی ہے۔ اس میں لمبے چوڑے عرفانِ کی بات نہیں ہے لیکن اگر ایمان ہو گا تو صحیح بات کرو گے۔ اگر باپ جاہل ہے تو آپ اسے جاہل سمجھ کے Treat کرو گے' اگر غریب ہے تو اسے اپنا peon سمجھو گے لیکن اپنا والد صرف تب سمجھو گے جب آپ ایمان میں آؤ گے اور اسے اللہ کا حکم سمجھو گے۔ پھر آپ کہو گے یہ ہمارے ابا جان ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ولا تقل لھما اف ان کے آگے اف مت بولو ---- زندگی میں سمجھ کب آتی ہے؟ جب آپ ایک تازہ کھدی ہوئی قبر دیکھو

When there is an open grave and you are standing at the grave of your father and mother

اور جب آپ ماں یا باپ کی قبر پر مٹی ڈلتے ہوئے دیکھتے ہو' تب معلوم ہوتا ہے کہ پیار کرنے والا چہرہ غائب ہو گیا ہے اور دعا دینے والا چہرہ غائب ہو گیا۔ اب آپ اپنی " انا " کو پالتے رہو اور وبال کو پالتے رہو۔ اس

چہرے کے جانے سے آپ کی نظر پہ اندھیرا آگیا اور آپ کو اپنی "انا" کی پرواہ ہے ---- تو آپ ایک چیز ضرور کرو کہ اپنے باپ کو باپ مانو ---- اگر بیٹا ہو کے آپ رعایت مانگتے ہو تو باپ کو رعایت کیوں نہیں دیتے ---- آپ کر کیا رہے ہیں ---- آپ کو رشتوں کی اذیت سے بچنا چاہئے۔ ایمان کو مضبوط رکھیں۔ ایمان کب مضبوط ہوتا ہے؟ جب آپ دیکھو کہ سارے کافر ہو گئے ہیں تو یہی موقع ہے ایمان میں آنے کا۔ فرض کریں آپ سمجھتے ہیں کہ سب رشوت لے رہے ہیں اور یہ جائز ہے تو رشوت لے لو لیکن اگر آپ کو پتہ چل جائے کہ یہ ناجائز ہے تو پھر مت لو کیونکہ یہ گناہ ہے۔ گناہ کیا ہے؟ عقیدے کے خلاف کام کرنا ---- آپ مخلص مسلمان بن جاؤ اور معذوری نہ ظاہر کرنا کہ یا اللہ ہم تھے تو مسلمان' پر مجبوریاں تھیں ---- اللہ کے ہاں تو زبانیں بند کر دی جائیں گی' سب کو خاموش کر دیا جائے گا' وہاں ہاتھ بولیں گے' اعضاء و جوارح بولیں گے اور آپ کے خدام آپ کے خلاف بولیں گے ---- اللہ آپ کے دلوں کو جانتا ہے۔ آج اگر آپ کو اللہ نہیں ملا تو ضمیر تو ملا ہے' یہ اللہ کی طرف جانے والا ہے' آپ ہر روز اس کے روبرو پیش ہوتے ہیں اور وہ پوچھتا کہ آپ کیا کر رہے ہو؟ اب اسے جواب دو کہ میں اپنے لئے آگ اکٹھی کر رہا ہوں یا پھول اکھٹے کر رہا ہوں۔ آگے جا کے کیا کرو گے' یہیں سے سب کام ہو گیا۔ اب بیانیہ اسلام بند کرو اور توبہ کرو اور انسان بنو ---- وعدہ کرو کہ آئندہ کسی سے رنجش نہیں رکھو گے۔ اگر آپ نے آئندہ رنجش رکھی' انتقام لیا' بھائی کو معافی نہ دی' اور ماں باپ کا حکم نہ مانا یا ماں باپ سے محبت نہ کی تو آپ کا ہم سے کوئی

تعلق نہیں۔ پھر سب کچھ End ہو جائے گا۔ اپنے ابا جان کی ایسے تابعداری کرو جیسے وہ اللہ کا ایک روپ ہے۔ اگر اللہ آپ کو کوئی چیز نہ دے' پھر بھی عبادت کرتے جاؤ' پھر بھی محبت کرتے جاؤ۔ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے کے عمل سے بے نیاز ہو جاؤ۔ محبوب کے پاس آپ گئے اور اس نے Get out کر دیا۔ مگر آپ ہر بار ہی اس کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہو' اس کے ہزار انکار کے باوجود کوئے ملامت میں پھر بھی جاتے ہو۔ یہ محبت ہے اور یہ ہے دنیاوی محبت۔ اگر اللہ سے آپ کو محبت ہو گئی ہے یا ماں باپ سے ہو گئی ہے تو ماں باپ سے سلوک اللہ تعالیٰ سے سلوک ہے۔ اب بتاؤ Where do yo stand ۔ بھائی کے ساتھ خوش اسلوبی اور خوش اخلاقی کرو اور اسے اپنی جائیداد میں سے بھی دو اور اسے کہو کہ اے میرے بھائی

All right! you are my brother

and you are owner of all I possess یعنی میرے پاس جو کچھ ہے تیرا ہے۔ پھر تم Command کرو گے۔ اگر آپ کے پاس پیسہ ہے تو جس کے پاس پیسہ نہیں ہے اسے دو۔ جن لوگوں کو آپ نے اپنے مرنے کا غم دینا ہے ان کو زندگی میں کوئی خوشی دے جاؤ۔ بہنوں کو اور بھائیوں کو خوشی دو۔ مثلاً" گلاب کے پھول کو اگر کوئی برا کہے تو کیا وہ خوشبو دینا چھوڑ دے گا۔ وہ تو خوشبو ہے اور اس کا نام ہی خوشبو ہے۔ اگر آپ خوشبو ہو تو خوشبو دیتے جاؤ اور اگر آپ وہ نہیں ہو تو پھر میں ہزارہا بار قرآن سناؤں آپ پر کوئی اثر نہیں ہو گا کیونکہ آپ نے دل میں بغض رکھا ہوا ہے' لالچ رکھی ہوئی ہے' انا پالی ہوئی ہے بلکہ ہر وہ شے پالی ہوئی

ہے جو نہیں پالنی چاہئے۔ ایسے آدمی پر اثر ہو گا جو قرآن کے ماتحت آنا چاہے' جو محبت کے ماتحت آنا چاہے۔ وگرنہ آپ کا اور میرا تعلق کس کام کا ---- تعلق تو اس لئے ہے کہ آپ میری بات سنو ---- میری Preference یہ ہے کہ اگر سارے لوگ کافر ہو جائیں اور ثابت ہو جائے کہ خدا نہیں ہے تو میں پھر بھی خدا کو مانوں گا ---- یہ میرا عقیدہ ہے کہ اللہ کو ہم مانتے ہیں اور مانتے چلے جائیں گے' اس میں شک و شبہ کوئی نہیں ہے۔ حضور پاک ﷺ کے بارے میں میرا عقیدہ ہے کہ جو آپ کا ارشاد ہے' صرف وہی ارشاد ہے اور کائنات کے سارے دانا اگر اکٹھے ہو جائیں تب بھی ان کی خاک پا کے برابر نہیں ہیں۔ یہ میرا عقیدہ ہے! یہ سارا ان کا فیض ہے۔ ساری دانائیاں' ساری رونقیں اور سارے واقعات انہی کا فیض ہیں اور ان کا فیض تو صرف ان کا فیض ہے۔

حضرت اویس قرنیؓ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ کی زیارت کو جانے لگے تو ان کی والدہ نے کہا کہ اگر حضور پاک ﷺ مسجد میں تشریف رکھتے ہوں تو زیارت کر کے آجانا' ورنہ واپس آ جانا۔ جب حضرت اویس قرنیؓ مسجد پہنچے تو حضور پاک ﷺ حجرے مبارک میں تھے اور وہ واپس ماں کے پاس چلے گئے۔ دوسری مرتبہ ارادہ کیا تو ماں نے کہا اگر حجرے میں ہوں تو مل لینا لیکن اس دفعہ حضور پاک ﷺ مسجد میں تھے اور وہ واپس آ گئے۔ اس طرح ظاہری ملاقات نہیں ہوئی۔ لیکن ملاقات کا یہ عالم ہوا اور اس کا فیض یہ ہوا کہ حضور پاک ﷺ نے اپنا جبہ مبارک ان کو بھیجا اور مستند اصحاب لے کر گئے یعنی حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ ان کے پاس جب جبہ مبارک لے

کر گئے تو انہیں بھی پتہ چل گیا اور ان کو بھی۔ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے حضور پاک ﷺ کو دیکھا ہے تو انہوں نے کہا ہم تو ہوتے ہی وہیں تھے۔ حضرت اویس قرنیؒ نے پوچھا کیا حضور پاک ﷺ کے ابرو مبارک ملے ہوئے تھے یا فاصلہ تھا۔ انہوں نے کہا ہم نے چہرے کی طرف تو نہیں دیکھا اور نہ دیکھنے کی مجال تھی۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ ﷺ کے ابرو ملے ہوئے تھے۔ یعنی کہ قرن کے علاقے کے رہنے والے، جن کی ملاقات نہیں ہوئی ہے، وہ کہہ رہے ہیں کہ میں نے دیکھا ہوا ہے ---- تو مدعا یہ ہے کہ یہ فیض ہے۔ حضور پاک ﷺ کیوں خوش ہوئے؟ کیونکہ حضرت اویس قرنیؓ نے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق اپنی ماں کا کہا مانا۔ یعنی کہ ماں کا حکم یہاں تک ہے کہ حضور پاک ﷺ کی زیارت کو بھی اگر ماں کہے تو نہیں کرنا ---- باپ کہے کہ حج نہیں کرنا تو حج نہیں کرنا۔ یہ تو اللہ کے حکم کی بات ہے کہ ولا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولاً کریما ان کے سامنے اف نہ کرو اور نہ ان کو جھڑکی دو اور ان کے ساتھ نرم الفاظ میں بات کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے کسی کام کے بارے میں یہ بھی نہ کہو کہ بڑا مشکل کام ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ جب ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے میں چلا جائے تو ان کے لئے رحمت کے بازو پھیلا دو اور یہ دعا کرو کہ یا اللہ ان پر رحم فرما جیسا کہ بچپن میں انہوں نے مجھ پر رحم کیا تھا۔ تو ماں باپ پر اللہ کا رحم کیا ہے؟ تمہاری اطاعت! اگر تم اطاعت نہ کرو تو ماں باپ کے لئے عذاب ہے، ایسے ہے جیسے ان کے

جواں بچے مر گئے۔ اور تمہارے لئے رحم کیا ہے؟ تم پر ماں باپ راضی ہو جائیں ۔ تمہیں دعا کا سارا خزانہ ماں باپ سے ملنا ہے۔ ایک بڑے جید شیخ تھے۔ ان کے پاس ایک شخص دعا کے لئے آیا۔ انہوں نے پوچھا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تب انہوں نے فرمایا کہ پھر میرے پاس کیا لینے آیا ہے' اپنی ماں کے پاس جاؤ' تمہارا فقیر اور درویش تمہارے گھر میں بیٹھا ہے' اس سے فیض لے لو---- باپ سے فیض لے لو---- استاد سے فیض لے لو---- اس لئے آج سے ہی توبہ کر لو کہ ہم بھائیوں سے حضرت یوسفؑ والا سلوک کریں گے' وہ نہیں کریں گے جو اب تک کرتے آ رہے ہیں۔ ادب کرو اور محبت کرو۔ محبت کے بغیر ادب بھی خطرناک ہوتا ہے۔ مثلاً" ایک شخص آپ کا ادب کرتا ہے اور کہا مانتا ہے لیکن محبت نہیں کرتا۔ کچھ وقت کے بعد کہے گا یہ کیا مجھے کام پہ لگایا ہوا ہے' جس طرح دفتر میں آپ اپنے افسر کے ساتھ کرتے ہو۔ آپ اطاعت کرتے ہو لیکن محبت نہیں کرتے۔ تو آپ کا والد آپ کا آفیسر نہیں بلکہ محبوب ہونا چاہئے۔ محبت میں اطاعت اور چیز ہے اور یہی فقیری ہے کہ شریعت کی اطاعت بالمحبت ہو جائے۔ خالی اطاعت جو ہے یہ بغاوت ہی بغاوت ہے۔ اگر محبت ہو تو محبت کے اور بھی احکامات ہیں' اور بھی واقعات ہیں۔ اللہ سے محبت ہونی چاہئے اور آداب کے ساتھ ہونی چاہئے۔ یہ بڑی آسان بات ہے کہ اللہ حقیقت ہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریعت ہیں اور پیرؒ طریقت ہے ----- باقی یہ کہ زندگی کی چیزیں مکمل کرو۔ یہ ضروری نہیں کہ اللہ کی ذات میں مکمل طور پر گم ہو جانے والا مسلمان ہو۔ اللہ کی حد تک بات ہے تو بابا گورونانک بھی اللہ کو

مانتا ہے' توحید کا قائل ہے۔ مسلمان تب ہوتا ہے جب توحید کے ساتھ حضور پاک ﷺ کی شریعت ہو اور شریعت سے محبت ہو تو طریقت آئے گی۔ اسی طرح محبت نہ ہو تو ماں باپ کا حکم ماننا Sufficient نہیں ہے۔ اس طرح آپ لوگ محبت سے محروم ہو جاتے ہو' اس کا دھیان رکھو۔ ماں باپ کے پیچھے اللہ ہے۔ ماں باپ کی یہاں کی اطاعت وہاں اللہ کے ہاں منظور ہوتی ہے۔ اللہ کے پاس جانے کا آسان راستہ ماں باپ کے ذریعے سے ہے۔ مشائخ کرام سے کیا حاصل ہو گا؟ ان کے ساتھ Sincere ہو جاؤ۔ اگر یہ سامنے نہیں ہیں تو بھی حکم مانو ---- مشائخ کرام نے جو بات بتا دی ہے وہ آپ کے ایمان کا حصہ بن جانا چاہئے۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں' ان پر غور کرو اور عمل کرو تو بڑے بڑے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

سوال :۔

سر! جب تک ہم زندہ ہیں ہم زندگی کے مقاصد طے کرتے رہتے ہیں' اس کی کیا وجہ ہے؟ ہمیں زندگی میں اصل میں کون سے مقاصد حاصل کرنے چاہئیں؟

جواب :۔

آپ یہ دیکھو کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں' اپنے لئے کر رہے ہیں اور You have a belly to fill it اپنے پیٹ کو بھرنا آپ کا کام ہے۔ اس کے لئے آپ کا ایک پیشہ ہے جہاں سے مال مہیا ہوتا ہے اور آپ کا لباس' خوراک اور مکان بنتا ہے۔ پھر آپ کو کوشش کرنی چاہئے کہ سماج

میں آپ باعزت ہوں' اس کے لئے کوئی سیاست میں چلا جاتا ہے اور کوئی مسجد میں چلا جاتا ہے' اس طرح Dealing the people and being acknowledged یعنی لوگوں سے معاملہ کر کے آپ کو عزت ملتی ہے۔ یہ بھی لوگوں کا شوق ہوتا ہے کہ مجھے Acknowledge کیا جائے اور اتنا گم نہ ہو جائے کہ پتہ نہ چلے کہ زندہ ہے یا نہیں ہے۔ پھر آپ کی ایک اور ضرورت ہے یعنی آپ کی اپنی ذات اور تنہائی۔ تنہائی یہ ہے کہ آپ کا ضمیر آپ کو ملامت نہ کرے اور آپ کا خیال اور احساس' آپ کا ایمان ہے۔ اسے آگہی کہتے ہیں۔ اگر آگہی کا رخ اللہ کی طرف ہو اسے تو ایمان کہتے ہیں اور یہ عرفان ہے۔ آگہی اگر دنیا کے لئے ہے تو یہ دانائی ہے اور ایمان نہیں ہے۔ دانائی صرف دانائی ہے' اخلاقیات ہے یعنی کہ ساری جو Moralities ہیں۔ اگر اخلاقیات میں الہیات ملا دو تو یہ اسلامیات بنتی ہے۔ یعنی کہ سچ بولنا اچھی بات ہے' یہ اخلاقیات ہے لیکن اگر سچ بولنا اللہ کے لئے ہے تو یہ اسلامیات ہے۔ اب ریفرنس اللہ بن گیا۔ اگر اللہ کہے کہ یہ سچ بھی جھوٹ ہے تو یہ جھوٹ ہو گا۔ ایک جگہ اللہ کا فرمان ہے کہ اے رسول ﷺ اگر منافقون آپؐ کے پاس آئیں اور کہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں تو یہ بات سچ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں مگر منافق جھوٹ بولتے ہیں۔ گویا کہ منافق کا بولا ہوا سچ بھی جھوٹ ہے' منافق کا صحیح فیصلہ بھی جھوٹ ہے۔ پھر صلح حدیبیہ میں حضور پاک ﷺ کے نام سے رسولؐ اللہ کٹوا دیا گیا لیکن کوئی صحابی اس سے منحرف نہیں ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اگر رسولؐ نہ لکھیں تب بھی ہم مانتے ہیں۔ یہ

ایمان ہے کہ آپ اگر فرمائیں کہ رسول ہیں تو ہم تابعدار ہیں اور اگر آپ ﷺ فرمائیں کہ رسول نہیں ہیں' تب بھی ہم تابعدار ہیں۔ یہ محبت کی انتہا کا درجہ ہے۔ محبت یہ ہے کہ یا اللہ اگر تو مال دے تو تیرا شکر ہے اور اگر مال نہ دے تب بھی شکر ہے۔ یہ ہے محبت کا تقاضا۔ اسی طرح ماں باپ سے ایسا معاملہ رکھو کہ اگر انہوں نے آپ کے سارے کام خراب کر دیئے پھر بھی محبت میں ان کی ہر بات مانو۔ تو زندگی کے یہ ضروری مقاصد ہیں کہ پیٹ پالنا' سماج میں نام بنانا' اپنے آپ کو پہچاننا' ماں باپ کا ادب کرنا۔ اخلاقیات میں اگر اللہ کے حکم کو شامل کر لیا جائے تو یہ اسلام ہے' Man made قانون اور ہے' God made قانون اور ہے۔ مثلاً" ہاتھ کاٹنے کی بات ہے تو لوگ اس پر بحث کرتے ہیں لیکن اگر اللہ نے کہا ہے تو پھر یہ ٹھیک ہے' وہ جانے اور اس کا کام جانے۔ ہمارا کام ہے تسلیم کرنا۔ ہمارا معاشرہ زیادہ اس لئے خراب ہوا ہے کہ آپ نے اللہ کے حکم کی بھی تحقیق شروع کر دی کہ اس حکم کا فائدہ کیا ہو گا اور نقصان کیا ہو گا۔ مثلاً" لوگ کہتے ہیں روزے کا کیا فائدہ ہے اور نماز کا کیا فائدہ ہے' اردو یا پنجابی میں پڑھنی چاہئے' کروڑوں روپے قربانی پر ضائع ہو رہے ہیں۔ اس طرح انسان گمراہ ہو رہا ہے' برباد ہو رہا ہے۔ اللہ کا کوئی حکم اِدھر سے اُدھر نہیں ہو سکتا۔ اللہ نے اگر کہا کہ ایسا ہو گا تو ایسا ہی ہو گا اور اگر یہ کہا کہ یہ ہونا چاہئے تو یہ ہی ہونا چاہئے۔ اس کے اندر ترمیم یا Amendment نہ کرنا۔ یہ غلطی نہ کرنا۔ ساری عمر لوگ پیشہ تبدیل کرتے رہتے ہیں اور یہ غلطی ہے۔ آپ اتنا واجبی طور پر پیسہ اکٹھا کرو جس سے یہ سفر گزر جائے اور سفر ہی مقصد نہیں ہوتا بلکہ سفر کی ایک

منزل ہوتی ہے' جب تک منزل کا تعین نہ ہو آپ کا Exist کرنا بے معنی ہے۔ آپ اس لئے یہاں پر نہیں آئے کہ Exist کرو کیونکہ یہاں پر آپ ہمیشہ تو Exist کر نہیں سکتے' یہ تو گنتی کا ذرا سا وقت ہے۔ جس نے آپ کو بھیجا ہے اس نے ساتھ ہی واپسی کا ٹائم لکھا ہوا ہے' اس وقت پہ آپ کو جانا پڑے گا' سارا کچھ واجبی طور پر کرنا ہے' اپنے اندر کو سنبھالو' اپنے اخلاق کو سنبھالو' کہیں اپنے ہاتھ سے کوئی غلط چیز نہ لکھ بیٹھنا' کہیں Behaviour غلط نہ کر بیٹھنا' مقدس رشتے نہ توڑ بیٹھنا' اللہ تعالیٰ نے وضاحتیں فرما دی ہیں کہ مقدس رشتوں کا دھیان کیا کرو اور ماں باپ کا حکم نہ ٹالو' آپ ماں باپ بنو گے تو آپ کے لئے بھی یہی حکم ہو گا کہ آپ کی اولاد آپ کا کہنا مانے۔ اللہ کے کلام میں حکم ہے کہ غصہ نہ کیا کرو' معاف کر دیا کرو اور جس نے انسانوں کو معاف کر دیا اس نے بہت اچھا کیا' خیرات کیا کرو' سخی ہو جایا کرو' لوگوں کا دھیان کرو۔ یہ اللہ کا کام ہے کہ بھائی کو بھائی سے سلوک سکھائے' ماں باپ کا ادب سکھائے' لوگوں کی مدد کرنا سکھائے۔ تو انسان کو انسان بنانا ہی اللہ کا کام ہے کہ تم نے یہ اخلاق سیکھنا ہے اور اخلاق کا کوئی نمونہ ہونا چاہیے۔ اللہ نے آپ کو حضور پاک ﷺ کی صورت میں Perfect نمونہ عطا فرمایا کہ آپ ﷺ زندگی میں ایک بار بھی کسی سے خفا نہیں ہوئے۔ وادی طائف میں آپ ﷺ لہو لہان ہو گئے' خفا ہونے کا وقت تھا کیونکہ انہوں نے بہت نازیبا سلوک کیا تھا۔ اللہ نے کہا کہ آپ ﷺ کہیں تو بستی کو اڑا دیا جائے مگر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ نہیں تو ان کی اولادیں نیک ہو جائیں گی

یہ سن کے رحمۃ اللعالمینؐ نے ہنس کے فرمایا
کہ میں اس دہر میں قہر و غضب بن کر نہیں آیا

آپ ﷺ نے کسی پر قہر نہیں کیا۔ رحمت وہی ہوتا ہے جس سے قہر نہ ہو۔ ہم آپ کو رحمت کا سبق دے رہے ہیں بلکہ رحمت عالم کا سبق دے رہے ہیں۔ حضور پاک ﷺ کے غلام ہونے کی حیثیت سے آپ کا اور کوئی کام نہیں بنتا کہ آپ رحمت کے علاوہ ہو جائیں۔ اگر کوئی آپ کو ناراض کرے تو آپ کہیں کہ ہم تو حضور پاک ﷺ کے غلام ہیں' ہم ناراض کیسے ہو سکتے ہیں' چلو جاؤ ہم نے تمہیں معاف کیا۔ مدعا یہ کہ یہ ہے اخلاق محمدیؐ۔ آپ اس اخلاق کے مطابق چلو اور لمبا چوڑا علم حاصل نہ کرنا۔ علم کی تعریف یہ ہے کہ علم وہ ہے جو عمل میں آ جائے' علاوہ ازیں سارا ہی بوجھ ہے۔ اگر آپ کا علم' عمل میں نہیں آیا تو آپ کا حشر اس گدھے جیسا ہو گا جس پر کتابیں لدی ہوں۔ کتابوں کا بوجھ لے کر کوئی دانا نہیں ہوتا۔ دانائی یہ ہے کہ آپ عمل کرو۔ آپ کا عمل آپ کے علم کے تابع ہو۔ اگر علم عمل کے تابع نہیں ہے تو پھر یہ نفس کا عمل ہے اور نفس کی سزا بڑی سخت ہے۔ آج کے بعد آپ ٹھیک ہو جاؤ۔ ہم آپ کو وانگ دے رہے ہیں' اس وقت کی جب یہ وقت آپ کے ہاتھ میں نہیں ہو گا۔ کیونکہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب کوئی نہیں ہو گا۔ آپ کا بچپن کل کی بات ہے' مانوس چہرے چلے گئے' آپ کا یہ چہرہ کب تک رہے گا۔ وقت تیزی سے اس طرح گزر رہا ہے کہ اس کے ٹھہرنے کا امکان ہی نہیں ہے۔ اس وقت کے اندر آپ توبہ کر سکتے ہیں اور اپنے Behaviour کو Change

کر سکتے ہیں' اللہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ مجھ سے غلطی نہ ہو' بزرگوں کے ادب میں غلطی نہ ہو' علم سے روگردانی نہ ہو' یا اللہ مجھے تیرے حکم کے مطابق چلنے کی توفیق مل جائے' میرے اندر انا نہ پلے' لالچ نہ آئے' بغض نہ آئے' انتقام نہ آئے' مجھے معاف کرنے والا بنا' بخش دینے والا بنا۔ لوگوں کو معاف کر کے بے شک بے وقوف بن جاؤ لیکن یہ سب سے بڑی دانائی ہے۔ مثلاً" اگر بھائی مکان یا کوئی اور چیز مانگ رہا ہے اور آپ نے اسے مارا تو دراصل آپ نے اپنے ماں باپ کو مارا کیونکہ وہ آپ کے ماں باپ کی Best Creation ہے جس سے آپ جھگڑا کر رہے ہیں۔ جس طرح ماں باپ کے لئے آپ اعلیٰ ہیں وہ بھی اعلیٰ ہے۔ بہن بھائی آدھے ماں باپ ہوتے ہیں۔ اور میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جن کو غم دے کے جانا ہے' ان کو خوشی دے کے جاؤ اور خوشبو بند نہ کرو' خوشبو جاری رہے کیونکہ آپ کا کام خوشبو دینا ہے' آپ کا کام ہے رحمت کے تابع رہنا' آپ کا کام ہے حضور پاک ﷺ سے محبت کرنا۔ اگر کوئی حضور پاک ﷺ سے محبت کرتا ہے اور فقیروں سے محبت کرتا ہے اور دل میں بغض رکھتا ہے تو وہ نقلی ہے کیونکہ حضور پاک ﷺ کی محبت جس دل میں آ جائے اس دل میں نفرت نہیں آنی چاہیے۔ اگر نفرت ہے تو محبت جھوٹی ہے کیونکہ ایسا شخص نفرت کے لئے نہیں بنا ہوتا بلکہ محبت کے لئے بنا ہوتا ہے اور محبت میں محو ہوتا ہے۔ وہ اس قدر محو ہوتا ہے کہ اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اور مجنوں آگے سے گزر گیا۔ اس نے مجنوں سے کہا تو نے آگے سے گزر کر میری نماز خراب کر دی۔ مجنوں نے کہا تو اللہ کی نماز پڑھ رہا تھا اور مجھے بھی

دیکھ رہا تھا' میں جب لیلیٰ کے خیال میں ہوتا ہوں تو دنیا اِدھر کی اُدھر ہو جائے مجھے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہ ہے محویت اور وہ جو خدا کی نماز پڑھ رہا تھا اس کو دیکھو۔ جو آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرتا ہے' اللہ کے حبیب پاک ﷺ سے محبت کرتا ہے اور فقراء کرام سے محبت کرتا ہے اور محبت کے Instruments تباہ کرتا ہے یعنی محبت کے ذرائع تباہ کرتا ہے تو وہ کیا محبت کرتا ہے۔ تو محبت جو ہے وہ All round ہونی چاہئے' ادب بھی All round ہونا چاہئے۔ ہر شے All round ہونی چاہئے یعنی مکمل ہونی چاہئے۔ تو آپ کے Behaviour میں ایک Constancy ہونی چاہئے۔ یعنی جہاں ایمان کمزور ہونے کی اجازت ہو سکتی ہے وہاں بھی ایمان کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ اس لئے آج سے یہ فیصلہ کرو۔ وگرنہ تو اپنا بھی وقت ضائع کرو گے اور میرا بھی۔ اپنا Behaviour ایسا رکھو کہ کوئی گلہ کرنے والا نہ ہو' ماں راضی ہو اور باپ راضی ہو تاکہ آپ کی قبر راضی ہو جائے اور آپ کو Tight نہ کرے کیونکہ ماں باپ دعا کریں تو قبر کی تنگی ختم ہو جاتی ہے۔ ماں کی دعا سے قبر کا عذاب ٹل جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور پاک ﷺ قبرستان میں گئے تو ایک قبر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ صحابہ کرامؓ نے کہا یہ فلاں آدمی کی قبر ہے۔ آپ نے پوچھا اس کا آگے پیچھے کوئی زندہ ہے؟ انہوں نے کہا اس کی ماں زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کے پاس لے چلو اور وہاں تشریف لے گئے اور اس سے کہا کہ اپنے بیٹے کو معافی دے دو۔ اس نے کہا کہ بیٹے نے مجھے بہت تنگ کیا' میرا کہنا نہیں مانتا تھا اور مجھے اس نے

بڑی اذیتیں دی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ قبرستان چلو۔ جب ماں نے اپنے بیٹے کو عذاب میں دیکھا تو فوراً معاف کر دیا اور عذاب ختم ہو گیا۔ تو ماں ایک ایسی ہستی ہے جو ہر حال میں معاف کر دیتی ہے۔ ماں باپ وہ ہیں جو آپ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے ـــــ

اور کوئی سوال پوچھ لو ـــــ

سوال:۔

آپ نے فرمایا ہے کہ بھائی کو دو، تو مسکین اور یتیم کی بھی تو مدد کرنی چاہیے۔

جواب:۔

مساکین، یتامیٰ اور راستے کے مسافروں کی بات بعد کی بات ہے لیکن پہلے اپنے ناراض بھائی کو دو۔ اگر آپ کے پاس مال ہے تو اپنے بھائی کو بھی دو۔ بھائی کے دل سے آپ کے حق میں جو دعا نکلے گی وہ آپ کی بخشش کا ذریعہ بنے گی۔

تو نے ہر ایک دل کیا زخمی
ہم نے ہر ایک سے دعا لی

یا تو آپ عمل کرو، یا پھر دعا لو۔ میں آپ کو دعا کا راستہ بتاتا ہوں کیونکہ عمل آپ سے ہوتا نہیں ہے۔ کچھ لوگ بے حد ذکر کرتے ہیں، یہ بھی ٹھیک ہے لیکن اللہ کی شان کے مطابق کتنا ذکر کر لو گے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی اللہ والے سے دعا لے لو۔ اللہ والے کہتے ہیں کہ:

راتیں جاگیں شیخ سداویں تے راتیں جاگن کتے، تیں تھی اُتے

اور آخر میں کہتے ہیں:

اٹھ بلھیا چل یار منا لے نیں تے بازی لے گئے کتے' تیں تھی اُتے

اس کو منالو اور راضی کر لو۔ ہمارا آج کا یہ حکم ہے کہ روٹھنے والوں کو راضی کر لو اور بزرگوں کی خدمت کرو' اگر ماں باپ زندہ ہیں تو ان سے دعا لو' پھر میری دعا بھی شامل ہو گی اور اگر ماں باپ زندہ نہیں ہیں تو ان کی قبروں پہ جاؤ اور دعا مانگو' انشاء اللہ تعالیٰ بہتری ہو گی۔ اگر آپ کہیں ماں باپ سے نظر چرا کے نکل گئے تو زندگی میں قیامت آ جائے گی' بربادی آ جائے گی اور عرفانیات تو بالکل ختم ہو جائیں گی۔ اس لئے ان سے دعا کرا لو اور اللہ والوں سے دعا کرا لو۔

یہ وہ باتیں تھیں جن پر عمل کرنا چاہئے' ان کو Follow کرو۔ دعا کرو کہ یا اللہ ہماری زندگی تیرے حکم کے مطابق چلے۔ یا اللہ ہم سے کوتاہی نہ ہو۔ یا اللہ ہم کسی کا دل دکھی نہ کریں۔ یا اللہ تو مہربانی فرما اور دلوں کی رنجش دور فرما۔

○

۱ براہ کرم دعا کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۲ آپ نے فرمایا ہے کہ جو تکلیف اللہ کی طرف راغب کرے وہ اللہ کا احسان ہوتی ہے تو اگر گناہ کبیرہ کے بعد انسان اللہ کی طرف راغب ہو جائے تو؟

۳ آپ نے فرمایا تھا کہ آنسو اللہ کی نعمت ہیں' اس بارے میں فرمائیں کہ یہ کیسے ہیں؟

سوال:

ہمیں زندگی میں قدم قدم پر دعا سے واسطہ پڑتا ہے۔ برائے مہربانی دعا کے بارے میں وضاحت فرمادیں۔

جواب

دعا کے ضمن میں تین چیزوں کا موجود ہونا بہت ضروری ہے' چوتھی چیز نتیجہ ہے۔ تین چیزیں یہ ہیں' ایک دعا کرنے والا' ایک دعا سننے والا اور ایک ہے دعا کا انداز۔ پھر نتیجہ ملتا ہے کہ فوراً" منظور ہو یا کچھ دیر کے بعد منظور ہو' نامنظور ہونے کی بات نہیں ہے۔ دعا کرنے والا مسلمان' جب دعا کی طرف رجوع کرتا ہے تو یہ اس بات کا اعلان ہے اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ مَولا کریم کی جو ذات نظر نہیں آتی' وہ ان دیکھے ماحول میں کہیں قریب ہے اور اس شخص کی بات سن رہی ہے۔ الفاظ Loud ہوں یا خاموش ہوں' وہ ذات ضرور سنتی ہے۔ دعا مانگنے والا یہ اعلان کر رہا ہے کہ اللہ کریم ایک ایسی ذات ہے جو میری بات قریب سے سنتا ہے اور یہ اسلام کی ایک بنیاد ہے کہ آپ اللہ کو اتنا قریب سمجھو کہ

آپ کے خاموش الفاظ بھی وہ سنتا ہے۔ خاموش آوازوں کو سننے والا اللہ صرف اسلام نے ہی Face کیا ہے۔ اسلام میں دوسرے مذاہب پر بڑی فوقیتیں ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ پہلے جس طرح اللہ تعالیٰ ذات اور صفات کے حوالے سے بیان ہوا' اور موسیٰ علیہ السلام کی امت نے کہا کہ ہمیں بھی اللہ کا کلام سناؤ تو کلام امت نے نہیں سنا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقاضا کیا گیا کہ ہمیں بھی اس راستے سے آشنا کرایا جائے جیسا کہ آپ کا تعلّق ہے تو عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو مقامِ روح تک پہنچایا کہ وہ ذات ہے' وہ قریب ہے اور اس کو آپ پکار سکتے ہو' دیکھی جا سکتی ہے' محسوس کی جا سکتی ہے۔ مگر اسلام نے روح سے اگلا مقام بیان کیا۔ ہر طرف اسی کی ذات ہے اور اس کی صفات ہیں اور کائنات ہی اس کی ہے اور خیر بھی ادھر سے ہے اور شر بھی ادھر سے ہے' ظاہر ادھر سے' باطن بھی ادھر سے ہے' ہونا ادھر سے اور نہ ہونا بھی ادھر سے' چاہے تو زندگی عطا فرمائے اور چاہے تو زندگی لے لے۔ یہ سارے واقعات اللہ کے ہیں۔ ہم نے دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس حد تک وابستہ ہیں۔ اسلام نے اللہ تعالیٰ کو نور کے طور پر بیان فرمایا اور نور کا مقام بتایا۔ نور کا مقام جو ہے یہ روح سے بھی بلند ہے' اس میں دل بھی شامل ہے' نظر بھی شامل ہے۔ نور علم بھی ہے اور نور مشاہدہ بھی ہے اور نور حضور پاک ﷺ بھی ہیں بلکہ آپؐ ہی اللہ کے نور ہیں۔ وہ نور ایسا ہے جو تمام چیزوں کو' سورج اور چاند کو منور کرتا ہے بلکہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اسلام نے انسان کو اللہ تعالیٰ سے تقرب بھی عطا فرمایا اور خود ارشاد فرمایا کہ اگر تمہیں میرا قرب سمجھ نہیں آتا اور کسی وجہ سے تم حالات'

خیالات، واقعات اور گردش زمانہ میں الجھ گئے ہو تو ایک بات تمہیں ضرور سمجھ آنی چاہئے اور وہ ہے میرے قریب آنے کا راستہ۔ ایک طریقہ تو یہ ہے کہ میرے قریب آنے والوں کے قریب آ جاؤ۔ تو آپ اس تقرب والے کو تلاش کرو جس کو آپ سے پہلے ماضی میں اللہ کا تقرب عطا ہوا۔ پھر آپ کہیں گے کہ میرا دل مانتا ہے کہ حضرت داتا گنج بخشؒ کو اللہ کا تقرّب ملا تھا۔ تو جس کو تقرب عطا ہوا وہ مقرّب ہو گیا اور مقرّب کا تقرّب آپ کو اللہ کے قریب کر دیتا ہے۔ تو جس انداز سے بھی آپ اس مقرب کا تقرب اختیار کرو آپ کو اللہ کے قریب ہونے کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت سے بتایا ہے کہ اگر تم تقرب چاہتے ہو تو آپ حضور پاک ﷺ سے محبت کرو، تو میں تم سے محبت کروں گا۔ گویا کہ اللہ جب محبت کرے گا تو انسان اللہ کے قریب آ جائے گا اور ماضی میں اللہ کو وہی لوگ پیارے ہوئے جنھوں نے حضور پاک ﷺ سے پیار کیا۔ گویا کہ اللہ کی راہ جو ہے وہ حضور پاک ﷺ کی محبت کی راہ ہے۔ آپؐ سے محبت کی راہ، آپؐ سے تعلّق کی راہ جو ہے یہ اللہ تعالیٰ سے تقرب کی راہ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ایک نکتہ عطا فرما دیا کہ اے مسلمانو! زیادہ باتیں نہ کرو، فکر نہ کرو، اندیشے نہ کرو، وسوسے نہ کرو، بس سجدہ کرو اور قریب ہو جاؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنا کلام ہے کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا۔ سجدہ کا معنیٰ یہ ہے کہ بحث نہ کرو اور اپنی تمام عقل اور تمام فکر اور تمام اثاثوں سمیت آپ سیدھا ہی آ جاؤ اور کہو کہ آج تیرا گنہگار بندہ، غم سے گھبرا کے سجدے میں آیا ہے اور اپنی شکست تسلیم

کرتا ہے۔ یہ اللہ کے تقرّب کے مقامات ہیں اور تقرّب کے مقامات میں ہی دعا کا ایک مقام آتا ہے۔ دعا جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کے تقرّب کی نشاندہی کرتی ہے۔ دعا پر غیر مقرّب کا ایمان نہیں ہو سکتا کیونکہ دعا پر ایمان رکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے تقرب کو مانتے ہو ورنہ آپ دعا نہیں مانگ سکتے کیونکہ دعا کوئی چٹھی تو نہیں ہے جو آپ نے لکھی ہو اور دعا کوئی ٹیلیگرام تو نہیں ہے جو آپ نے بھیجا اور دعا کوئی اخبار نہیں جو آپ نے چھاپا ہو۔ آپ کی دعا' آپ کی تنہائی میں' خاموشی میں تھی اور آپ کو یہ یقین تھا کہ سننے والا سن رہا ہے۔ گویا کہ اس حد تک کہا جاتا ہے کہ دعا منظور کرنے والا ہی دعا عطا فرماتا ہے۔ جس کو اللہ نے اپنا تقرب نہ دینا ہو وہ شخص دعا پر یقین ہی نہیں رکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ پہلے دعا پر یقین عطا فرماتا ہے اور جو اس مقام پر آ جائے کہ دعا پر یقین' دعا سے تعلق' یا دعا کی خواہش یا دعا کی رضا جو ہے یہ اللہ کی عطا ہے تو اس شخص کو یہ سمجھنا چاہئے کہ انسان کس کس مقام پر دعا مانگتا ہے' وہ مقامات اللہ کی عطا ہیں۔ انسان تکلیف میں دعا مانگتا ہے تو تکلیف بھی اللہ کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات انسان پر احسان' عنایات اور مہربانیاں کرتا ہے لیکن آدمی دور ہو جاتا ہے لیکن بعض اوقات تکلیف انسان کو اللہ کے قریب کر جاتی ہے۔ تو وہ تکلیف جو اللہ کے قریب کر دے وہ اللہ کا احسان ہے اور وہ تکلیف جو اللہ سے دور کر دے یہ اللہ کا غضب ہے۔ آپ زندگی میں دونوں طرح کی تکالیف دیکھتے ہو۔ جن تکالیف میں آپ اللہ کو بھول جاتے ہیں وہ آپ پر ابتلاء ہے' پریشانی ہے' وہ آپ کے اعمال کی سزا ہے۔ اور جن تکالیف میں آپ اللہ کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہو'

وہ تکلیف اللہ کی مہربانی ہے --- اب یہ نکتہ واضح ہو جائے گا کہ اللہ فرماتا ہے کہ تم پر تکلیف نہیں آتی مگر تمہارے اپنے اعمال کی وجہ سے --- گویا کہ جب انسان پر اس کے اعمال کے نتیجے میں تکلیف آتی ہے تو وہ اللہ کو بھول جاتا ہے۔ ایسا شخص برا عمل کرتا ہے تو تکلیف آ جاتی ہے وہ تکلیف کو دور کرنے کے لئے زمانے کی محتاجی کرے گا' ڈاکٹر کی محتاجی کرے گا' سخت پریشان رہے گا لیکن اللہ کی طرف نہیں جائے گا۔ یہ تکلیف کیسے آتی ہے بما کسبت ایدیکم۔ یعنی جو آپ کے ہاتھ نے کمایا۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نہیں آتی تکلیف مگر الا باذن اللہ یعنی سوائے اللہ کے حکم کے۔ جو تکلیف اللہ کے حکم سے آتی ہے اور آپ مان گئے کہ یہ اللہ کے حکم سے آئی ہے تو پھر آپ اللہ کی طرف نگاہ کریں گے۔ یہاں ایک اور مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے۔ انسانوں پر اور قوموں پر غریبی آ جاتی ہے' اگر غریب' ایسا شخص ہے جو اللہ کو بھولا ہوا ہے تو یہ ابتلاء ہے اور فرمان یہ ہے کہ کاد الفقر ان یکون کفرا یعنی عین ممکن ہے کہ غریبی تمہیں کافر بنا دے۔ وہ غریبی جس میں اللہ کی یاد نہ رہے وہ انسان کو گمراہ کر دیتی ہے اور جس غریبی میں اللہ کی یاد ہو اور جس یتیمی میں اللہ کی یاد ہو تو وہ شیوہ پیغمبری ہے۔ ایسے غریب بڑے قریب ہیں۔ اس سے بڑی اور بات کیا ہو سکتی ہے کہ غریبی جامہ جو ہے یہ پیغمبروں کا جامہ ہے بلکہ غریب نواز کا جامہ ہے۔ وہ جامہ جو غریبی جامہ ہے وہ اللہ کی عطا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ لوگ تکلیف میں ہیں' کرب میں مبتلا ہیں لیکن اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے تکلیف میں اپنا بنا لیا تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو آپ کی طرف سے چٹھی آئی ہے

اور اس تکلیف کو دور نہ کرنا۔ ایک بزرگ کے پاس ایک مرید گیا اور اپنی بیماری کے لئے دعا کرائی تو ٹھیک ہو گیا۔ اس بزرگ کی اپنی طبیعت بھی ناساز تھی۔ اس شخص نے کہا آپ اپنے لئے بھی دعا کریں تو انہوں نے کہا میں نے اپنے لئے دعا کی تھی تو جواب آیا کہ پہلے یہ فیصلہ کرلو کہ یہ وجود تمہارا ہے کہ ہمارا ہے۔ جب یہ وجود اللہ کے سپرد کردیا جائے تو اس میں تکلیف نہیں ہوتی اور وہ شخص دعا نہیں کرتا۔ تو میں نے آپ کو دعا کرنے میں تین باتیں بتائی ہیں' ایک دعا کرنے والا' ایک دعا سننے والا اور ایک دعا کا انداز۔۔۔ اور پھر ان تینوں چیزوں کا نتیجہ آتا ہے کہ حاصل ہو یا نہ حاصل ہو۔ میں یہ بتا رہا تھا کہ کس مقام پر انسان دعا کرتا ہے' ایک مقام تو تکلیف کا ہے۔ اس تکلیف میں نیک انسان اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اب یہ دیکھو کہ رجوع کا اظہار کیا ہے۔ اظہار کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ شرعی طور پر دعائیں بتائی گئی ہیں جیسے کہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنتہ و فی الاخرہ حسنتہ یعنی اے اللہ یہ زندگی بھی بہتر فرما اور اگلی زندگی بھی ہمارے لئے بہتر فرما' ہمیں آسودگی عطا فرما' ہمیں جسم کی' جان کی اور روح کی صحت عطا فرما۔۔۔ پھر کچھ لوگ ہوتے ہیں وہ دعا کا ذرا Different طریقہ استعمال کرتے ہیں' وہ رات کو اٹھ کر وضو کرتے ہیں اور سجدے میں دعا کرتے ہیں کیونکہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ رات کو آسمان سے صدائیں آتی ہیں کہ ہے کوئی بیمار جس کو شفاء دوں' ہے کوئی غریب جس پہ مہربانی کروں' ہے کوئی تکلیف والا جس کی تکلیف دور کروں۔ جب آسمان سے آواز آتی ہے تو اس وقت اگر اپنی دعا کو نصف شب میں لے جایا جائے تو یہ دعا کا بدلا ہوا انداز ہے اور آپ اپنی دعا کو

اللہ کے اور قریب لے جاتے ہیں۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ دعا مانگنے والے کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اللہ کا تقرّب مل گیا ہے' وہ خانہ کعبہ چلا گیا اور دعا نہیں مانگ رہا بلکہ صرف روئے چلا جا رہا ہے۔ اس سے اگر کوئی پوچھے کہ کیا تکلیف ہے تو وہ کہتا ہے جاننے والے کو بتانا ہی کیا ہے۔ تو آپ لب تب کھولو جب اللہ جانتا نہ ہو۔ اسی لئے جاننے والے کے سامنے اظہار کا طریقہ صرف آنسو ہیں۔ صرف آنسو کا گرنا دعا کا ایک اظہار ہے' الفاظ کا ہونا بھی دعا کا ایک اظہار ہے اور مسنون دعائیں بھی ایک اظہار ہے' سجدے میں گرنا بھی ایک اظہار ہے ــــــ کچھ لوگ یہ بھی کرتے ہیں کہ اگر تکلیف آ جائے تو وہ کہتے ہیں بکرا ذبح کرو کیونکہ مجھے تکلیف میرے پیسوں میں پاکیزگی کی کمی سے آئی ہے۔ تو خیرات کا یہ طریقہ بھی دعا کا ایک اظہار ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تکلیف میں پہیے لگے ہوتے ہیں اور یہ انسان کو کسی اللہ کے مقرّب کے پاس لے جاتی ہے' کسی آستانے پہ لے جاتی ہے۔ ایسا انسان اپنے لئے دعا کی خاطر بزرگوں کو کہتا ہے' معصوموں کو کہتا ہے اور چھوٹوں کو کہتا ہے۔ انسان کے لئے پرانی نسل اور نئی نسل بڑی دعاگو ہوتی ہے' بچے اور بوڑھے کی دعا جلد قبول ہوتی ہے کیونکہ بچے تازہ دم اور معصوم ہوتے ہیں اور بوڑھے اکثر توبہ کر چکے ہوتے ہیں ــــــ دعا کے بارے میں بات کرنے کا مدعا یہ ہے کہ آپ اپنی آرزوؤں کو مالک تک ضرور پہنچانا اور اس کا طریقہ خاموشی بھی ہے اور سجدہ بھی۔ خاموش آدمی کو کہا گیا کہ تو بولتا کیوں نہیں تو اس نے کہا کہ میں اس لئے نہیں بولتا کہ کہیں میرا مقام ہی کم نہ ہو جائے۔ تو جب کوئی پتھر سر پر گرے تو پتھر سے نہ جھگڑنا اور نہ مارنے والے ہاتھ سے

جھگڑنا بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ یہ حکم کس کا ہے' جب حکم کسی اور کا ہے تو اس طرف رجوع کرو اور غلطی کی معافی مانگو ------ تو دعا ایمان کا اعلان ہے۔ گناہ انسان کو دنیا میں سب سے بڑی سزا یہ دیتا ہے کہ انسان کا دعا سے اعتماد اٹھ جاتا ہے ------ آپ اگر دعا کی شکل پہچانو تو ہر آدمی بچپن سے لے کر اب تک یہ واردات دیکھتا آیا ہے اور کوئی انسان ایسا نہیں جس نے یہ کہا ہو کہ میری دعائیں منظور نہیں ہوئیں کیونکہ انسان معصومیّت سے پیدا ہوا' نیکی سے سفر کیا اور اس کی دعائیں منظور ہوتی رہیں۔ اللہ کا یہ خاص طریقہ ہے کہ محبت کی پہل اس کی طرف سے ہوتی ہے' پھر آپ کو موقع دیتا ہے کہ آپ اس کے احسان کو دیکھو' اس احسان پہ غور کرو۔ جس نے اللہ کی بات نہ پہچانی اس سے اللہ نے کہا کہ ثم قست قلوبکم یعنی تمہارے دل پتھر کے ہو گئے۔ یہ تم نے کیا کیا۔ گویا کہ نرم دل تقرّب الٰہی کی دلیل ہے۔ اب آپ غور کرو گے تو پتہ چلے گا کہ نرم دل کی آرزو جلد منظور ہوتی ہے۔ کیونکہ دل کے اندر ہی خانہ کعبہ ہے۔ تو اللہ کے سفر میں آپ کے پاس کچھ محرکات ہیں۔ یہ چیزیں سفر پر مجبور کرتی ہیں۔ کمزور چیزیں جو سفر کراتی ہیں وہ وجود کی ضرورتیں ہوتی ہیں مثلاً" کھانا پینا' دفتر جانا' تنخواہ لینا' الاٹمنٹ کرانا' گھر کی چیزیں خریدنا وغیرہ۔ یہ سب انسان کے وجود کی ضرورتیں ہیں اور یہ Animals کے ساتھ مشترک ہیں کیونکہ جانور بھی یہی کرے گا' کھائے پیے گا۔ اس لئے میں اس کو اصل محرک نہیں کہتا۔ محرکات صرف دو ہیں' ذہن اور دل۔ انسان کو عقل مجبور کرتی ہے کہ ایسا کرو گے تو ایسا ہو جائے گا اور سو پروگرام بنائے گی۔ دل یہ کہتا ہے کہ وہ جا تو رہا ہے' اب

اس کی ایک جھلک ہی دیکھ لو، چلو دور سے ہی سہی، چاہے واقفیت نہ ہو ---- اگر آپ ان محرّکات کی Development پہ غور کریں اور ان کو آپ Enlarge کر کے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ اگر آپ دل کے ذریعے سفر کر رہے ہیں تو یہ سفر خواہش کا سفر ہے، لگن کا سفر ہے، سنجیدہ شے کا سفر ہے، دل کو شے پسند آ جاتی ہے، دل مائل ہو جاتا ہے اور دل جس چیز کو پسند کرے اسے دلبر کہتے ہیں اور جو چیز پسند آ جائے تو اسے دلبری کہتے ہیں۔ تو دل آپ کا ہے لیکن دلبر آپ کے علاوہ ہو گا۔ کمال تو یہ ہے کہ بندہ باہر ہے اور محبت آپ کے اندر ہے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ آپ حیران ہو جاؤ گے۔ اگر یہ واقعہ نہ ہو تو دنیا کے اندر ساری قوت اور اخوت ختم ہو جائے اور ہر شے منتشر ہو جائے۔ آپ غور کرو کہ بیوقوف بچے سے بھی دانا ماں باپ محبت کرتے ہیں کیونکہ وہ ان کا اپنا ہے۔ اکبر بادشاہ نے بیربل سے کہا کہ ہماری سلطنت کا سب سے خوبصورت بچہ کون سا ہے تو بیربل نے ایک عورت سے کہا کہ سب سے خوبصورت بچہ لے آ۔ تو وہ اپنا بچہ اٹھا کر لے آئی۔ بچہ بڑا بدصورت تھا۔ جب اس عورت سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میری نظر میں تو یہ سب سے خوبصورت بچہ ہے۔ محبت کے سامنے بادشاہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتے۔ محبت ہر انسان کو عطا ہوتی رہتی ہے۔ اس کے ذریعے سفر ہوتا رہتا ہے۔ محبت میں محبوب کی ادا کے ساتھ محبت ہو جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی چہرہ ہر ایک نگاہ میں اترے۔ لیکن اگر نگاہوں میں اترنے لگے تو یہ سمجھو کہ آپ کا دل زندہ ہے۔ چہرہ چاہے جس عقیدے کا ہو، دل مومن ہوتا ہے، دل ایمان رکھتا ہے مثلاً" مادھو اگر ہندو ہو تو لال حسین اپنا شاہ حسین

ہے۔ اس میں ہندو اور سکھ کی بات نہیں ہوتی۔ ذات کے جلوے اور ہوتے ہیں۔ تو اللہ کی ذات انسانوں میں یہ واقعہ کرتی رہتی ہے، کبھی انسانوں میں جلوہ گر ہوتی ہے، پھر نگاہوں کو دیکھتی ہے، کبھی نگاہوں میں اتر آتی ہے تو پھر چہروں کو دیکھتی ہے۔ پھر وہ مقام آتا ہے جب دل آنکھ بن جائے تو آنکھ دل بن جاتی ہے۔ جب یہ لگے کہ وہ اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے اس کا دل آنکھوں میں اتر آیا ہو تو سمجھو کہ اندر کی آنکھ کھل گئی اور دل میں آنکھ بن گئی۔ اب یہ واقعہ اللہ کی مہربانی سے چل پڑتا ہے۔

اس دنیا کے اندر اگر اللہ کی طرف سے محبّت عطا نہ ہو تو کوئی انسان کسی دوسرے انسان سے کوئی تعلّق نہیں رکھ سکتا۔ اگر آپ کو اللہ نے دل کے مشاہدات عطا کئے ہیں تو آپ اس شوق کو لے کے چل پڑتے ہیں، چلتے چلتے محبوب کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کا دیدار کیا اور دیدار کو اپنی خوراک سمجھا، اس طرح مجاز پروان چڑھا اور چلتے چلتے اس نے سوچا کہ وصال سے فراق اور فراق سے وصال کیا ہے، غور کرتا گیا اور درمیان سے پردہ ہٹ گیا تو اس نے کہا کہ میں ہی دلبر تھا اور میری ہی دلبری تھی، ہم نے ہی تجھے دل عطا کیا تھا اور تو کیا سمجھتا رہا ہے ـــــــ تب اس کو یہ مقام سمجھ آتا ہے کہ اس کے دل کو زندہ رکھنے کے لئے اللہ نے انسان کی شکل میں ایک جلوہ بھیجا تھا اور وہ اس کھیل کو دیکھ رہا تھا اور آپ کے پاکیزہ اور محبت بھرے دل کو وہ خود ہی چلاتا رہا۔ دل جو ہے یہ چلتے چلتے، حسن کی طرف مائل ہوتے ہوتے، سب سے بڑے حسن کی طرف مائل اور قریب ہوتا جاتا ہے اور سب سے بڑا حسن یہ ہے کہ:

سبحان اللہ ما احسنک

اس سے زیادہ حسن کوئی نہیں ہے۔ مسلمان اگر دل کے ذریعے سفر کرے تو یہ چلتے چلتے حضور پاک ﷺ کی طرف رجوع کرتا جائے گا اور یہی ایمان ہے اور یہیں سے دعا چلتی ہے۔ گویا کہ ایمان کی تکمیل کی طرف دل آپ کو لے جائے گا۔ دل دھوکہ نہیں دیتا کیونکہ اس نے خود کچھ نہیں کرنا بلکہ آنے والے نے کرنا ہے اور آنے والے نے اس کو جلوہ عطا کرنا ہے اور جلووں کے اندر پرورش پانے والا دل جو ہے یہ Ultimately بارگاہ حسن میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ بارگاہ حسن ہی بارگاہ بے نیاز ہے اور یہی بارگاہ اللہ ہے۔ تو دل جو ہے یہ چلتے چلتے تسلیم کے اندر شامل ہو جاتا ہے اور پھر خدا اور خدا کے حبیب پاک ﷺ تک پہنچنا لازم ہو جاتا ہے۔ یہ تو دل کے سفر کی بات ہے اور دماغ کی یہ صفت ہے کہ انکار کرے۔ دماغ چلتے چلتے' اور Develop ہوتے ہوتے Cause اور Effect یعنی وجہ اور نتیجہ اور علت و معلول کرتے کرتے کسی بھی فیصلے پہ نہیں پہنچے گا اور اللہ پہ اعتراض کرتا رہے گا کہ یہ آدمی لنگڑا کیوں ہے اور فلاں کو بینائی کیوں نہیں ملی' عقل یہ Discussion کرتی رہے گی۔ عقل کی انتہائی شکل یہ ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے آگے Discussion کرے گی۔ اللہ کہے گا کہ سجدہ کر اور شیطان کہے گا کہ وجہ بتاؤ کیونکہ کل آپ نے کہا تھا کہ میرے علاوہ سجدہ نہیں کرنا اور آج سجدہ کے لئے کہہ رہے ہیں۔ تو عقل شیطان کی انتہا ہے۔ عقل کی انتہا شیطان تک لے جاتی ہے اور انکار تک لے جاتی ہے اور دل کی انتہا جو ہے یہ حضوری تک لے جاتی ہے بلکہ حضور پاک ﷺ تک لے جاتی ہے۔ اس لئے دل والے جو ہیں صرف یہی دعا والے ہیں۔ دل

والوں کے دل نرم ہوتے ہیں۔ آپ یاد کریں کہ ایک وقت تھا جب آپ کی دعائیں منظور ہوتی تھیں' ایک وقت تھا جب آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے' ایک وقت تھا جب آپ نرم دل تھے' ایک وقت تھا جب آپ کو قریب سے قریب کی آوازیں آتی تھیں' ایک وقت تھا جب آپ پہچان میں شامل تھے' آخر آپ کو کیا ہو گیا' آپ کا دل کیوں سخت ہو گیا ثم قست قلوبکم۔ پھر تمہارے دل سخت ہو گئے۔ اب بھی اگر اسی راستے پہ لوٹ چلو تو پھر اللہ کے جلوے تو بیتاب ہیں اور وہ منظور فرما لیتا ہے۔ تو دعا پر ایمان یا دعا کی ضرورت محسوس کرنا دراصل اپنے ایمان میں داخل ہونے کا اعادہ ہے۔ تو تکلیف آپ کو اس راستے پر واپس بلا کے لے آتی ہے جہاں سے آپ اپنے راستے سے الگ ہوئے تھے۔ دو طرح کے انسان ہوتے ہیں' ایک وہ جو گمراہ ہوتے ہیں لیکن ان پر اللہ کی مہربانیاں ہوتی جاتی ہیں حتیٰ کہ ان کی آنکھ تب کھلتی ہے جب بند ہونے کو ہوتی ہے۔ دوسرے وہ جو مومن ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ تکلیف کے ذریعے احساس دلاتا ہے کہ جاگو اور ہوش کرو۔ ان کو کبھی تکلیف دے دی اور کبھی غم دے دیا۔ اللہ نے اپنے محبوبوں کی Favourite خوراک جو ہے وہ غم رکھی ہوئی ہے' انہیں غم سے کبھی نجات نہیں ملتی اور نہ انہیں غم سے نجات ملنی چاہئے' ان کی تکالیف رفع نہیں ہوتیں اور نہ رفع ہونی چاہئیں۔ تو اصل میں ایمان کی تعریف کیا ہے؟ کہ میں خوشی میں مانتا ہوں اللہ کو' غم میں بھی اللہ' زندگی میں بھی اللہ' موت میں بھی اللہ ----- اگر بیماری آ جائے تو انسان ڈرتا ہے' خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ خوف اس بات کا ہوتا ہے کہ بیماری کہیں مہلک نہ ہو جائے ----- میں یہ کہہ

رہا ہوں کہ آپ کو مہلک بیماری کا نام پتہ نہیں۔ مہلک بیماری زندگی خود ہے اور اس کا انجام موت ہے۔ زندگی ہی وہ بیماری ہے جس کا انجام موت ہے۔ کوئی ایسی زندگی نہیں جس کا انجام موت نہ ہو۔ ہم بھول جاتے ہیں کہ ہمارا یہاں کا قیام عارضی ہے اور آپ پردیسی لوگ ہیں' کچھ عرصہ قیام ہو گا اور کچھ عرصے کے بعد آپ کو واپس جانا ہو گا۔ یہاں کوئی ٹھہرا نہیں ہے' نہ ڈاکٹر ٹھہرا ہے اور نہ مریض ٹھہرا ہے۔ مسلمان کا ایمان یہ ہے کہ نہ وقت سے پہلے موت آنی ہے اور نہ وقت کے بعد زندگی ٹھہرنی ہے۔ جہاں اللہ کریم آپ کی حفاظت فرماتے ہیں وہاں موت بھی آپ کی حفاظت میں لگی ہوئی ہے' اس نے موت کو مامور کر رکھا ہے کہ اس شخص کی فلاں سن تک حفاظت کرنا اور پھر لے آنا۔ اس وقت تک آپ کو کوئی نہیں چھیڑ سکتا۔ ویسے بھی طویل زندگی' بے مصرف زندگی ہے۔ طویل زندگی دراصل بے عقیدہ زندگی Barren Life' Fruitless Life اور Faithless Life ہے۔ ایک دن کی زندگی' ایک لمحے کی زندگی' ایک Moment کی زندگی' عقیدے کی زندگی' ایمان کی زندگی' رجوع کی زندگی' تقرّب کی زندگی' اللہ کی ذات کے نام کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ انسان اگر اللہ کی طرف مائل ہو گیا' اس کی طرف رجوع کر گیا' قبلہ رو ہو گیا اور دل میں اللہ کی یاد آ گئی تو کامیاب ہو گیا۔ ایسا شخص اگر قوالی میں بیٹھا اور یہ مصرعہ آ گیا:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

یعنی ایسے لوگ تسلیم کے خنجر سے ہلاک ہو گئے ہیں' تو اس مصرعے کے آتے ہی ایک بہت بڑے بزرگ نے جان دے دی۔ اگر آپ کی زندگی

میں وہ لمحہ نہ آیا جب آپ اللہ کے قریب ہوں تو پھر ایسی زندگی کو آپ نے کیا کرنا ہے۔ اس لئے طویل زندگی کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ کسی سے تعلّق والی زندگی ہونی چاہئے۔ اللہ سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ ہمیں طویل زندگی نہیں چاہئے بلکہ متعلّق زندگی چاہئے' ہمیں تعلق عطا فرما۔ اگر تعلق موجود ہو تو زندگی کا خوف نہیں ہو گا' موت کا خوف نہیں ہو گا' ہم یہاں بھی اللہ کے ہیں اور ہمارا آنا اور جانا برابر ہے۔ خوف اس بات کا ہے کہ کہیں تعلّق والا بے تعلق نہ ہو جائے۔ اس سے ڈرنا چاہئے۔ سب سے بڑی بیماری یہ ہے کہ انسان بے عقیدہ ہو جائے۔ اس لئے اگر آپ کا عقیدہ محفوظ ہے تو سلامتی ہی سلامتی ہے۔ تو دعا یہ مانگنی چاہئے کہ یا اللہ تو تقرب دے۔ اس لئے آپ حضور پاک ﷺ کا تقرّب تلاش کرو اور ان کا تقرّب احترام میں ہے' ان کی لگن میں ہے اور ان کے ماننے والوں اور ان کے مقرّبوں کے پاس رہنے میں ہے۔ دعا پر ایمان آپ کو مقرّبین میں شامل کرے گا۔ لوگ دو طرح کی دعائیں مانگتے ہیں۔ کچھ لوگ یہاں ٹھہرنے والی چیزوں کی دعا مانگتے ہیں' ایسی چیزیں جو یہاں قائم رہنے والی اور فانی ہوں۔ فانی اشیاء کے لئے دعا فانی بنا دے گی۔ اللہ سے وہ دعا مانگنی چاہئے کہ اگر آپ کا وصال بھی ہو جائے تب بھی آپ کی دعا جاری رہے۔ آپ "مِن اللہ" آئے ہو' "اِلی اللہ" جا رہے ہو اور یہاں پر آپ کی زندگی اگر "مَعَ اللہ" ہو جائے تو آپ کا مقصد پورا ہو گیا یعنی اللہ سے آئے' اللہ کی طرف جانا اور اللہ کے ساتھ زندگی گزارنا' یہ آپ کی کامیابی ہے۔ ورنہ زندگی بے مصرف ہو گی اور بے مقصد ہو گی۔ اس لئے اپنی دعاؤں کی تحقیق کرنی چاہئے اور یہ کہنا

چاہئے کہ یا اللہ میں ان دعاؤں سے توبہ کرتا ہوں جو دعائیں تجھے پسندیدہ نہ ہوں۔ مجھے ایسی دعا کرنے کی توفیق عطا فرما جس سے تیرا تقرّب عطا ہو اور تو بہتر جانتا ہے، ہمیں آزمائشوں میں نہ ڈال، ہم اتنے ہمّت والے نہیں ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ان پر عذاب نازل کروں جب کہ آپ ﷺ ان میں ہوں، "وانت فیھم" تو یہ ممکن نہیں ہے کہ مسلمانوں پر عذاب آئے جب کہ حضور پاک ﷺ ان میں ہوں۔ اس زمانے میں تو آپ موجود تھے اور آج بھی وہ وجود تو موجود ہے۔ اگر آپ کے دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد ہے تو آپ پر عذاب نہیں آ سکتا، آسکتا ہی نہیں ہے، گویا کہ عذاب سے نجات آپ نے خود اپنے آپ کو دینی ہے۔ دعا بھی تم اور تاثیر بھی تم۔ جس نے دل میں حضور پاک ﷺ کی یاد رکھ لی، وہ عذاب سے نجات پا گیا۔ گویا کہ یہ اسم ایسا ہے جو کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا اور یہ یاد ایسی ہے جس میں اللہ کا تقرّب مل جاتا ہے اور یہ رجوع ایسا ہے کہ دعا منظور ہوتی ہے، اس واسطے سے دعا منظور ہوتی ہے، یہ واسطہ محفوظ رکھا جائے تو دعائیں منظور ہوں گی۔ اگر آپ کو لگے کہ دعا منظور نہیں ہوئی تو شرط یہ ہے کہ دعا منظور ہو یا نہ منظور ہو، آپ عبادت کرتے جاؤ۔ آپ نے مانگنا ہے اور اس نے ماننے کی شرط نہیں رکھی۔ اب وہ جو کر رہا ہے آپ اسے دیکھتے جاؤ اور مانتے جاؤ، مانتے جاؤ، حتیٰ کہ ایک وقت آ جائے گا جب منوانے کا وقت ہو گا کہ آپ کو کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی اور کام ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کرو۔ پھر وہ اس وجود کے ساتھ جو کرے گا وہ اپنا وجود سمجھ کے کرے گا۔ دعا کو

تکرار نہ بنانا' دعاؤں پر اصرار بھی نہیں کرنا۔ دعا آپ کو اس واقعہ سے نجات دلاتی ہے جس میں آپ مبتلا ہیں' دعا تقرّب عطا فرماتی ہے اور دعا کے اندر ہی ماننے والے کا تقرب ہے اور دعا سننے والے کا تقرب ہے' مانگنے والا اور سننے والا دونوں پاس پاس ہیں۔ ایسی دعا نہ کرنا کہ یا اللہ مجھے وہ چیز دے دے' ایسی چیز جو اس نے اپنے پسندیدہ بندے کو نہ دی ہو۔ ایسی چیز نہ مانگ بیٹھنا جو اللہ کو پسند نہیں اور اس نے کافروں کو بغیر دعا کے دی ہوئی ہے۔ آج ہماری ملیّ دعائیں اس المیے کا شکار ہیں کہ ہم کافروں والی ترقی دعا سے مانگ رہے ہیں' کافروں جیسی ترقی مانگ رہے ہیں' جہاز مانگ رہے ہیں اور ایٹم بم مانگ رہے ہیں۔ آپ یہ دعا کرو کہ یا اللہ ہمیں اپنا بنا کے رکھ اور ہمارا اپنا بن۔ دعا میں لوگوں کو شریک کر لیا جائے تو دعا منظور ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات جو دعا مانگی جاتی ہے وہ پوری نہیں ہوتی اور اگر دعا جاری ہے اور آنسو جاری ہیں تو یہ اللہ کے تقرّب کا ایسا مقام ہے کہ اگر آپ اس مقام کو پہچان لیں تو اس تکلیف کا شکریہ ادا کریں گے جس نے آپ کو محبوب بنا دیا۔ پھر آپ کہیں گے کہ اے تکلیف تو سلامت رہے جس نے مجھے آنسوؤں سے آشکار کرایا اور بارگاہ کے قریب لے گئے۔ ایسی تکلیف' تکلیف نہیں ہے بلکہ دعوت نامہ ہے۔ ایسی تکلیف عذاب نہیں بلکہ احسان ہے کہ اللہ کی یاد آپ کے دل میں خاموش ہونے لگی تھی اور تکلیف نے آ کر اسے جگایا۔ بڑے بڑے واقعات ایسے گزرے ہیں کہ اللہ نے تکلیف دے کے کسی نہ کسی طریقے سے اپنے پاس بلایا۔ عام حالات میں لوگ بزرگوں کے پاس اس لئے جاتے ہیں کہ انہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے اور یہ تکلیف سفر کراتی ہے۔

یہ تکلیف اللہ کے قریب کرتی ہے اور اللہ والے کے قریب کرتی ہے۔
جب اللہ والے کے پاس پہنچتے ہیں تو پھر تکلیف کیسی

ہم ان کے پاس گئے حرفِ آرزو بن کے
حریمِ ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

تو انسان جاتا ہے اپنی ضرورت لے کے اور وہاں جاکر سب تکلیف بھول جاتا ہے' پھر اور طرح سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کئی واقعات ملتے ہیں چوری کرنے کے اور انسان وہاں سے کچھ اور بن کے نکل آتا ہے۔ تو وہ تکلیف جو اللہ تعالیٰ کا احسان ہو' اس تکلیف کا شکر ادا کرنا چاہئے اور وہ تکلیف جو آپ کو باغی بنا رہی ہے وہ ابتلا ہے ----- انسان فقیروں کے پاس دنیاوی آرزو لے کر جاتے ہیں اور وہ اسے بات سمجھا دیتے ہیں' جب پردہ اٹھتا ہے تو نہ وہاں فراق ہوتا ہے اور نہ وصال ہوتا ہے بلکہ فراق ہی وصال ہوتا ہے اور وصال ہی فراق ہوتا ہے کیونکہ وہاں فراق اور وصال ایک ہی چیز کا نام ہے۔ تو فقیروں کے پاس جانے والے ابتدا میں دنیاوی آرزو لے کر جاتے ہیں اور یہ دنیاوی ضرورتیں روحانی سفر کا باعث بن جاتی ہیں' جسمانی سفر ہی روحانی سفر بن جاتا ہے ----- عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اگر انسان کی روح بیمار ہو جائے تو جسم بیمار ہو جاتا ہے' اگر روح ٹھیک ہو جائے تو جسم بھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔ روح کی غذا اللہ کی یاد اور اللہ کا ذکر ہے۔ اگر اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کا ذکر کیا جائے تو وجود کی اصلاح ہو جاتی ہے' وجود صاف ہو جاتا ہے اور پھر پتہ چلتا ہے کہ وجود کی ریت کے اندر سونا ہے۔ تو اپنے وجود کے اندر کا سفر کیا جائے' اس کی

حقیقت کو دریافت کیا جائے' اپنی پیشانی کو سجدوں سے سرفراز کیا جائے اپنے پیسے کو خیرات دے کر محفوظ کیا جائے' اپنی طاقت سے غریبوں اور مسکینوں کو محفوظ رکھا جائے بلکہ ان کی مدد کی جائے' اپنے آپ کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے اور اپنی نیند کے کچھ لمحات کو بیدار کیا جائے اور اپنی ویران اور خشک آنکھوں کو آنسوؤں سے جگمگایا جائے۔ تب آپ کی زندگی بہتر ہو گی۔ یہ نہ ہو کہ بجھی اور ویران آنکھیں ہوں۔ کہیں آپ کے لئے یہ نہ کہہ دیا جائے کہ ثم قست قلوبکم پھر تمہارے دل پتھر ہو گئے حالانکہ اللہ کے پتھروں سے بھی نہریں جاری ہیں۔ یعنی پہاڑ سے نکلنے والا دریا آنسو کی طرح ہے۔ آپ اپنی آنکھوں کو خشک نہ ہونے دینا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر رات کو جاگتے وقت رونا نہ آئے تو رونے والی شکل ہی بنا لو۔ تکلیف کے آنے سے اور ارادوں کے ٹوٹنے سے آپ کو ایک بات کا احساس ضرور ہو جاتا ہے کہ آپ نے یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ اگر یہاں ٹھہرنا مشکل ہے اور یہاں سے چلے جانا ہے تو جانے سے پہلے آپ کوئی کام کر جاؤ۔ اب آپ غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور جانے سے پہلے کوئی کام کر جاؤ۔ آپ نے اپنی ذات کے ساتھ بچپن سے جو وعدے کئے ہوئے ہیں' ان کو پورا کرنا شروع کر دیا جائے تو وہ زمانے پھر لوٹ آئیں گے جب آپ کی زبان سیف یعنی تلوار ہو جائے گی' آپ کی دعا مستجاب ہو جائے گی' آپ کا دل آباد ہو جائے گا' آپ کی آنکھ پرنم ہو جائے گی اور آپ کی پیشانی سجدوں سے منور ہو جائے گی۔ آپ نے اور کچھ نہیں کرنا بلکہ صرف اس دن کو بلانا ہے۔ اگر وہ کسی طرح آ گیا ہے تو اب آپ اپنی دعاؤں کو اس کی بارگاہ میں لے چلو۔ آپ

کی دنیاوی آرزوئیں بھی دو قسم کی ہوتی ہیں' دنیاوی آرزو مجبوری بن کے گمراہی کے بازار میں نکل جاتی ہے یا پھر دنیاوی آرزو مجبوری بن کے اللہ کے دربار میں پہنچ جاتی ہے۔ اگر آپ کی آرزو اللہ کی طرف رخ کر گئی تو یہ نیکی ہے۔ شکر کرو کہ آپ کی تکلیفیں دعائیں بن گئیں اور اللہ کی طرف مائل ہو گئیں اور اس کی طرف رجوع کر گئیں اور آپ نے اسی طرف رجوع ہی تو کرنا تھا۔ تو دعا پر ایمان رکھنا' یقین رکھنا اور دعا مانگنا بڑی مبارک بات ہے۔ دعا پر اصرار اور تکبر منع ہے۔ اللہ جو عطا فرما رہا ہے وہ بہتر ہے اور اس کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں آتی جب تک وہ کوئی بڑی آنے والی تکلیف نہیں ٹال جاتی۔ اس تکلیف کا اس لئے بھی شکریہ ادا کرو کہ اس سے اور بہت بڑی تکلیف ٹل گئی۔ ہمیں پتہ نہیں ہوتا کہ کس طرح اللہ کی مہربانی ہو گئی ہے۔ صدقے سے بلا ٹل جاتی ہے۔ بلا کی تعریف ہی یہی ہے کہ جو نہ ٹلے۔ لیکن بلا صدقے سے ٹل جاتی ہے۔ اسی طرح دوست کے آ جانے سے بیماری کم ہو جاتی ہے۔ ہر تکلیف ایک بڑے عذاب کو ٹال دیتی ہے۔ ایک آدمی نے اللہ سے وعدہ کیا کہ تکلیف ٹل جائے تو اپنی بیوی کو سو کوڑے ماروں گا کیونکہ اس نے میرا کہنا نہیں مانا تھا۔ بیوی نے خدمت کی اور تکلیف ٹل گئی۔ اب وہ سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کیا جائے کہ کوڑے نہ مارے جائیں۔ تو اسے بتایا گیا کہ تنکوں کا جھاڑو سو دفعہ ہلکا سا مار دو تاکہ شرط پوری ہو جائے ----- تو تکلیف کو پہچانا جائے کہ تکلیف ہے کیا؟ تکلیف دعوت نامہ ہے' تکلیف آپ کی زندگی ہے' تکلیف احساس کی بیداری ہے اور تکلیف ہی شب بیداری ہے۔ اس لئے وہ تکلیف جو جگا رہی ہے اس

راحت سے بہتر ہے جو سلا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی تکالیف دور کرے ----- اللہ تعالیٰ آپ کے اندیشے دور کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی امیدیں پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے محسنوں کو آپ پر خوش رکھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے بزرگوں کو آپ پر گلہ نہ کرنے دے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اولادوں کو آپ کا ادب سکھائے اور آپ کی اولاد مؤدب ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کے رزق کو صالح فرمائے' آسان فرمائے اور کشادہ فرمائے۔ آپ کا رزق اتنا کشادہ اور زیادہ ہو کہ آپ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر سکو۔

سوال :۔

آپ نے فرمایا ہے کہ جو تکلیف اللہ کی طرف راغب کرے وہ اللہ کا احسان ہوتی ہے تو اگر گناہ کبیرہ کے بعد انسان اللہ کی طرف راغب ہو جائے تو؟

جواب :۔

اگر گناہ کے بعد انسان اللہ کی طرف راغب ہو جاتا ہے تو آپ یہ سمجھو کہ اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہونے کا فیصلہ انسان نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی منشا ہے اور چونکہ وہ انسانوں کو بے پناہ معاف کرنے والا ہے اور جب معاف کرنے پر مائل ہوتا ہے تو انسانوں کو اپنے دروازے کا سائل بنا دیتا ہے۔ توبہ کے بعد گناہ کا ذکر بھی گناہ ہے۔ توبہ کا معنیٰ ہے رجوع الی اللہ یعنی راستہ مڑ جانا۔ جب انسان اللہ کے پاس آتا ہے تو توبہ کر کے آتا ہے۔ توبہ کے بعد ذکر گناہ منع ہے اور توبہ کی

منظوری کا ثبوت یہ ہے کہ یاد گناہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔ گناہ کبیرہ کو ذریعہ نیکی اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ زمانہ اسی کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے۔ گناہ کبیرہ اگر اس کو کہیں گے تو یہ اللہ کے لئے ایک چیلنج ہو جائے گا کہ اس نے کس طرح معاف کر دیا ہے۔ جو قوانین سماج کے لئے مرتب ہو گئے ہیں ان کی Violation بیان نہیں کرنی ہے کیونکہ وہ اسی طرح ہیں جس طرح اسلام نے بیان کر دیئے ہیں۔ آپ یہ دیکھو کہ گناہ کے بعد آپ سزا کی طرف جا رہے تھے مگر کوئی نیکی کام آگئی۔ نیکی گناہ پر حاوی ہو سکتی ہے اور دعا جو ہے یہ ابتلا پر حاوی ہو سکتی ہے اور اللہ کا فضل اس کے غضب پر حاوی ہے اور شفاعت جو ہے یہ انصاف پر حاوی ہے ---- اس لئے آپ اللہ کے احسانات دیکھو۔ صرف ماں کی دعا سے اور باپ کی دعا سے کتنے کام بن جاتے ہیں۔ آپ کے بزرگ آپ کے لئے دعا کرتے آئے ہیں اور آپ کے آنے والے بچے بھی آپ کے لئے دعا کریں گے۔ اس لئے گناہ اللہ کی بارگاہ سے ایک قسم کا انکار ہے ----- اگر بندہ انکار کرے تو اس کے لئے توبہ کا دروازہ ہے۔ توبہ بنی ہی اس لئے ہے۔ ابلیس واحد ذات ہے جو توبہ نہیں کرتی۔ ابلیس کہتے ہی اس کو ہیں جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو۔ وہ آدمی جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے وہ ابلیس ہے اور انسانوں میں ابلیس وہ ہے جو توبہ کا دروازہ بند سمجھتا ہے یا جو دعا کے قریب نہیں جاتا، دعا پر جس کا Faith نہیں ہے، اس کے لئے بخشش نہیں ہے۔ دعا کا مطلب ہی یہی ہے کہ ہمارے اعمال اس قابل نہیں ہیں کہ اللہ کے سامنے پیش کر سکیں، یہ تیرا فضل ہے جو ہم پر مہربانی کرے گا اور ہمیں پھر سے تازہ دم بنائے گا۔ توبہ بھی ایک دعا ہے

اور دعا بھی ایک توبہ ہے۔ توبہ کے بعد محاسبہ نہیں ہوتا:

اب کس لئے ہے میرے گناہوں کا ہے احتساب
جب واسطہ دیا ہے تمہارے حبیبؐ کا

اللہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جہاں گناہ زیادہ ہوں وہاں عذاب آتا ہے اور اللہ کی ایک سنت یہ ہے کہ جہاں گناہ زیادہ ہوں وہاں رحمت آتی ہے بلکہ رحمتہ للعالمینؐ آتے ہیں۔ اسلام سے پہلے عرب معاشرے کا اتنا برا حال تھا کہ اس کو تباہ ہو جانا چاہئے تھا۔ لیکن وہاں اللہ نے اپنی رحمت بھیج دی۔ گویا کہ برا حال بھی ایک طرح کی دلیل ہے کہ اب اللہ کی رحمت آنے والی ہے کہ ہم گناہ میں اتنے مبتلا ہو گئے ہیں کہ ہمارے عمل کے ذریعے اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی' اب وقت آگیا ہے کہ اللہ ہی بچا سکتا ہے کیونکہ اب نہ ہماری توبہ ہمیں بچا سکتی ہے اور نہ ہماری نیکی ہمیں بچا سکتی ہے' اب وقت بھی آخری آ چکا ہے' ہمارے اعضاء بھی شل ہو گئے ہیں تب اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتا ہے اور انسان توبہ کے راستے ایمان میں داخل ہو جاتا ہے۔

سوال:۔

آپ نے فرمایا تھا کہ آنسو اللہ کی نعمت ہیں' اس بارے میں فرمائیں کہ یہ کیسے ہے؟

جواب:۔

انسان عبادت پر ایک چیز کو حاوی دیکھتا ہے اور وہ اس کے آنسو ہوتے ہیں۔ یہ آنسو اس کو اللہ کی بارگاہ میں لے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ

دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آنسو عطا فرمائے
---- ایک آدمی ایک جگہ بیٹھا ہوا رو رہا تھا۔ اس نے کئی سال لگا کے
جنگل سے جڑی بوٹیوں کا رس یعنی روح العقاقیر اکٹھا کیا لیکن شیشی اس
کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی۔ گرو نے پوچھا کیوں رو رہے ہو۔ اس نے
کہا میں نے ساری عمر جو بوٹیوں کا رس اکٹھا کیا تھا وہ بوتل ٹوٹ گئی ہے۔
وہ روتا جا رہا تھا اور گرو ہنس رہا تھا ---- چیلے نے کہا مہاراج ! میں
مصیبت میں ہوں اور آپ ہنس رہے ہیں' یہ کیسا انصاف ہے۔ گرو نے
کہا تو جو چیز چاہتا تھا وہ تجھے نہیں ملی مگر میں جو چاہتا تھا وہ مجھے مل گیا۔
چیلے نے پوچھا آپ کو کیا مل گیا؟ گرو نے کہا مجھے تمہارے آنسو ملے
ہیں۔ چیلے نے کہا آنسوؤں سے کیا ہو گا؟ گرو نے کہا انہی آنسوؤں کے
فیض سے تو جڑی بوٹیوں میں رس پیدا ہوتا ہے ---- تو "رس" لینا
اور چیز ہے اور "رس" دینا اور ہے۔ آنسو وہ چیز ہے جو آپ کو بہت
قریب کر دیتی ہے اور اسی کے دم سے سارا نظام قائم ہے۔!

ولی جنت کی قیمت ایک آنسو ہے خدا جانے
مگر اس آنکھ سے نکلے جو پنہاں ہے تیرے دل میں

اس کائنات میں آنسو ایک ایسا راز ہے کہ جہاں کوئی اور چیز کام نہیں آتی
وہاں آپ کو آپ کے آنسو لے جاتے ہیں۔ آنسو کا سفر نہیں رکتا' یہ
سیدھا بارگاہ صمدیت میں لے جاتے ہیں۔ آپ کو جائزہ لینا چاہئے کہ کہیں
آپ کے آنسو خشک تو نہیں ہو گئے۔ اپنے آنسوؤں کو زندہ رکھا کرو اور
پھر آپ اللہ کے قریب ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ جس پر راضی ہوتا ہے اس

کی آنکھ کو پرنم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرے بندے وہ ہیں جو فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا وہ ہنستے کم ہیں اور روتے زیادہ ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے رونا ابتلا نہیں ہے بلکہ وہ اللہ کے بندوں کا ایک مقام ہے۔ یہ ایک ایسا مقام ہے جہاں نہ کوئی گناہ' گناہ رہتا ہے اور نہ کوئی نیکی' نیکی رہتی ہے اور انسان تقرب میں پہنچ جاتا ہے۔ جب ایسے لوگوں کو دیدار ہو یا وصال ہو تو ان کی آنکھ میں آنسو ہوتے ہیں۔ آنسو کسی ذات کے قریب آنے کی دلیل ہے۔ اس کو رقت کہتے ہیں۔ اس لئے آپ تنہائی میں بیٹھا کرو' غور کیا کرو' اس کو پکارا کرو ---- اس لئے وہ گناہ' گناہ نہیں رہتا جس پہ توبہ کرلی جائے اور توبہ کے بعد اس گناہ پر اصرار نہ کیا جائے۔ پھر اللہ کی مہربانی ہو جائے۔ وہ مہربانیاں کرتا رہتا ہے اور آنسو عطا کرتا رہتا ہے۔ ایک درویش کے پاس ایک آدمی آیا۔ درویش کی عمر ایک سو بیس سال تھی اور بڑے باشرع بزرگ تھے۔ مرید نے روتے روتے عرض کی کہ میں کتنے سالوں سے التجا کرتا آ رہا ہوں کہ ہر سال میں Apply کرتا ہوں لیکن حج کے لئے میرا نمبر نہیں آتا' کہیں میں نامقبول یا نامنظور تو نہیں ہوں ---- یہ کہہ کر وہ زور زور سے روتا گیا اور آنسو بہاتا گیا۔ بزرگ اس کی بات سنتے رہے اور پھر دعا کی یا اللہ اس پہ رحم فرما تاکہ یہ حج پر نہ جاسکے۔ وہ آدمی سٹپٹایا اور بہت چیخا چلایا اور کہنے لگا کہ آپ نے یہ کیا غضب کر دیا۔ درویش نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ یہ جو تو رو رہا ہے' یہ آنسو مجھے دے دے اور جو میں نے چودہ حج کئے ہیں ان کا ثواب تو لے لے' تیرے آنسوؤں میں جو شوق ہے یہ حج پر حاوی ہے' شدت جذبات کا یہ جو مقام ہے حج اس کے سامنے نہیں

ٹھہرتا۔۔۔ جن لوگوں کو یہ مقام عطا ہو جائے وہ عبادات سے آگے نکل جاتے ہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی حاجی ایک بے کیف وادی سے گزر جائے لیکن فقیر جو ہے وہ ہمہ حال کیفیت میں ہوتا ہے۔

خلقت کوں جیندی گول ہے

ہر دم فریدؒ دے کول ہے

یعنی دنیا جس اللہ کو تلاش کر رہی ہے وہ ہر دم فرید کے ساتھ ہے۔

جس کو وہ تلاش کر رہا ہے وہ اس کے ساتھ ہے۔ وہ ساتھ کیسے ہوتا ہے؟ اس کا ثبوت اس کی آنکھ کے آنسو ہیں۔ جب تک آپ کی آنکھ میں آنسو ہے سمجھو کہ اس کا آپ کے ہاں آنا جانا ہے۔ اس لئے اپنے آپ کو زندہ رکھو۔ رحمت کے سامنے گناہ کا ذکر نہ کرو۔ گناہ پر تکرار بدبختی ہے۔ گناہ جو ہے وہ دعا سے دور لے جاتا ہے۔ اگر دعا پر اعتماد قائم ہو جائے تو وہ اللہ کی رحمت ہے اور اس کا فضل ہے۔ اس لئے آپ اپنے آپ کو گناہوں کے حوالے سے نہ دیکھا کرو بلکہ رحمت کے حوالے سے دیکھا کرو بلکہ فقیر لوگ کہتے ہیں کہ یا اللہ میں نے گناہ سے توبہ کی اور اس عبادت سے بھی توبہ کی جو تمہیں منظور نہ ہو۔۔۔ یا اللہ تو اپنی رحمت فرما اور ہمارے گناہ یا ریاکاری کی عبادت کی طرف نہ دیکھ۔ اس لئے اللہ کے پاس عبادت نہیں لے جاتی بلکہ اس کا فضل لے کر جاتا ہے۔ دل سلامت رہے اور اس میں اللہ کی یاد ہو تو یہی خانہ کعبہ ہے' آپ اس میں سے خواہشات کے بت نکال دو تو حرم آباد ہو جائے گا۔ اسی دل کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔ مومن

ہی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ مومن کا دل اللہ کا گھر ہے' اس کی آنکھ اللہ کا قرب ہے' ہاتھ ہے مومن کا گویا ہاتھ اللہ کا ---- اسی لئے کہا گیا ہے کہ :-

قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

مومن وہ ہے جو دنیاوی حالات میں سے نکلتا ہوا اللہ کے تقرّب کو تلاش کرے' اللہ کے مقرّبوں کو تلاش کرے۔ آپ اپنے آپ کو قائم رکھو' اس کو تلاش کرو' اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤ' وہ دروازہ اب بھی کھلنے کے لئے تیار ہے۔ اور آپ کو ایک بار پھر اپنا پرانا مقام ہاتھ آ جائے گا۔ ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کو پکارو ---- ایک بار پھر اس کی طرف رجوع کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانی کرنے والا ہے۔ وہ مہربانی کرتے ہوئے تھکتا نہیں ہے۔ اس کا کام ہی مہربانی کرنا ہے ---- آپ اللہ کی مہربانی سے مایوس نہ ہونا ---- اللہ کی مہربانی سے مایوس ہونے کا مطلب ہے اپنے مستقبل سے مایوس ہونا۔

آپ کا مستقبل روشن اور درخشندہ ہے' اگر آپ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ جس نے ایک بار اللہ کی طرف رجوع کیا پھر وہ اللہ نہ ہوا جو اس کو چھوڑ دے' وہ کبھی نہیں چھوڑتا۔ پہلے وہ آپ کو سیدھے راستے سے بلاتا ہے اور اگر آپ اس کے پاس نہ جائیں تو تھوڑی سی تکلیف بھیج کے آپ کو قریب کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ پر فضل کے دروازے کھولے۔ آپ کے والدین اگر زندہ ہوں تو ان کی خدمت کیا کرو اور اگر رخصت ہو گئے ہیں تو ان کے مزار پہ جا کر چراغ جلایا کرو' فاتحہ پڑھا کرو۔ جہاں کسی بزرگ کا مزار

ہو تو وہاں ضرور سلام کیا کرو۔ کیونکہ تمام بزرگوں پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہربانی ہے۔ جن لوگوں کے مزار پر گنبد ہو وہاں بحث کئے بغیر جایا کرو اور سلام پیش کیا کرو۔ آپ نے بھی اس جہاں سے ضرور گزرنا ہے لیکن جانے سے پہلے کوئی جلوہ ضرور دیکھ جاؤ۔ اگر یہاں جلوہ نہ دیکھا تو اللہ کا فرمان ہے ومن کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔ جلوے کی تعریف یہ ہے کہ جلوہ تیرے آنسوؤں کا دوسرا نام ہے۔ اپنے قیمتی آنسوؤں کو سنبھالو۔ اللہ آپ پر اپنا فضل فرمائے۔ آپ اللہ کے دروازے کھٹکھٹاؤ اور آسمانوں سے آپ کو جواب آنا شروع ہو جائے گا۔ آپ اپنی قدر پہچانو اور آنسوؤں کی قدر پہچانو۔

صلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا حبیبنا وشفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

○

۱ اس زندگی میں اللہ کا جلوہ کیسے دیکھا جاسکتا ہے؟

۲ بعض اوقات ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ یہ چیز' یہ یہ آیت پڑھیں تو اللہ کا دیدار ہو جائے گا۔ اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔

۳ سر! یہ جو پیری مریدی کا سلسلہ ہوتا ہے جس میں بیعت کرتے ہیں بعض دفعہ پیر صاحب پشاور میں تشریف فرما ہیں اور یہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرید ہوتے ہیں۔ اس کا کچھ فائدہ ہے؟

۴ انسان جب اپنے دل میں کسی صاحب امر' صاحب بصیرت سے وابستگی کو اللہ کے لئے مستحکم کر لیتا ہے تو کیا اس کے بعد اور Formalities کی ضرورت رہتی ہے؟

۵ سر! "بیعت" کا لفظی معنی کیا ہے؟

۶ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں' میں نے یہ کائنات تخلیق کی۔ حضور یہ فرمائیں کہ پہچان سے کیا مراد ہے؟

۷ حضور! کیا بزرگوں سے مدد مانگنی جائز ہے؟

۸ حضور کیا ان سے مانگنا جائز ہے؟

۹ بزرگوں سے کس طرح مانگیں' اس سلسلے میں وضاحت فرمادیں۔

۱۰ سر! عشق کیا ہے اور یہ کیسے کیا جاتا ہے؟

۱۱ حضور! عشق حقیقی اور عشق مجازی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

۱۲ یہ جو آپ کی تعلیمات ہم سن رہے ہیں تو اس میں دنیا کے معاملات اور کاروبار زندگی کو تو پھر چھوڑنا پڑے گا۔

۱۳ کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ جس سے ہم بے غم ہو جائیں۔

۱۴ حضور! ملک کے حالات غیر یقینی ہیں' اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیں۔

۱۵ حضور والا! کیا آپ کو یہ موجودہ خطرات محسوس نہیں ہوتے؟

۱۶ سر! غریب کے لئے صاحب اقتدار لوگ کچھ نہیں کرتے۔

۱۷ ہم کسی صاحب دعا کو کہاں اور کیسے تلاش کریں؟

۱۸ سر! ایاک نعبد و ایاک نستعین سے کیا مراد ہے؟

۱۹ فیض کیسے ملتا ہے اور کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟

سوال:

اس زندگی میں اللہ کا جلوہ کیسے دیکھا جا سکتا ہے؟

جواب:

یہ زندگی ختم ہو گی پھر یہ کام شروع ہو گا' اس کا انتظار کرو۔ تھوڑا سا انتظار کر لو۔ یہ سوال وہ آدمی کر سکتا ہے جس کی آنکھ میں کوئی غیر اللہ نہ ہو' کسی بھی غیر اللہ کا جلوہ نہ ہو' ذہن میں غیر اللہ کا خیال نہ ہو' دل میں غیر اللہ نہ ہو' کوئی غیر اللہ وابستگی نہ ہو' پھر وہ یہ بات کہہ سکتا ہے۔ اس وجود کی تو ویسے ہی بات نہیں ہو سکتی۔ جس ذریعے کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے وہ ذریعہ ہی Available نہیں ہے اور جو تھوڑے بہت ذرائع Available ہیں وہ غیر اللہ کے ساتھ لگے پڑے ہیں۔ دعا کرو کہ تمہارے پاس کوئی مال نہ رہ جائے' خدا کرے کہ تیرے پاس کوئی دوستی نہ رہ جائے' خدا کرے تیرے ساتھ کوئی رشتے داری نہ رہ جائے' تیرا کچھ بھی نہ رہ جائے' تو پھر اللہ کے جلوے کا انتظار کر سکتے ہو۔ انتظار بہتر ہے کیونکہ وہ جس وقت آئے گا' سو اسی وقت آئے گا۔ تو کوئی آدمی دیدار

الٰہی کس طریقہ سے کر سکتا ہے؟ درویش لوگ بتاتے ہیں کہ طریقہ یہ ہے کہ اگر کہیں سے نگاہ مصطفیٰؐ ہو جائے تو پھر دیدار حق ہو سکتا ہے' ورنہ ناممکن ہے۔ بس! آپ بات سمجھ گئے! صرف وہ ایک جگہ ہے' وہ ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ایک ہی راستہ ہے۔ نہیں تو نہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے ہماری زندگی ادھر ہی رہنی چاہئے' دنیا میں ہی رہنی چاہئے۔ اس جہان کے سوال جواب تک رہو۔ کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں دیدار کرا دوں گا۔ ایسا کوئی نہیں کرا سکتا کہ دیدارِ الٰہی کرائے' دیدارِ حضور پاکؐ کوئی کرائے۔ اپنے سے کسی بڑی چیز کا آپ دعوی نہیں کر سکتے۔ تو اپنے خیر خواہ ہی بنو۔ ہاں ہم یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ میری جیب میں دس روپے ہیں' میں تمہیں دو روپے دے سکتا ہوں۔ جتنا دے سکتے ہو' اتنا دے دو۔ کیونکہ یہ ایک اختیار ہے۔ یہ بات ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم یہ کر سکتے ہیں اور وہ بات اختیار میں نہیں ہے! کسی کے بس میں نہیں ہے! تو عام طور پر مریدین جو ہیں وہ پیروں کو گمراہ کر دیتے ہیں کہ سرکار! آپ اس کا حل ضرور نکال سکتے ہیں کیونکہ آپ تو ہیں ہی ایسے! وہ بیچارا پیر صاحب پہلے ایک دفعہ سنے گا' دو دفعہ سنے گا' مرید پھر کہے گا کہ ضرور اللہ کا دیدار کرا سکتے ہو۔ پیر صاحب بیچارہ چکر میں آ جائے گا۔ کسی ایک مرید نے جھوٹ میں آ کے کہہ دیا کہ جی ہو گیا دیدار! پھر کسی دوسرے نے آ کر کہہ دیا کہ دیدار ہو گیا۔ تیسرے نے کہہ دیا جی مجھے بھی دیدار ہو گیا ہے۔ یعنی دیدار کرانے والا وہ پیر بیوقوف بن گیا۔ ایسا نہیں ہوتا۔ کم از کم آپ دانا انسان بن جاؤ کہ آپ صداقت سے سوچو کہ کسی اور کے کہنے پر دیدار نصیب نہیں ہو گا بلکہ یہ آپؐ کی مرضی کی بات ہے اور یہ آپؐ کی

مرضی سے ہوتا ہے۔ فی الحال کوئی اور ایسی طاقت یا ہستی نہیں ہے جو دیدار کرا سکے۔ ہاں اللہ اپنا دیدار کرا سکتا ہے۔ اگر اللہ خود چاہے تو! اور اگر حضور پاکؐ چاہیں تو اللہ کا دیدار کرا دیں۔ اس سے آگے کسی کا بس نہیں ہے۔ آپ کو کیا کام کرنا چاہئے؟ جو آپ کے بس میں ہے۔ استعفیٰ دے سکتے ہو یہ تمہارے بس میں ہے۔ یہ آپ کر سکتے ہو۔ اپنا مکان نیلام عام کر سکتے ہو، یہ آپ کر سکتے ہو، جس آدمی کے دل میں نفع و نقصان کا احساس ہے، وہ ایسے کام نہ کرے۔ اس کو اگر اللہ ملے تو دعا کرے گا کہ یا اللہ میرے حالات کچھ بہتر کر دو۔ دیدار کی قبولیت تب ہوتی ہے جب ایسی حالت ہو کہ:۔

کیوں جل گیا نہ تاب رخ یار دیکھ کر
جلتا ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھ کر

اللہ کا دیدار وہ آدمی کر سکتا ہے جس کو دنیا میں اور کوئی خواہش نہ ہو اور جس نے ماسواء کا نقش مٹا دیا ہو۔ آپ لوگ تو مجسم ماسواء ہیں۔ ماسواء نہ مٹے تو ماوراء کدھر سے آئے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں! اس لئے میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس سوال کی بھی معافی مانگو:۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

یہ آپ کے بس کی بات نہیں ہے اور جو یہ کہتا ہے کہ ہم اللہ کا دیدار کرا دیں گے، اس غریب آدمی کے لئے بھی معافی مانگو کہ وہ اپنی ہستی

سے زیادہ ایک بول ایسا بول بیٹھا ہے۔ امید ہے، آپ بات سمجھ گئے ہوں گے۔ اب اور سوال کرو۔

سوال :۔

بعض اوقات ہم کتابوں میں پڑھتے ہیں کہ یہ چیز' یہ یہ آیت پڑھیں تو اللہ کا دیدار ہو جائے گا۔ اس بارے میں وضاحت فرما دیں۔

جواب :۔

اللہ کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا مانگو کیونکہ میں دعائیں منظور کرتا ہوں۔ آپ اپنی زندگی پر نظر دوڑائیں اور سوچیں کہ کیا کبھی ایسا واقعہ ہوا ہے کہ آپ نے دعا مانگی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو' پیغمبروں نے دعا مانگی' منظور ہوئی اور بعض اوقات منظور نہیں ہوئی۔ اللہ کہتا ہے کہ میں دعا منظور کرتا ہوں لیکن کئی دفعہ نا منظور بھی کرتا ہوں۔ اللہ تو پھر اللہ ہے 'مانے یا نہ مانے' وہ قائم رہتا ہے۔ قرآن پاک کی کوئی آیت ایسی ہے جس کا یہ اثر ہو کہ اللہ کا دیدار ہو جائے؟ کتابیں بیچنے والوں نے بڑا ہی فراڈ کیا ہے کیونکہ ایسا نہیں ہوتا۔ کوئی ایسی Stereo Type بات نہیں ہے کہ آپ چھ جمعرات دیئے جلاؤ تو پھر ساتویں جمعرات آنے سے پہلے فلاں مراد پوری ہو جائے گی۔ ایسا نہیں ہوتا۔ یہ کام بند کر دیں۔ کتابوں سے پڑھے ہوئے نقش استعمال نہ کرو اور جو لکھے ہوئے وظائف ہیں وہ استعمال نہ کرو۔ کوئی پہچان والا شخص اگر کوئی وظیفہ دے تو وہ استعمال کرو۔ کتابوں کی بات کتاب تک رہنے دو کیونکہ یہ صرف کتابیں بیچنے کے لئے لکھا ہوا ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو پھر کیا سے کیا ہو جاتا۔ تو ایک بات

یاد رکھو کہ قرآن کو کبھی عمل کے لئے اور رمل کے لئے استعمال نہ کرنا۔ یہ حکم ہے۔ قرآن پاک کو اللہ کا کلام سمجھ کے پڑھنا۔ نہ پڑھ سکو تو ادب سے اس کو سلام کر دو۔ آپ پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو نہ پڑھو۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا قرآن پڑھ لینا۔ بسم اللہ کا قرآن کیا ہوتا ہے؟ سارے قرآن پاک کی ایک ایک سطر انگلی رکھ کے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے جاؤ۔ تو ایسے ایسے بزرگ آئے ہیں کہ جو قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سچ ہے اور حق ہے۔ اگر قرآن کا ادب قائم ہو جائے تو پھر علم کے بغیر بھی تاثیر مل جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر ایک آدمی ہے جس کے پاس ادب قائم ہے اور حج کرنے گیا لیکن وہ دعا نہیں پڑھ سکتا کیونکہ وہ ہر چیز بھول جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب تک یہ دعا نہ کرو، تاثیر نہیں ہوتی۔ تاثیر ادب کی ہے، تاثیر لگن کی ہے، تاثیر لگاؤ کی ہے، شوق کی ہے، ذوق کی ہے۔ الفاظ بھی اپنی جگہ پر مستند ہیں لیکن جب آپ الفاظ ادا نہ کر سکو تو پھر دل کا چراغ لو اور میدان کی طرف چل پڑو۔ تو اللہ تعالیٰ مہربانی کر دے گا۔ باقی یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ایسا کرو گے تو ویسا ضرور ہو گا۔ جو ہو گا وہ اللہ اور حضور پاکؐ کی مرضی سے ہو گا۔ وہ نہ چاہیں تو کچھ نہیں بنے گا اور اگر وہ چاہیں تو سب ہو جاتا ہے۔ اس لئے وظیفوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو نہ ڈھونڈو۔ آپ لوگ درود شریف کی محفل قائم کر کے اس کے ساتھ ہی دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیتے ہو۔ درود شریف کو ایک فرض کے طور پر ادا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اور میرے فرشتے نبی پاکؐ پر درود بھیجتے ہیں اور اے ایمان والو! تم بھی

خوب درود شریف بھیجو۔ یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ یہ آپ فرض کے طور پر کرتے جاؤ۔ اس سے لینا کچھ نہیں۔ یعنی کہ یہ برکت کی بات ہے کہ آپ ایسا کام کرتے جاؤ اور حکم کی بات ہے کہ آپ اللہ کی اطاعت کرتے جاؤ اور شکر کی بات ہے کہ تمہیں یہ کام کرنے کا موقع ملا۔ باقی اس کے اندر سے فوائد نکالتے رہنا' میرا خیال ہے یہ نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ سے آپ کو محبت ہے تو محبت ہی رکھو۔ یہ کام نکلوانے والی بات نہیں بنتی۔ اللہ سے محبت کرو گے تو وہ کہے گا کہ میں اپنے بندوں کو خوف' بھوک' نقصان اور موت دے کر آزماتا ہوں۔ ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات ایسے حال میں آپ کی اللہ سے محبت قائم رہنی چاہئے۔ اگر آپ کا نقصان ہو جائے تو اللہ سے محبت میں فرق نہ آئے۔ اگر آپ اس قسم کے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی کرے گا۔ ورنہ تو ایسے آدمی بھی ہیں جو اللہ کی اطاعت کرتے ہیں' عبادت کرتے ہیں' دعا کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سب کچھ اپنے مقاصد کے لئے کرتے ہیں۔ آپ اس سے گریز ہی کرو۔ کسی کے ذہن میں کوئی بات ہے تو پوچھ لے۔ ہاں کوئی سوال بولو۔۔۔

سوال:۔

سر! یہ جو پیری مریدی کا سلسلہ ہوتا ہے جس میں بیعت کرتے ہیں بعض دفعہ پیر صاحب پشاور میں تشریف فرما ہیں اور یہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ مرید ہوتے ہیں۔ اس کا کچھ فائدہ ہے؟

جواب:۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ پیر ہونے کی حیثیت سے کیا فائدہ ہے۔ لیکن مریدوں کو بھی فائدہ ہے۔ اس میں کچھ مریدوں کو فائدہ ہوتا ہے اور کچھ مریدوں کو فائدہ نہیں ہوتا۔ جو مرید بہت دانا ہو جاتا ہے اس کو کہیں سے بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ویسے یہ ایک اصول ہے کہ وہ مقامات جہاں دل کی طہارت ہو اور چاہے شریعت کی پیشے کے طور پر بھی ضرورت ہو' وہاں آپ کے لئے نقصان نہیں ہے۔ اگر ایک شخص کا پیشہ اذان اور نماز ہے اور آپ اس سے ملو گے تو وہ آپ کو نماز کے قریب رکھے گا ہر چند کہ یہ اس کا پیشہ ہے۔ ایک آدمی پیر ہے تو یہ اس کی مجبوری ہے کہ نماز ادا کرے اور آپ کو نماز کے لئے ضرور کہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ شرعی طور پر کوئی ایسی ویسی بات نہیں کہے گا کیونکہ یہ اس کا کام ہے ورنہ اس کا کاروبار نہیں چلے گا۔ جو لوگ پیر بننے کے لئے کسی جماعت میں شامل ہوتے ہیں تو پھر وہ برباد ہو گئے۔ اللہ کے لئے شامل ہونا چاہیئے۔ اگر آپ اللہ کے لئے پیر تلاش کر رہے ہو اور آپ کا اللہ پر بھروسہ ہے تو آپ چلتے جاؤ۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اللہ کی تلاش بندوں تک جاتی ہے' کوئی بندہ آپ کو اللہ کے راز سے آگاہ کر دے گا' اس کو آپ پیر کہو گے یا مرشد کہو گے۔ شوق والے کو عاشق کہتے ہیں اور جس کا شوق کیا جائے اسے معشوق کہتے ہیں۔ اگر شوق ہے تو آپ اپنے مقصد تک ضرور پہنچو گے۔ وہ مقصد یہاں انسانوں میں ہی ہے لیکن اس کائنات سے اللہ کی طرف براہ راست کوئی نہیں گیا' اگر یہ کہا جائے کہ اس

کائنات سے اللہ باہر ہے تو پھر اندر کیا ہے؟ اندر بھی اللہ خود ہے۔ اللہ اپنی ذات میں Independent ہے اور وہ کسی ایک مقام میں قید نہیں۔ اللہ ہر جگہ موجود ہے' ہر جگہ ظاہر ہے اور ہر جگہ باطن ہے۔ اس کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ ہر جگہ ہے لیکن تم اسے پا نہیں سکتے اور وہ تمہاری شہ رگ کے قریب ہے لیکن تمہاری دسترس سے باہر ہے' اب اسے کیسے پاؤ گے؟ یہ بات آپ کو کوئی انسان بتائے گا۔ تو پیری مریدی اس لحاظ سے بہتر ہے اور بہت بہتر ہے کہ اس طرح انسان کے باطن کی اصلاح ہوتی ہے۔ آج کل پیر اور مرید صحیح ہیں یا نہیں' یہ دیکھنا چاہیے۔ میرا خیال ہے کم ہی لوگ صحیح ہوں گے کیونکہ ہر طرف انا اور ذات کا زمانہ ہے' لیکن اللہ کو پانے کا طریقہ یہی ہے اور علم اسی طریقے سے حاصل ہو گا۔ یہ سلسلہ ٹھیک ہے لیکن جو بندہ اس سلسلے میں موجود ہے وہ شاید ٹھیک نہ ہو۔ تو انسان پہلے اطاعت کرنا سیکھے اور پھر سمجھے کہ "انا" اس کو چھوڑتی کیوں نہیں ہے۔ "انا" سے جان چھڑانے کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ کسی کے امر کے تابع ہو جانا۔ اس طرح آپ انا سے بچ جاؤ گے۔ تو انا سے بچنے کے لئے ضروری ہے کسی کو صاحب امر بنا لو۔ اگر کسی کو "اولوالامر" بنا لیا ہے تو پھر اس کی مکمل اطاعت کرنا شروع کر دو۔ آپ کو اطاعت سیکھنی چاہئے اور ادب سیکھنا چاہئے ورنہ انسان جو ہے وہ ذہن سے سوچتا ہے کہ خدا کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ذہن سے بات سمجھ نہیں آتی۔ یہ اور ہی کہانی ہے' یہ عطا کی کہانی ہے۔ کہیں نہ کہیں' کسی کی اطاعت کرنا بہتر ہے۔ سلسلہ یہی ٹھیک ہے کہ بزرگوں کی اطاعت کی جائے۔ اب اس سلسلے میں لوگ موجود ہیں کہ نہیں ہیں' کتنے ہیں اور

کتنے نہیں ہیں! یہ الگ سوچنے والی بات ہے! طریقہ یہی ٹھیک ہے۔ ہاں بولو۔۔۔۔۔۔ اور سوال پوچھو۔۔۔۔۔

سوال :۔

سر! عرض یہ ہے کہ ابھی یہ صاحب پیری مریدی کی بات کر رہے تھے تو اس کو ذرا آسان کر دیں کہ انسان جب اپنے دل میں کسی صاحب امر سے، صاحب بصیرت سے وابستگی کو اللہ کے لئے مستحکم کرلیتا ہے تو کیا اس کے بعد اور Formalities کی ضرورت رہتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو اس کی وضاحت فرمادیں۔

جواب :۔

ہاں Formalities کی ضرورت رہتی ہے۔دل میں کسی صاحب امر سے وابستگی کو مستحکم کر لینا ایک بہتر بات ہے لیکن اس بہتر بات کا اظہار ضروری ہے، اس کا اقرار، اظہار وہاں پر ضروری ہے اور اس کی مسنون شکل یعنی بیعت ضروری ہے۔ دل میں اظہار کا ہونا جو ہے اس کے تبدیل ہونے کا امکان ہے لیکن جب آپ اعلان کر دیتے ہیں اور فیصلہ ہو جاتا ہے تو پھر اس میں خطرہ نہیں رہتا۔ اعلان ضروری ہے۔

سوال :۔

سر! "بیعت" کا لفظی معنی کیا ہے؟

جواب :۔

ایک لفظ ہوتا ہے "بیع"۔ اس کا خرید و فروخت کے ساتھ، تعلق

ہے۔ بیع' کاروبار' وذروالبیع ابھی پڑھا تھا آپ نے خود' جو یہ قرآن پاک کی آیت ہے۔ جب نماز جمعہ کے لئے پکارا جائے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ وذروا البیع ذٰلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ "یعنی اے ایمان والو جب تمہیں جمعہ کے روز نماز کے لئے بلایا جائے تو اللہ کی طرف دوڑ آؤ' اور خرید و فروخت بند کر دو' یہ تمہارے لئے مفید ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو"۔ "بیع" کا مطلب اس آیت میں "تجارت" اور کاروبار ہے۔ بیع کا مطلب کیا ہوا کہ ایک قسم کا کسی کے ہاں رہن ہو جانا۔ "رہن" بھی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے ہے۔ بیع کا مطلب ہے خرید اگیا اور Sale ہو گیا۔ یہ لفظ زیادہ صحیح ہے۔

سوال :۔

حضور! میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ میں نے یہ کائنات تخلیق کی۔ حضور یہ فرمائیں کہ پہچان سے مراد کیا ہے؟

جواب :۔

وہ " اللہ " کیا خزانہ تھا اور اس کی Immensity کیا ہے یعنی اس کی وسعت کیا ہے؟ وہ جو خزانہ ہے' کیا وہ ظاہر ہو گیا ہے یا ابھی ظاہر ہونا ہے! اللہ کو تو پتہ ہے کہ کیا خزانہ ہے لیکن کیا لوگوں کو پتہ چل گیا ہے کہ خزانہ کیا ہے؟ کیا نور کو خزانہ کہہ سکتے ہیں؟ یہ سارے ذہن کے سوالات ہیں۔ تو ذہن سے تھوڑا سا بچو! اللہ کو اطاعت کے لئے رکھو۔ اللہ کا نام

آئے اور سجدہ ہو جائے۔ سجدہ ہوا اور بات ختم ہو گئی۔ بس آپ یہی بات یاد رکھو۔ اللہ کو پہچاننا ذرا مشکل ہے' "زیادہ" نہیں کہہ سکتے لیکن ذرا مشکل ہے۔ اس لئے میرا خیال ہے ماننا اور اطاعت کرنا ہی کافی ہے۔ اللہ کا جب ذکر آئے تو اس کو مان لو کہ اللہ برحق ہے اور اطاعت کرنی ہے۔ اطاعت کا اپنا کوئی طریقہ نہ ایجاد کر لینا۔ اطاعت کا طریقہ وہ ہونا چاہئے جو حضور اکرمؐ نے بتایا ہے۔ اس طریقے کے مطابق اطاعت کرو۔ اطاعت کا خود ساختہ یا بے ساختہ کوئی طریقہ ایجاد نہ کرنا ورنہ عمل غلط ہو جائے گا۔ اللہ تو اللہ ہے۔ پیغمبروں نے کہا کہ اللہ نے ان سے بات کی ہے اور پھر امتوں کو بتایا کہ یہ بات تمہارے لئے ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ یہ بات جو اللہ تعالیٰ آپ سے کرتا ہے' ہمیں بھی سناؤ۔ انہوں نے فرمایا یہ آپ کا کام نہیں ہے' آپ اللہ کا حکم ہماری زبان سے سنو گے۔ اب یہ جو بات ہے کہ اللہ کا حکم ہماری زبان سے سنو گے تو یہی پیغمبروں کا کمال ہے کہ اللہ کو دکھایا نہیں ہے اور منوا لیا ہے یہ بہت بڑا کمال ہے۔ بڑے بڑے سمجھ دار لوگ' فلسفی لوگ جو دیکھ کر بھی نہ ماننے والے تھے' ان لوگوں سے منوا لیا گیا کہ دیکھو میں صادق ہوں' سچا ہوں اور یہ جو ہم کہتے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہے! اگر کوئی کہے کہ اللہ کہاں ہے؟ آپ کہو کہ بس اللہ ہے! اللہ تمہاری پہچان سے پرے ہے۔ کیا کہا؟ جو پہچان میں آ جائے وہ اللہ نہیں ہے۔ اگر ایک بندہ کہتا ہے کہ چلو آج آپ کو اللہ سے ملا لاؤں تو جو ملے گا وہ اللہ نہیں ہو گا اور جس سے اللہ ملے گا وہ پھر واپس نہیں آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ پھر تمہارا آنا جانا ناممکنات میں سے ہے۔ لہٰذا یہ جو باتیں اللہ کی پہچان کی ہیں آپ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ اللہ کو ماننا

ہے اور اللہ کو جاننا نہیں ہے! اللہ ایک ذات ہے اور اس ذات کو آپ نے ماننا ہے اور اس کی عبادت کرنی ہے۔ کون سے طریقے پر؟ جو حضور پاکؐ نے فرمایا ہے، اور اللہ کے بارے میں یہ ایک بات دیکھو کہ paradox نظر آئے گا، تضاد نظر آئے گا۔ تضاد کی بات یہ ہے کہ اللہ ابتداء بھی ہے، انتہا بھی ہے، اول بھی ہے، آخر بھی ہے۔ لیکن یہ کوئی تضاد والی بات نہیں ہے۔ وہ اللہ ظاہر، باطن، رحمان، قہار سب ہے۔ یہ کیسے ہے کہ آپ رحمان بھی ہو، آپ قہار بھی ہو؟ تو اللہ کہتا ہے ہم زندگی دیتے ہیں اور موت بھی ہم دیتے ہیں اور زندگی بھی ہم نے پیدا کی اور موت بھی ہم نے پیدا کی۔ ہم نے اندھیرا پیدا کیا، روشنی بھی پیدا کی، رات پیدا کی، دن بھی پیدا کیا، مشرق پیدا کیا، مغرب بھی پیدا کیا، مشارق بھی پیدا کیے اور مغارب بھی پیدا کیے۔ یہ ہم ہی بناتے ہیں، وہ ہم ہی بناتے ہیں، ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور فاقہ کون دیتا ہے؟ یہ بھی ہم ہی دیتے ہیں۔

مقصد یہ ہے کہ اللہ کی صفات میں اتنے تضادات موجود ہیں، تو جب تک آپ اس کی ذات کو تسلیم نہیں کرو گے آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اس کو تسلیم کرنے کی ایک ہی شرط ہے کہ وہ مال دے تو منظور اور فاقہ دے تو تسلیم۔ وہ زندگی دے تو منظور، اور موت عطا کرے تب بھی منظور۔ جب تک آپ مکمل طور پر اللہ کی اطاعت نہ کرو آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آئے گی۔ بہرحال ہم نے اس کو ماننا ہے، پھر آپ کو بات سمجھ آئے گی ورنہ اس حال میں تو بات سمجھ نہیں آتی کہ تضاد کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ قرآن پاک کے کئی بظاہر متضاد حکم ہیں، مثلاً" محنت کرو گے

تو محنت کے مطابق ملے گا۔ لیس للانسان الا ماسعٰی پھر اللہ کہتا ہے تکلیف آئے گی لیکن تمہاری وسعت کے مطابق آئے گی اور پھر وہ ملے گا جو اللہ تعالیٰ دے گا۔ پائی پائی اور رائی رائی کا حساب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رائی کے دانے کے برابر بھی حساب ہو گا اور پھر اللہ کا فرمان ہے کہ جس کو ہم چاہتے ہیں بے حساب دے دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں تو سارے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم اس کے گناہ کو نیکیوں میں بدل دیتے ہیں یعنی ہم نے انسان کے سیئات کو حسنات بنا دیا۔ وہ اللہ ہے اور مالک ہے۔ اس نے کسی سے پوچھنا تو نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو محبوب رکھا' بہت محبوب رکھا' درود و سلام' اللہ تعالیٰ خود آپؐ پر بھیجتا رہا اور فرشتوں سے بھجواتا رہا اور اپنے محبوبوں کو تکلیف میں بھی رکھا۔ مقصد یہ ہے کہ اگر پیغمبر بہت محبوب ہیں تو پھر ان کو تکلیف میں سے تو نہیں گزرنا چاہیے۔ لیکن ایسی بات نہیں ہے' زندگی کا آغاز' زندگی کا اختتام اور اسی طرح تکلیف' بیماری اور پھر صحت وغیرہ' یہ سب اللہ کے کام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام محبتوں کے باوجود اس طرح Behave کر سکتا ہے۔ آپ کو اگر کسی سے محبت ہو تو آپ صرف اس کو زندہ رکھیں گے اور باقیوں کو مار دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے زندہ رکھنے کے اور ہی طریقے ہیں۔ وہ اپنے محبوبؐ کو دلوں میں زندہ رکھتا ہے اور بڑے حساب کے ساتھ زندہ رکھتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ ورفعنا لک ذکرک "یعنی ہم نے آپؐ کا ذکر بلند کیا" اور وہ اور بلند کر دیتا ہے۔ اس لئے آپ لوگ یہ سمجھیں کہ اللہ کی پہچان یہی ہے کہ اس

کی اطاعت کرتے رہنا چاہئے اور اطاعت کا راستہ اللہ کے حبیب پاکؐ کا بتایا ہوا ہونا چاہئے۔ یہ وہ راستہ ہے جس پر بزرگان دین چلتے رہے ہیں' جیسے وہ چلتے رہے آپ بھی چلتے رہیں۔ کسی بزرگ کا کہنا مان کے چلو گے تو مزید برکت ہو جائے گی۔ جس کے کہنے پہ چلو اس بزرگ کو شیخ یا پیر کہتے ہیں۔ جس طرح وہ کہے اس طرح چلتے جاؤ۔ اپنے راستے کے لئے کسی سے حکم لے لیا کرو۔ اس کو کہتے ہیں "اذن لینا" مثلاً" آپ سفر پہ جا رہے ہیں تو پہلے اپنے شیخ کو سلام کرو اور ان سے پوچھ لو کہ سفر پہ کیسے جائیں۔ شیخ کہے گا کہ سب خیر ہے اور خیر سے جاؤ۔ دعا سے بے شمار بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ بزرگوں کی زبان سے اپنے لئے اچھے الفاظ نکلوا لیا کرو۔ اس سے برکت ہو جاتی ہیں ----- اچھا اور سوال بتاؤ -----

سوال :۔

حضور! کیا بزرگوں سے مدد مانگنی جائز ہے؟

جواب :۔

بے شمار دفعہ مدد مانگنی چاہئے! آپ ڈی۔ سی سے مدد مانگنے کو تیار ہو جاتے ہیں' ڈپٹی کمشنر کوئی بزرگ تو نہیں ہے۔ میں نے آپ کے ہاتھ سے ہزار بار درخواستیں لکھی دیکھی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے آپ لوگوں سے مدد مانگتے رہتے ہو۔ تو قدم قدم پر آپ لوگوں سے مانگتے چلے جا رہے ہیں اور بزرگوں سے نہیں مانگتے' بزرگوں سے پہلے مانگو اور ضرور مانگو۔

سوال :۔

حضور! کیا ان سے مانگنا جائز ہے؟

جواب :۔

بالکل جائز ہے۔ میں تو یہ بتا رہا ہوں کہ آپ لوگ غیر مسلموں سے مانگتے رہتے ہو اور اگر بزرگ زندہ ملے تو اس سے بھی مانگو کہ خدا کا واسطہ ہے ہمیں کچھ دو۔

سوال :۔

بزرگوں سے کس طرح مانگیں، اس سلسلے میں وضاحت فرمادیں۔

جواب :۔

یہ سارے بزرگ ایک ہی بزرگ ہوتے ہیں۔ اگر آپ نے پانی پینا ہے تو تالاب کا پی لو، سمندر کا پی لو، دریا کا پی لو، بارش کا پی لو یا ٹیوب ویل کا پی لو۔ آپ نے پینا ہی ہے۔ ہر جگہ پر رحمت کے بادل ہیں وہ جہاں ہوں، یہ اللہ کی رحمت ہے۔ تم اس بزرگ کو سمجھو کہ وہ اللہ کی رحمت والا بندہ تھا۔ وہ "انعمت علیہم" والے لوگ ہیں۔ ان کا راستہ لو۔ سب کو ایک ہی فیض ملا ہوا ہے۔ تو مانگنا ہے تو ان کا نقش قدم مانگو تاکہ آپ بھی پر سکون ہو جاؤ۔ آج علم زیادہ ہو گیا ہے اور عمل کم ہو گیا ہے۔ اللہ سے یہ دعا مانگو کہ ہمیں اتنا علم دینا جتنا ہم عمل میں لا سکیں۔ ورنہ اس شخص کا وقت ضائع ہو جائے گا۔ جیسا میں نے پہلے بتایا ہے کہ زندگی مختصر ہے اس میں نیند بھی ہے، غفلت بھی ہے، بیداری بھی ہے،

اور کام بھی ہیں۔ اتنا علم حاصل کرو جتنا عمل میں آ جائے۔ بس آپ کی بخشش کی گارنٹی ہو جائے۔ یہ دعا بھی کرنی چاہیے کہ آپ کوئی جلوہ دیکھ لیں۔

سوال :۔

سر! عشق کیا ہے اور یہ کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب :۔

اگر پوچھ کر عشق کرنا ہے تو قیامت تک نہ کرو۔ عشق کے بارے میں لوگ بتاتے ہیں کہ اس آدمی کو عشق ہے۔ کسی نے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ عشق کیا ہوتا ہے؟ عشق کا یہ بھی اعجاز ہے کہ عشق جس کے دل میں موجود ہے اس کو یہ نہیں پتہ ہوتا کہ عشق کیا ہے! عشق اور معشوق کا جلوہ ہر جگہ ہے۔ اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس کے باوجود اگر آپ تعریف کرنا چاہو تو ایک انسان کا کسی انسان کے ساتھ اتنا لگاؤ ہو جائے کہ وہ اس کے قریب سے قریب تر ہونا چاہے' حتیٰ کہ اپنی ذات سے فنا ہو کر اس کی ذات میں بقا حاصل کر جائے تو اس لگن کو عشق کہیں گے۔ اپنی ذات سے فنا ہو کر اس کی ذات میں بقاء کیسے ہوتی ہے؟ یعنی اگر اس سے کہیں تیرا نام کیا ہے؟ تو وہ اپنے محبوب کا نام بتا دیتا ہے۔ یہ اس عشق کی انتہائی منزل ہے۔ آخری منزل کیا ہے؟ کہ اپنا نام بھی بھول جائے۔ وہ شخص کام پہلے بھول چکا ہوتا ہے۔ اس کو یوں سمجھ لو کہ ریت کا ذرہ صحرا میں مل گیا تو وہ "صحرا" ہو گیا' اب وہ "ذرہ" نہیں رہ گیا۔ اسی طرح "قطرہ" دریا میں مل گیا تو وہ "دریا" ہو گیا۔ اسی طرح انسان جو ہے

اپنے خیال سے فانی ہو کر اس کے خیال میں گم ہو جائے تو یہ اس کا ہی حصہ بن گیا۔ اس کو "محبت" کہتے ہیں اور "عشق" کہتے ہیں۔ یہ بزرگوں نے اس کا نام رکھا ہے اور اس کائنات میں یہ اللہ کی عطا سے ہوتا ہے اور کسی فارمولے سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ آج تک کسی کو عشق کا فارمولا سمجھ نہیں آیا کہ ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے محبت کیوں ہو گئی؟ آپ لوگ اس کا کوئی جواز بتاؤ گے لیکن یہ کسی کو سمجھ نہیں آئی، عشق شکل کے ساتھ بھی نہیں ہوتا کیونکہ تھوڑے دن ٹھہر جاؤ، شکل ہی خراب ہو جائے گی، شکلیں بدل جائیں گی اور مزاج بھی بدل جائیں گے۔ پھر یہ عشق ہے کیا؟ یہ کسی نے آج تک نہیں بتایا۔ اس کا پتہ نہیں چل سکتا۔ یہ خدا ہی Clear کر سکتا ہے کہ ایک انسان جو ہے دوسرے کے خیال میں کیوں گم ہو جاتا ہے۔ عشق میں فراق یا وصال کی بات نہیں ہوتی:

تیری یاد میں ہوا جب سے گم، تیرے گمشدہ کا یہ حال ہے
کہ نہ دور ہے نہ قریب ہے نہ فراق ہے نہ وصال ہے

اگر کوئی آپ کو اپنے خیال میں گم ہونے کی اجازت دے دے تو سمجھو کہ یہ بہت بڑی بات ہے اور اس کی بہت مہربانی ہے۔ بندے کا بندے کے خیال میں گم ہونا، بندوں کی دنیا میں یہ بہت بڑا اعجاز ہے۔ بہت بڑی بات ہے۔ اگر اللہ چاہے تو یہ ہوتا ہے۔ پھر انسان اس انسان کے خیال میں کسی اور حال میں جا پہنچتا ہے۔ بعض اوقات لوگ دعا کرتے ہیں کہ پہلے وصال آ جاتا ہے، پھر فراق آ جاتا ہے، یہ ختم ہونا چاہئے۔ عشق والے دعاؤں کے چکر میں سے نکل جاتے ہیں۔ جس ذات نے دل بنایا

اسی ذات نے دلبر بنایا۔ وہ ادھر دل بناتا ہے' ادھر دلبر بناتا ہے اور درمیان میں دلبری پیدا کرتا رہتا ہے۔ تو کھیل اس کا اپنا ہے' تم صرف اس کے Character ہو' لگن اس کی عطا ہے۔ پہلے اس نے دل بنایا ہے' ویسا ہی دلبر بنایا۔ اور پھر جلوہ دکھایا ہے۔ یہاں نگاہ دے گا اور جلوہ وہاں رکھ دے گا اور پھر کہے گا اس کو ڈھونڈو۔ وہ آپ ہی دکھانے والا ہے اور آپ ہی بتا رہا ہے۔ اس لئے اس میں کسی اور کا کمال نہیں ہے۔ نگاہ کو تلاش کرنے والا اللہ تعالیٰ نے بنایا اور تلاش ہونے والے کو بھی اللہ تعالیٰ نے بنایا اور پھر آنکھیں جلوہ تلاش کرتے کرتے وہاں جا پہنچتی ہیں تو یہ ساری اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ اس ساری لگن اور کاروبار کا نام عشق ہے۔ عشق کا یہ کاروبار کیسے چلتا ہے؟ گھر سے نکلنا' آنا جانا' اس سے ملنا' اس کے خیال میں گم ہو جانا اور پھر اس کو پانا اور نہ پا سکنا' فراق میں وصال ہونا اور وصال میں فراق ہونا' حاضر میں غیر حاضر ہونا اور غُیر حاضر میں حاضر ہونا یعنی کچھ پتہ نہ چلنا لیکن سب کچھ پتہ ہونا یعنی کہ یہ ساری باتیں جو ہیں یہ اللہ کی مہربانی سے ہیں اور خاص مہربانی سے ہیں۔ وہ جو پروانے کا دل ہے اور سوز دل' وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ ایک آدمی اگر جلوے کی تلاش میں ہو' اسے جلوہ مل جائے' اگر اسے کہو کہ جلوہ چھوڑ دے' ہم تجھے بہت بڑا کاروبار دیتے ہیں تو وہ جلوہ چھوڑ کے وہ کاروبار نہیں لے گا۔ جب کاروبارِ ذوق ہو جائے تو پھر ذوقِ کاروبار نہیں رہتا۔ شوق کا کاروبار جو ہے یہ بھی ایک الگ کاروبار ہے۔ اس کے لئے جلوہ ہی جلوہ ہے اور وہ کہتا ہے کہ آج پھر جلوہ ہے' ایسے شخص کی پیاس نہیں بجھتی۔ عشق اس کو کہتے ہیں کہ ایک آدمی دیکھ کے آیا اور پھر دیکھنے چلا گیا۔ کہتا ہے دیکھا

ہے پھر بھی دید کی تلاش ہے، اس کی تلاش کبھی ختم ہی نہیں ہوتی۔ وہ ہمیشہ ہی تلاش میں رہتا ہے، ہمیشہ ہی گردش میں رہتا ہے، اس آدمی کو متلاشی کہتے ہیں، عشق کرنے والا کہتے ہیں، عاشق کہتے ہیں۔ تو محبوب اور محب کے درمیان تعلّق کو محبت کہتے ہیں۔ عاشق اور معشوق کے درمیان تعلق عشق ہے۔ یعنی کہ ایک آدمی کا دوسرے آدمی کے خیال میں گم ہونا کہ وہ اس کے قریب ہونا چاہے حتی کہ اپنی ہستی سے مٹ جائے یا مٹ جانا چاہے اور محبوب کی ہستی میں قائم رہنا چاہے کہ اس کی وجہ سے اس کا پتہ چل جائے اور میرے مرقد سے اس کا پتہ چل جائے تو یہ اگر اللہ تعالیٰ عطا فرمائے تو ہوتا ہے ورنہ عشق وضاحتوں سے نہیں ہوتا۔ دیکھنے والے اور دنیا والے کہتے ہیں کہ یہ اسے کیا ہو گیا ہے، اس کے محبوب میں تو کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ تو اگر ایک دیوار ہو اور کسی کو اس دیوار پہ جلوہ نظر آ جائے تو وہاں یہ محو ہو جائے گا اور جس کو نظر نہیں آیا وہ محو نہیں ہو گا۔ ایسا جلوہ اللہ تعالیٰ دکھاتا ہے۔ جلوہ آفتاب کا ہے اور روشن دیوار ہے، اگرچہ دیوار بے جان ہے لیکن دیکھنے والے کے لئے جلوہ ہے۔ یہ نظر اور ایسا نظارہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اور دیکھنے والا خوش قسمت ہے۔

سوال :۔

حضور! عشقِ حقیقی اور عشقِ مجازی کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

جواب:۔

ایک فرد کا عشق جو ہے یعنی ایک آدمی کا کسی دوسرے انسان کے ساتھ جو عشق ہے اسے عشقِ مجازی کہتے ہیں۔ پیر کا عشق، عشقِ مجازی نہیں ہو سکتا۔ میں نے آپ کو اس کی نشانی بتائی تھی کہ مجازی عشق اس وقت تک رہتا ہے جب آپ اپنے محبوب کو اپنے لئے مخصوص کرتے ہو اور دوسروں کو اس سے محبت نہ کرنے دو۔ جب تک یہ عالم رہے تو وہ عشق مجازی ہے یعنی کہ اس میں رقیب کو باہر نکالنا ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ تو ہمارا محبوب ہے' دوسرے کیوں اس سے محبت کرتے ہیں۔ یعنی کہ اپنے محبوب کو اپنے لئے مخصوص کر لینا عشق مجازی ہے۔ عشق حقیقی کیا ہے؟ اپنے محبوب کو محبوب عام رہنے دینا۔ یہ عشقِ حقیقی ہے کہ سارے لوگ اس سے محبت کریں۔ اس میں ایک رقیب کہتا ہے کہ ہماری محبت وہیں پر ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ ہماری بھی محبت وہیں پر ہے۔ حالانکہ دونوں رقیب ہیں لیکن قریب ہیں۔ جب رقیب قریب ہو جائے تو یہ عشق حقیقی ہے۔ جب رقیب دور ہو جائے تو سمجھو کہ یہ مجاز ہے۔ تو مجاز میں رقیب دور ہو جاتا ہے اور حقیقت میں رقیب قریب ہو جاتا ہے۔ عشق حقیقی والا کہتا ہے کہ ہم بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور دوسرا کہتا ہے کہ ہم بھی اسی سے محبت کرتے ہیں۔ اگر مجازی عشق والے سے یہ بات کہو تو وہ قتل کر دے گا۔ مجازی عشق میں دوستوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ یا وہ رہے گا یا ہم رہیں گے تو یہ عشقِ مجاز ہے۔ جب کوئی یہ کہتا ہے تو بھی یہاں آ جا تو اس لئے عزیز ہے کہ تو اس کا عزیز ہے' تو ہمیں اس لئے پیارا ہے کہ تو ہمارے پیارے کا پیارا

ہے اور تجھ سے محبت جائز ہے۔ جب یہ کہا جائے تو یہ عشقِ حقیقی ہے۔ تو عشقِ حقیقی کیا ہوا؟ جب آپ اپنے محبوب کے ساتھ ہر ایک کی محبت کو خوشی سے دیکھیں بلکہ لوگوں کو اپنے محبوب کے پاس لے جائیں، تو یہ حقیقت ہو جاتی ہے۔

سوال:۔

یہ جو آپ کی تعلیمات ہم سن رہے ہیں تو اس میں دنیا کے معاملات اور کاروبارِ زندگی کو تو پھر چھوڑنا پڑے گا۔

جواب:۔

کاروبار پہلے ہے اور ضروری ہے۔ بلکہ میں آپ لوگوں کو منع کر رہا ہوں کہ بہت گہرے علم حاصل نہ کیا کرو۔ زندگی کے کاروبار بھی کیا کرو کہ کاروبار سنبھالو، رونقیں لگاؤ، پیسے کماؤ، کھاؤ پیو اور اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے جاؤ۔

سوال:۔

کوئی ایسا طریقہ بتائیں کہ جس سے ہم بے غم ہو جائیں۔

جواب:۔

یہ بڑا مشکل ہے۔ جب تک ایمان پورا نہیں ہوتا، انسان بے غم نہیں ہو سکتا۔ جب تک کچھ باتوں پر آپ کو ایمان نہ آ جائے، تب تک آپ بے غم نہیں ہو سکتے، عزت اور ذلت اللہ کی طرف سے ہے۔ "وتعز من تشاء و تزل من تشاء" ذلت بھی ادھر سے آ گئی اور عزت بھی

ادھر سے آ گئی اور رزق جو ہے یہ اللہ کے پاس ہے۔ "وما من دابۃ فی الارض الاعلی اللہ رزقھا"۔ یعنی کوئی مخلوق زمین پر ایسی نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے پاس نہ ہو اور اللہ اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہوتا۔ میں نے یہ آپ کو بتایا تھا کہ رزق صرف یہ نہیں ہے کہ جیب میں مال ہو بلکہ رزق یہ بھی ہے کہ ذہن میں خیال ہو اور دل میں حال ہو۔ شکل کا ہونا رزق ہے' نگاہ میں بینائی کا ہونا رزق ہے' ماں باپ کا زندہ ہونا رزق ہے' اولاد کا زندہ ہونا رزق ہے' اگر آپ قائم ہیں تو یہ رزق ہے۔ تو رزق صرف یہ نہیں ہے کہ جیب میں مال اور بینک میں پیسہ ہو۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پیسہ انسان کے پاس نہیں ہوتا' لیکن باقی سب چیزیں ہوتی ہیں اور وہ گلہ کرتا رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے صرف ایک رزق نہیں رکھا کہ صرف پیسے ہی پیسے ہوں بلکہ اس کے پاس بے شمار رزق ہیں اور بے شمار قسم کا رزق ہے۔ تو اگر ایک رزق چلا جائے تو پرواہ نہ کرو' اللہ تعالیٰ مہربانی کرتا ہے اور دوسرا رزق آ جاتا ہے۔ گلہ کرنے والا کہتا ہے کہ مجھے کیا دیا اللہ تعالیٰ نے؟ "اس گلہ کرنے والی زبان کا شکر ادا کر۔ جس زبان سے تو بول رہا ہے' اس کا شکر ادا کر"۔ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والے بنو' پیسے کے علاوہ بھی جو رزق آپ کو ملا ہے اس کا بھی شکر ادا کرو۔ اگر ایمان ملا تو اس کا بھی شکر ادا کرو۔ آپ کا ایمان آپ کی تلاش نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی عطا ہے۔ ورنہ اگر آپ ایمان تلاش کرتے تو گمراہ ہی ہو جاتے۔ آپ کی تلاش کے بغیر آپ پر اللہ نے مہربانی کی اور ایمان عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ پر اپنا احسان جتایا ہے کہ میں تمہیں مال تو دیتا ہوں' پیسہ تو دیتا ہوں' لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ میں نے تمہارے

اندر پیغمبر بھیجا اور تم میں سے رسولؐ عطا کیا۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ اس بات کا واضح طور پر اعلان فرماتا ہے کہ اس کا شکر آپ لوگ قیامت تک ادا نہیں کر سکتے کہ تم میں سے رسولؐ بھیجا گیا اور وہ بھی تمہارے مانگے بغیر! یہ احسان اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی احسان ہے۔ اس کا شکر ادا کرو اور یہ کہو کہ یا اللہ تیری مہربانی کہ تو نے ہمیں مسلمان بنایا ورنہ ہمیں مسلمان ہونے کا شعور ہی نہیں تھا یہ باتیں ماننے سے آپ بے غم ہو سکتے ہیں۔ اور سوال پوچھو۔۔۔۔۔۔۔ پوچھو!.....

سوال :۔

حضور! ملک کے حالات غیر یقینی ہیں اس کے متعلّق کچھ ارشاد فرمائیں۔ کوئی مخلص بندہ یا قیادت ملک کو کیوں نہیں ملتی؟

جواب :۔

جیسے ہم کہتے تھے ناں کہ کشمیر چلا گیا تو ہر چیز اپنی جگہ پر کھڑی ہے، کوئی شے کہیں نہیں جاتی۔ یہ جو ہماری سیاست ہے یہ پہچان نہیں ہے۔ ہم لوگ مل کے رہتے ہیں، سیاسی زندگی میں رہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ فردا" فردا" ہیں۔ وہاں جاؤ گے تو اس نے وہی پرانا سوال پوچھ لینا ہے کہ دین کیا ہے؟ تو اس لئے آپ لوگ اپنی زندگی کو اللہ کے سامنے جواب دینے والا بناؤ۔ باقی جو چیز آپ کے بس سے باہر ہے اس کے آپ جوابدہ نہیں ہو کیونکہ یہ چیز آپ کے بس میں نہیں ہے اور اگر آپ کے بس میں ہے تو پھر اس کو کر ڈالو۔ جتنی چیز آپ کے پاس ہے کر ڈالو۔ خطرے کا اعلان اس دن ہو گا جس دن ٹریفک چلنی بند

ہو جائے گی۔ اب خطرہ کہاں سے آ گیا۔ گاڑیاں چل رہی ہیں، کاروبار چل رہے ہیں، آپ لوگوں کی ترقیاں ہو رہی ہیں وہ زیادہ کھا رہے ہیں، عوام کم کھا رہے ہیں۔ جھوٹ عوام بولے تب بھی جھوٹ ہے، خاص بولیں تب بھی وہ جھوٹ ہے، کہ ملک کے اندر کیا ہونا چاہئے، کیا نہیں ہونا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ بڑوں کی بات بڑوں تک ہی رہنے دیں۔ ہاں جب آپ کے پاس اختیار آ جائے تو آپ چلا لو۔ دیکھا جائے گا۔ ویسے ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایک آدمی کی مثال دیتا ہوں کہ ایک دفعہ ایک جگہ ہوائی جہاز کے حملے کا خطرہ تھا، دو دوست بیٹھے سوچ رہے تھے کہ آج رات کو بم گرنے کا خطرہ ہے۔ ایک ذرا زیادہ حساس طبیعت کا ڈرپوک تھا، دوسرا ذرا سمجھدار آدمی تھا۔ وہ بہت زیادہ ڈر رہا تھا، تھر تھر کانپ رہا تھا۔ دوسرے نے کہا میری بات سنو! ڈرنے والی کوئی بات نہیں ہے، دیکھو بات یہ ہے کہ یا تو حملہ ہو گا یا حملہ نہیں ہو گا۔ اگر نہ ہوا تو پھر ڈرنا کس بات کا، اگر حملہ ہو گیا تو پھر دو ہی باتیں ہیں، یا ادھر بم گرے گا یا نہیں گرے گا۔ اگر بم دور گرا تو خطرے کی کوئی بات نہیں ہے، اگر قریب گرا تو پھر دو باتیں ہیں، یا ہم زخمی ہوں گے یا زخمی نہیں ہوں گے۔ اگر زخمی نہ ہوئے تو پھر کوئی خطرہ نہیں ہے اور اگر زخمی ہو گئے تو پھر دو باتیں ہیں، یا ہم زندہ رہیں گے یا ہم مر جائیں گے۔ اگر زندہ رہے تو خطرہ کوئی نہیں ہے اور اگر مر گئے تو پھر خطرہ کیا ہے؟ تو بات اتنی ساری ہے، چار دن کا میلہ ہے، تو کیا ڈرپوک بنا ہوا ہے۔ زندگی میں کوئی خطرے والی بات نہیں ہے۔

سوال:۔

حضور والا! کیا آپ کو یہ موجودہ خطرات محسوس نہیں ہوتے ہیں؟

جواب:۔

آپ آج ایک وعدہ کرو کہ ہم اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ کے علاوہ کسی انسان کے ساتھ نہیں ملیں گے، کسی انسان کی تعریف نہیں کریں گے، کسی گروپ میں شامل نہیں ہوں گے، کسی سیاسی جماعت میں شامل نہیں ہوں گے، کسی تحریک میں شامل نہیں ہوں گے، بلکہ ہم سیدھا اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ پھر خطرہ نہیں ہے۔ خطرہ کب ہے؟ جب آپ کے سیاسی عزائم ہوں، سیاسی مقاصد ہوں، خطرہ .P. D. A والوں کو ہے یا خطرہ مسلم لیگ والوں کو ہے، خطرہ اس کو ہے جس نے گاجریں کھائی ہیں اور اب اسی کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے، جس نے کچھ نہیں کیا اس کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

سوال:

سر! غریب کے لئے صاحبِ اقتدار لوگ کچھ نہیں کرتے۔

جواب:۔

اصل میں غریب کوئی نہیں ہوتا۔ آپ سے جو کمزور لوگ ہیں وہ آپ کو امیر سمجھتے ہیں۔ جو کار چلا رہا ہے اسے موٹر سائیکل والا کہتا ہے کہ یہ امیر ہے اور ہم غریب ہیں، سائیکل والا کہتا ہے غریب تو میں ہوں اور پیدل چلنے والا کہتا ہے تم دونوں ہی جھوٹے ہو، اصل میں غریب تو ہم

ہیں۔ تو اس طرح ترتیب وار چلتے چلتے آپ آخری سیڑھی تک جا پہنچیں گے۔ ہم ایک دوسرے کے مقابلے میں امیر غریب ہوتے ہیں' اصل میں غریب' امیر کوئی نہیں ہے۔ غریب وہ ہے جس کی آرزوئیں اس کے حاصل سے زیادہ ہو جائیں۔ ان لوگوں سے پوچھو جن کے پاس پیسہ ہے کہ ان کی حسرتیں کتنی ہیں' وہ بتائیں گے کہ جی بڑی حسرتیں اور بڑی پریشانیاں ہیں' میں ان سے کہتا ہوں کہ پیسے کو چھوڑو۔ آپ فضل کو بھی اپنے ساتھ شامل کرو۔ یہ بڑی حیرانگی کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ جن پر کائنات ساری کی ساری ہزار بار نثار ہے' انؐ پر درود شریف آ رہے ہیں' سلام آ رہے ہیں' اپنے اور بیگانے سب نعت کہہ رہے ہیں اور انؐ کو فاقہ آ گیا۔ فاقے کا مطلب ہے کھانے کی طلب ہو اور کھانا Available نہ ہو' کھانا موجود نہ ہو' ایسی صورت میں آپؐ نے کوئی گلہ نہیں کیا۔ تو ایسے ایسے واقعات آتے رہتے ہیں۔ اگر آپ کا مشن اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ ہیں تو پھر آپ کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ دنیا میں جو ہو رہا ہے اس کا انتظار کرو اور دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے۔ غریب عوام کی آپ بات کرتے ہیں تو ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ غریب لوگ آپس میں اکٹھے نہیں ہوئے۔ یہاں غریب کو غریب نے مارا ہے۔ آپ طبقات کو اس طرح تقسیم نہ کرو کہ یہ امیر طبقہ ہے اور یہ غریب طبقہ ہے۔ یہ تقسیم نہیں ہے۔ تقسیم یہ ہے کہ یہ شریف طبقہ ہے اور یہ بدمعاش طبقہ ہے۔ شریفوں میں غریب بھی ہیں' شریفوں میں امیر بھی ہیں۔ آپ یہ بات مان لو کہ امیر جو شریف ہے وہ بہت اچھا ہے یعنی کہ اچھا امیر بہت اچھا ہے اور اچھا غریب بہت اچھی شے ہے۔ برا امیر بہت برا ہے اور برا غریب

اس سے بھی زیادہ برا ہے۔ لہٰذا ہم پیسے کے معیار پر نہیں ماپیں گے بلکہ ہم اخلاق کے معیار پر ماپیں گے۔ ہاں' اچھے غریب کی بات کرو' ہم چاہتے ہیں کہ اچھا غریب جو ہے اس کی زندگی آسان ہونی چاہئے اور اچھے امیر کا کام یہ ہے کہ اچھے غریب کی زندگی آسان کرے۔ برا امیر جو ہے' یہ یہاں سے نکلنا چاہئے اور اس کو اس ماحول سے نکال دیا جائے۔ تو دعا کرو کہ اللہ برے امیروں کو تباہ کرے۔ آمین! ایسے برے امیر جو معاشرے میں فساد پھیلا رہے ہیں یہ غائب ہو جائیں اور ان سب کو اللہ سنبھال لے اور ان کو کسی طریقے سے اڑا دیا جائے۔ اچھا امیر موجود رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "و ترزق من تشاء بغیر حساب"۔ اور ہم ان کو بے حساب دیتے ہیں۔ جب اللہ بے حساب دے گا تو بندہ امیر ہی ہو گا۔ اس کو بے حساب مل گیا ہے۔ تو یہ سب اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ امیر بھی رہے گا اور غریب بھی رہے گا۔ ایسا وقت کبھی نہیں آئے گا کہ اس کائنات میں زکوٰۃ دینے والا کوئی نہ ہو۔ زکوٰۃ دینے والے موجود رہیں گے اور زکوٰۃ لینے والے بھی موجود رہیں گے۔ آپ صرف یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ آپ کا انجام بخیر کرے۔ برے امیر کو نکالو کیونکہ وہ پیسے کے بل بوتے پر برائی کرتا ہے۔ اچھا امیر وہی ہو گا جو اپنا پیسہ محتاجوں میں تقسیم کر دے۔ اچھا غریب کون ہے؟ جو دوسروں کا پیسہ نہ لینا چاہے۔ صحابہ کرامؓ نے ایک مرتبہ پوچھا کہ غریب کیسے سخی ہو سکتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر غریب دولت کی تمنا چھوڑ دے تو وہ سخی ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کبھی خدانخواستہ غریب ہو جاؤ تو سخی ضرور ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ کے کام چلنے دو اور اپنی دنیا میں آباد رہو۔ ہاں آپ نے کچھ کرنا ہی ہے تو آپ کے پاس جتنے

پیسے ہیں، ان پیسوں کا کچھ حصہ کم از کم ان لوگوں کو دے دو جن کے پاس پیسے نہیں ہیں پھر آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اپنے سے غریب کی تلاش کرو اور اسے کچھ نہ کچھ دے دو تاکہ اس کی زندگی آسان ہو جائے اور امیر کو چھوڑ دو۔ پھر اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ باقی یہ جو آپ انقلاب کی بات کرتے ہو تو کمیونزم سے زیادہ کیا انقلاب لا سکتے ہو، وہ بڑا شاندار انقلاب تھا اور اس کا بڑا برا انجام ہوا، Capitalism کا اس سے زیادہ برا انجام ہو گا۔ صرف ایک ہی نظام رہ جائے گا اور وہ ہے اسلام کا نظام! وہ ابھی تک یہاں آیا ہی نہیں ہے۔ اسلام میں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ کوئی امیر ہو جائے۔ اسلام میں کسی شخص کے پاس ضرورت سے زیادہ سرمایہ رہ نہیں سکتا اور نہ وہ رکھ سکتا ہے۔ ہم اسلام کے نام پر غیر اسلامی لوگ ہیں، اس لئے یہ حالات ہو گئے ہیں۔ کہیں مسلمانوں کے تیل کے کنوئیں ہیں اور کہیں مسلمان کے چراغ میں تیل نہیں ہے، پھر کہتے ہیں کہ ہم آپس میں بھائی ہیں۔ یہ دنیاوی مسلمان ہیں۔ اگر یہ چاہیں تو باقی مسلمانوں کے حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ اگر ہمارے ہاں کے امیر لوگ چاہیں تو غریبوں کے حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ کوئی چاہتا نہیں کہ حالات بہتر ہوں۔ جب یہ وقت آ جائے تو سمجھو کہ اب دعا کا وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا کرم فرمائے اور اللہ تعالی آپ کا ایمان محفوظ رکھے۔ آمین! یہ بڑی بات ہے کہ ایمان کا چراغ قائم رہے۔ کہیں یہ نہ ہو کہ غریبی سے متنفر ہو کے آپ ایمان سے محروم ہو جائیں۔ غریبی میں ایمان رہنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر غریب اللہ کے قریب ہو جائے تو ایمان زیادہ ہو جاتا ہے ورنہ عین ممکن ہے غریبی تمہیں باغی بنا دے، جیسا

کہ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ "کا دالفقر ان یکون الکفرا" ممکن ہے غریبی تجھے کافر بنا دے۔ اس لئے غریبی سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اگر غریبی آئے تو اللہ کے اور قریب ہو جاؤ۔ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ ہمیں غریبی پر فخر ہے۔ وہاں پیسے کی کمی ہے لیکن ساری کائنات آپ ﷺ پر درود بھیج رہی ہے اور بھیجتی رہے گی۔ وہاں پر پیسہ کیا کرنا ہے۔ دعا کرو عزت محفوظ رہے اور عزت قائم رہے! اور آپ کی آخرت قائم رہے! جب تک آخرت پر یقین نہیں آئے گا آپ کو یہ بات سمجھ نہیں آئے گی۔ دعا کرو کہ یہ زندگی بھی آباد رہے اور وہ زندگی بھی اچھی ہو جائے۔

سوال:۔

ہم کسی صاحبِ دعا کو کہاں اور کیسے تلاش کریں؟

جواب:۔

دعا کرنے والے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں اور آپ کے لئے دعا کرتے رہیں گے۔ آپ کہاں تلاش کرتے پھریں گے۔ اس لئے دعا یہ کرو کہ یا اللہ ہم تو تلاش نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جو لوگ دعا کرنے والے ہیں وہ ہمارے لئے دعا کیا کریں۔ دعا کی تمنا بھی دعا ہی کا ایک طریقہ ہے۔ دعا کی تمنا رکھو تو اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی بندہ بھیج دے گا۔ اللہ ضرور مہربانی کرے گا۔

سوال :-

سر! ایاک نعبد وایاک نستعین سے کیا مراد ہے؟

جواب :-

جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے Direct Address ہوتا ہے کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" یعنی استعانت لیتے ہیں۔ ہم عام زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر مرض کے معاملے میں مریض کی مدد کرتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ غیراللہ سے مدد لینا منع ہے۔ بزرگوں نے بتایا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف چلنے میں آپ کے معاون ہوں' ان سے آپ مدد لے سکتے ہیں۔ جو اس راستے کے معاون نہ ہوں وہ غیراللہ ہیں۔ مثلاً" آپ مسجد جا رہے ہیں تو جس نے آپ کو مسجد جانے کا شوق دیا وہ اللہ کے راستے کا معاون ہے اور جس نے شوق کو روکا وہ غیراللہ ہے۔ نماز میں ہم جس سے مدد مانگ رہے ہیں کیا وہ اللہ کا خیال ہے یا حقیقت ہے۔ وہ ہے تو حقیقت لیکن آپ کے تجربے میں یا مشاہدے میں نہیں آیا .... کیا وہ اس وقت وہاں تھا؟ کیا اس نے کوئی جواب دیا تھا؟ یا یہ مدد مانگنے والا یوں ہی نماز میں یہ بات کہہ کے واپس آگیا۔ یہ اس کے شعور کی بات ہے۔ بزرگوں نے اس وہم سے نکالنے کے لئے اللہ کے تقرّب کی راہ نکالی کہ جو اللہ کے قریب ہو' آپ اس کے قریب ہو جاؤ۔ اس طرح قریب ہوتے ہوتے اس ذات کے قریب ہو جاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے یعنی حضور پاکؐ۔ تو حضور پاکؐ کا نقش قدم' صحابہ کرامؓ

کا راستہ اور بزرگان دین کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔

جس آنکھ نے دیکھا ہے تجھے اس آنکھ کو دیکھوں
ہے اس کے سوا کیا تیرے دیدار کی صورت

جس آنکھ نے حضور پاکؐ کو دیکھا ہے اگر ہم اسے دیکھ لیں تو اس طرح دیدار ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف ہے کہ " من رآنی فقد رای اللہ" یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے میرے اللہ کو دیکھا اور مطلب یہ بنا کہ جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اس نے مجھے دیکھ لیا۔ تو گویا سلسلے وار دیکھنا جو ہے یہ سلسلے کی آخری کڑی بھی دیکھ لینا ہے۔ یعنی پہلی کڑی دیکھ لو شاید اس سے آخری کڑی تک پہنچ جاؤ۔ تو یوں بھی اسے کہتے ہیں کہ تصویر آنکھوں میں چلی آ رہی ہے اور آنکھوں سے آنکھیں ملتی ہیں تو تصویر در تصویر نظر آتی چلی آ رہی ہے۔ ایسی آنکھیں دیکھنے والے کہتے ہیں کہ ہم نے ان آنکھوں میں گہرا سمندر دیکھا ہے۔ دعا یہ کرو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس مقام سے آشنا کرے، جس مقام پر شعور خود بخود ہی پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ یہ جو شعور کی باتیں کرتے ہیں تو شعور کی باتیں کافی نہیں ہیں اور یہ جو شوق کی باتیں کرتے ہو تو شوق کی باتیں بھی کافی نہیں ہیں۔ آپ شعور اور شوق دونوں کی باتیں کرو تب بھی کافی نہیں ہیں، جب تک کوئی آپ کو اس راہ پہ چلائے۔ یہ ایسے ہے جیسے کوئی چراغ جلائے گا تو یہ جلے گا ورنہ تیل بھی کافی نہیں اور چراغ بھی کافی نہیں ہے۔ چراغ کو جلانے والا ہونا چاہئے، جلانے والے کا ہونا ضروری ہے۔

جس دیوے نوں آپ جگاوے او کد کسے توں بجھدا

تو عبادت اللہ کی کرنی چاہیئے اور مدد اللہ سے مانگنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ مدد فرماتا ہے اور کسی کے ذریعے صراطِ مستقیم دکھا دیتا ہے۔

سوال:۔

فیض کیسے ملتا ہے اور کس طرح حاصل کیا سکتا ہے؟

جواب:۔

عام طور پر آپ لوگ زندگی میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ جس بلی کو درخت سے چڑیا کھانے کو ملی، وہ دوسری چڑیا اسی درخت پر جا کر پکڑے گی، جس کو کسی بل سے چوہا ملا وہ اسی بل کے پاس بیٹھی رہے گی۔ جس بلی کو دیوار پر سے کھانے کو کچھ ملا ہے وہ دیوار پر ہی بیٹھی رہے گی۔ جہاں پر کسی کو فیض کا سلسلہ ملا وہاں پر ہی انسان کسی دوسرے فیض کے حصول کے لئے رہتا ہے۔ جو لوگ فیض کے سلسلے بدلتے ہیں وہ لوگ کہیں کے نہیں رہتے۔ اس لئے یہ فیصلہ مستقل کر لیا کرو کہ آپ نے فیض کہاں سے لینا ہے۔ پھر اس سلسلے میں جو استقامت ہو گی وہ آپ کو ضرور فیض دلا دے گی۔ تو فیض کہاں سے ملتا ہے، فیض استقامت سے ملتا ہے۔ سب سے بڑی کرامت کون سی ہے؟ استقامت! استقامت سے فیض ملتا ہے۔ اس لئے کسی ایک کی اطاعت شروع کر دو تو آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ فیض کے لئے آپ کا اس راستے پر چلنا ضروری ہے۔ یہ بات یاد رکھو۔ کوئی سا ایک نیک عمل اگر بار بار کسی ایک جگہ پر کیا جائے تو اس جگہ

سے ایک طاقت پیدا ہو کر آپ کے اندر شامل ہو جائے گی۔ مثلاً" آپ ایک خاص جگہ بیٹھ کر درود شریف پڑھتے ہو' تو دوبارہ بھی وہاں بیٹھ کے پڑھو۔ اس کے لئے ایک جگہ اور ایک وقت آپ مقرر کر لو۔ دس پندرہ دن کے بعد آپ دیکھو گے کہ وہ جگہ آپ کا انتظار کر رہی ہو گی۔ تو جگہ کا جو شوق ہے وہ آپ کے شوق میں مل جائے گا اور یہ بڑا مقام ہے۔ اگر آپ کو سمجھ آ جائے کہ مردہ زمین میں زندگی پیدا ہوتی رہتی ہے اور زمین اپنی زندگی سے آپ کو زندہ کرتی رہتی ہے تو یہ بڑی بات ہے۔ اس لئے آپ Places مقرر کیا کرو' ٹائم مقرر کیا کرو' اور وہاں جا کے کوئی ایک عمل کرتے رہا کرو۔ بار بار تواتر سے جب آپ عمل کرو گے تو اس عمل کے اندر ایک خاص خوشبو پیدا ہو جائے گی۔ یہ نہ ہو کہ کبھی یہاں گئے کبھی وہاں گئے۔ ایک جگہ منسوب ہو جاؤ۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ اگر آپ نے کسی کو قبول نہیں کیا تو دراصل کسی نے آپ کو قبول نہیں کیا بلکہ عین ممکن ہے اس نے آپ کو نامنظور کر دیا ہو۔ ایک کہانی میں نے آپ کو سنائی تھی۔ ایک دفعہ ایک آدمی کی جیب میں کچھ کھوٹے سکے تھے۔ اس نے سنا تھا کہ لکھنؤ میں بڑے ماہر جیب کترے ہوتے ہیں۔ سارا دن پھرتا رہا' اس کی جیب سے کسی نے وہ کھوٹے سکے نہیں نکالے۔ کسی نے جیب ہی نہیں کاٹی۔ شام کو ایک ہوٹل میں چائے پینے کے لئے بیٹھا اور کہنے لگا کہ میں نے سنا تھا کہ لکھنؤ کے جیب کترے بڑے Expert ہوتے ہیں' مجھے تو کوئی نہیں ملا۔ ایک بوڑھا بابا پاس ہی بیٹھا تھا وہ بولا' دو دفعہ تو میں نے تیرے پیسے گرم کئے' پھر تیری جیب میں واپس ڈال دئے' کیونکہ یہ کھوٹے سکے تھے' یہ سکے اس قابل ہی نہیں

تھے کہ تیری جیب کٹ سکتی۔ تو Pick Pocket کے لئے بھی پاکٹ Full ہونی چاہیئے۔ آپ اندر سے خالی پھرتے ہو اور پھر کہتے ہو فیض نہیں ملا۔ فقراء اس بات کا شعور رکھتے ہیں کہ یہ بندہ اس قابل ہے کہ نہیں ہے' اور ساتھ ہی بندوں کو ایسے کہتے ہیں کہ چھوڑو ہمارے پاس کیا ہے' ہم تو ویسے ہی رزق کا ایک سلسلہ بنا کے بیٹھے ہیں۔ اس طرح آپ ان کا اعتبار کر لیتے ہو اور وہ آپ سے جان چھڑا جاتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہو کہ آپ تحقیق کر کے اس کو چھوڑ آئے ہو لیکن دراصل اس نے قبول نہیں کیا۔ اس لئے آپ بار بار جگہ جگہ پھرتے رہتے ہو اور ناکام رہتے ہو۔ یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ بندہ بیمار ہو اور ڈاکٹر نہ ملے۔ عقل مند اگر ایک غلط ڈاکٹر کے پاس گیا تو وہ دوسرے دن دوسرے کے پاس چلا جائے گا کیونکہ بیماری دور کرنی ہے۔ پیاسے کو اس کی پیاس مجبور کر رہی ہے کہ دریا پر جائے یا تالاب پر جائے۔ اگر آپ کے اندر آپ کا شوق آپ کو مجبور کرے تو پھر آپ تلاش کرو ورنہ تکلف نہ کرنا۔ تو آپ دعا کرو کہ آپ کا شوق زندہ رہے۔ اپنا شوق زندہ رکھو۔ شوق زندہ رکھو گے تو بندے ملتے رہیں گے بندہ تو کہیں سے آ ہی جاتا ہے۔ یہ اللہ ہی بھیجتا ہے اور وہ آ ہی جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ آپ کو اللہ کا شوق ہو اور بندہ نہ ملے۔ اللہ فیض کا خود ہی انتظام کرتا ہے۔ آپ اپنے اندر استقامت پیدا کرو۔

آخر میں دعا کرو کہ یا رب العالمین ہم سب پر رحم فرما' ہمارے دین دنیا کے حالات بہتر فرما۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگی آسان فرما۔ یہ زندگی بھی آسان فرما اور آخرت بھی آسان فرما۔ ایسی زندگی ہو کہ بزرگ راضی

رہیں اور اولاد تابعدار رہے۔ یا اللہ ہمارے لئے ضرورت اور دولت کا مہیا ہونا برابر رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ضرورتیں پوری کرنے سے ہم محروم ہو جائیں۔ یا رب العالمین ایسی زندگی دے کہ ہم بھی راضی رہیں اور تو بھی راضی رہے۔

یا رب العالمین جو تو نے عطا فرمانا ہے وہ مانگے بغیر ہی عطا فرما دے اور جو تو نے عطا نہیں فرمانا اس کے مانگنے کی توفیق ہی نہ دے۔ تو اپنے ہی فضل سے، اپنی ہی طرز کے مطابق ہماری زندگی بنا اور اس پہ ہمیں خوش رہنے کی توفیق عطا فرما۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ افضل الانبیاء والمرسلین حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

آمین برحمتک یاارحم الراحمین۔

○

۱ سائنس کے دور کے ساتھ ساتھ ہمارے اندر ایک تبدیلی آ رہی ہے تو سائنس کی ترقی کس حد تک جائز سمجھی جا سکتی ہے؟

۲ جب کہ دین پر اتنی زیادہ کتابیں موجود ہیں تو پھر اللہ کا راستہ اپنانے کے لئے تعلق رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

۳ ہم دین اور دنیا کے درمیان حد فاصل کیسے رکھ سکتے ہیں؟

سوال :-

سائنس کے دور کے ساتھ ساتھ ہمارے اندر ایک تبدیلی آ رہی ہے اور دین سے بے راہروی اور دوری پیدا ہو گئی ہے۔ مخلوط تعلیم ہے، خریداری ہے، مسجد میں نمازی کم ہیں تو سائنس کی ترقی کس حد تک جائز سمجھی جاسکتی ہے؟

جواب :-

دین کا جہاں تک تعلق ہے تو دین کا سائنس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ سائنس چاہے کتنی ہی ترقی کر لے لیکن دین بہرحال دین ہے۔ اب دین کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے کہیں ملا کا دین نہ سمجھ لینا۔ دین کی وضاحتوں نے دین داروں کو الجھا دیا ہے۔ مثلاً" اسلام Versus اسلام، بحث شروع ہو گئی، اِدھر بھی مسلمان ہیں اور اُدھر بھی مسلمان ہیں۔ یہ بحث کہاں سے آئی؟ دونوں گروہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھ رہے ہیں۔ مسلمانوں کے گروہوں میں آپ نے دیکھا ہو گا کہ دونوں مسلمان ہوتے ہیں اور آپس میں فساد اور تضاد ہوتا ہے۔ مثلاً" دیوبندی

اور بریلوی میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ اسی بحث میں ایک گروہ کہتا ہے کہ کھڑے ہو کے سلام پڑھو' الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ کلمہ صحیح نہیں ہے۔ اب یہ جھگڑا تو دین نہیں گنا جائے گا۔ اسی طرح اسلام میں فرقہ Versus فرقہ مثلاً" شیعہ سنّی بن گئے' بلکہ ستر بہتر فرقے آ گئے ہیں۔ اب آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس طرح اسلام میں آزادی آ گئی یا اسلام میں ترقی آ گئی۔ حضور پاکؐ کی زندگی کا آپ کو چونکہ کتابوں کے ذریعے علم ہے' لہٰذا آپ کو حقیقت کا علم ہی نہیں ہے۔ حضور پاکؐ آپ کے رسول ہیں۔ یا تو یہ ہوتا کہ اللہ ایسی بات کہتا کہ حضور پاکؐ تھے۔ لیکن آپؐ موجود ہیں اور یہ آپؐ کے دور کی زندگی ہے۔ تو اگر آپؐ سے رابطہ ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اگر آپ کا رابطہ کتاب سے ہوا تو آپ گمراہ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً" کسی نے آپ کو چٹھی بھیجی اور آپ چٹھی پڑھ رہے ہوں اور چٹھی لکھنے والا خود آ جائے اور کہے کہ میں خود آگیا ہوں تو کتاب سے رابطہ رکھنے والا کہے گا کہ آپ بے شک آ گئے ہیں لیکن میں تو چٹھی پڑھنے میں مصروف ہوں۔ تو جس ذات کو آپ پکار رہے ہوں اور ذات آجائے اور آپ اس کا کہنا نہ مانو تو آپ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اگر ایک سائل آئے اور آپ سے پیسے مانگے اور آپ نہ دیں کہ میں زکوٰۃ دے چکا ہوں' بعد میں اگر اللہ خود آپ سے کہے کہ میں تیرے پاس سوال کرنے آیا تھا اور تو نے پیسہ نہیں دیا' تو ایسے شخص کی حالت کیا ہو گی ---- اگر اللہ براہ راست آ جائے تو آپ پھر بھی اس کی بات نہیں مانو گے۔ پھر آپ کہیں گے کہ ہم اسلام کی رو سے صحیح ہیں' ہم تو زکوٰۃ دے چکے ہیں۔ اللہ نے سود سے منع کیا ہے

لیکن آپ کہتے ہیں کہ بینک والے زبردستی کاٹ لیتے ہیں۔ جب تک آپ اللہ کو نہ پہچانو' اللہ کے حکم کو آپ کیا پہچانیں گے۔ اگر ایک بندہ کلمہ پڑھتا ہے' نماز پوری ادا کرتا ہے' اسے مسلمان کہیں گے لیکن اگر وعدہ پورا نہیں کرتا تو آپ اسے کیا کہیں گے؟ اگر کوئی دلیر آدمی ہوا تو وہ کہے گا کہ یہ آدمی اسلام سے گیا۔ حضور پاکؐ کا ارشاد ہے کہ وہ آدمی جس کا کھانا حرام ہو' لباس حرام ہو' سوچنا حرام ہو' جسم حرام ہو' اس کا سارا خیال حرام ہو' وہ وعدہ توڑنے والا ہو اور اس کی کوئی بات پوری نہ ہونے والی ہو' اگر وہ شخص نماز پڑھ رہا ہے تو جھوٹا آدمی سچی نماز کیسے پڑھے گا۔ وہ بندہ تو بنیادی طور پر جھوٹا ہو گیا۔ وہ لوگ جو بنیادی طور پر جھوٹے ہیں اور سچی نماز کا دعوی کرتے ہیں' وہ دو دفعہ جھوٹے ہیں۔ جھوٹے آدمی کا سچ بھی جھوٹا ہوتا ہے مثلاً" ایک گروہ نے نمازیوں کے لئے مسجد بنائی' مسجد تو اللہ کی ہوتی ہے اور اللہ مسجدوں کا مالک ہے۔ اللہ نے اپنے محبوبؐ سے کہا کہ اس مسجد کو گرا دو کیونکہ اس کو بنانے والے منافق ہیں۔ تو منافق اگر نماز پڑھے تب بھی جھوٹا ہے اور منافق حج کرے تب بھی جھوٹا ہے۔ منافق کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتا ہے لیکن وعدہ پورا نہیں کرتا۔ منافق جو ہے وہ کافر سے بھی برا ہے' عین ممکن ہے کہ کافر بخشا جائے لیکن منافق کا بخشا جانا مشکل ہے۔ تو اصل جھوٹا وہ ہے جو نماز تو پڑھے لیکن جھوٹا وعدہ کرے' وہ جو جھوٹا خیال سوچے اور جو امانت میں خیانت کرے' اسلام میں دو بنیادی باتیں تھیں' صداقت اور امانت۔ حضور پاکؐ کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ آپؐ صادق اور امین ہیں۔ صادق کیا ہوتا ہے؟ جو اپنے قول کا سچا ہو اور امین یہ ہوتا ہے

جو آپ کی امانت حفاظت کے ساتھ لوٹا دے۔ آج کا مسلمان امانت واپس نہیں کرتا' وعدہ پورا نہیں کرتا' سچ نہیں بولتا اور مسلمانوں کے حق میں نہیں سوچتا اس لئے اسلام کو آپ اس طریقے پر مت سوچو' جس طرح کہ سائنس کے بارے میں سوچتے رہتے ہو۔ اللہ کا فرمان ہے کہ لا تفسدوا فی الارض یعنی مت فساد پھیلاؤ دنیا میں۔ اللہ کے بندوں کی نشانی صرف یہ نہیں ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں بلکہ اللہ کے بندوں کی نشانی یہ بھی ہے کہ وہ انسانوں کو ان کے حقوق سے محروم نہیں کرتے' ان کی زبان سے جھوٹ نہیں نکلتا اور وہ وعدوں کے پابند ہوتے ہیں اور جو شخص وعدہ پورا نہ کرے اور نماز پڑھتا جائے تو وہ منافق بن جاتا ہے۔ اگر وہ اللہ کے اس حکم کو پورا نہیں کرتا کہ وعدہ نبھاؤ تو وہ کس اللہ کو مانتا ہے اور کس اللہ کی نماز پڑھتا ہے۔ ایسا شخص عہد پورا نہ کر کے خدا کے سامنے جھوٹا بن گیا۔ اس کے لئے دو خدا ہوئے' ایک کا کہنا مانا اور نماز پڑھی اور دوسرے کا کہنا نہ مانا اور وعدہ پورا نہ کیا---- دو خدا رکھنے والا منافق بن جاتا ہے۔ تو منافقت سے بچنا چاہئے۔ ایک اللہ کا ہر حکم ماننا چاہئے۔ سائنس کو اپنی رفتار میں جانے دو۔ دین کیا ہے؟ حضور پاکؐ کی اتباع۔ دین کیا ہے؟ وہی جو پرانا دین ہے' وہی سچا دین ہے۔ اس لئے دین میں تاویلیں نہ کرو۔ مسلمانوں کی خدمت کرو ---- جو بیمار ہے اسے دوائی دو اور اس پہ یہ حکم نہ لگاؤ کہ پہلے نماز پڑھو پھر دوائی لینا۔ تب وہ تو آپ کے لئے بد دعا کرے گا---- مسلمانوں کا جمع سرمایہ چند لوگ اپنے قبضے میں کرتے جا رہے ہیں۔ وہ سب کے کام آنا چاہئے۔ ایک شخص پیسہ جمع کرتا جا رہا ہے اور دوسرے کو کہتا ہے تم اللہ کو یاد کرتے

جاؤ، وہ تمہیں دے گا۔ یہاں سے ساری دقت شروع ہوئی ہے۔ لوگوں نے جھوٹ سے کاروبار کئے، وعدہ فراموشی کی اور دو دو زبانیں بولیں۔ نماز پڑھنے کا بلکہ نماز قائم کرنے کا حکم ہے۔ نماز کب قائم ہوتی ہے؟ جب آپ بیمار کو دوا کھلاؤ اور پھر اسے نماز کے لئے لے جاؤ۔ آپ اسے گولی کھلانے کی بجائے گولی مارتے ہیں، اس لئے مسجدیں فساد کی جڑ بن گئی ہیں۔ اوپر سے لاؤڈ سپیکر ایک دوسرے کے خلاف استعمال ہو رہا ہے۔ مسجد اب جائے عافیت نہیں رہی۔ کئی جگہ مسجد میں Full آواز سے کیسٹ لگا دیتے ہیں۔ وقت نہیں دیکھتے، یہ نہیں دیکھتے کہ بچے سوئے ہوئے ہوں گے یا کوئی بیمار آرام کر رہا ہو گا ---- اللہ کا فرمان ہے کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پوری توجہ اور احترام سے سنو ---- ادھر آپ گھر میں لیٹے ہوئے ہیں اور ساری رات Full Speed سے شبینہ کی کیسٹ چل رہی ہے ---- تو آپ ایسی مسجدوں سے Avoid کرو جہاں غلط بحث ہوتی ہے یا فساد ہوتا ہے۔ مسجد بے ضرر لوگوں کی ہونی چاہئے اور ضرور آباد ہونی چاہئے۔ جہاں کوئی سچا آدمی نظر آئے اس کا ساتھ دو۔ مسجد کو اللہ کا گھر ہی رہنے دو ---- کچی ہو یا پکی وہ خود ہی دیکھ لے گا۔ پتہ نہیں اللہ کس کو پسند کر لے، سنگ مرمر کو پسند کر لے یا کچے کو پسند کر لے۔ اللہ امیروں کے گھر میں زیادہ رہتا ہے یا غریبوں کے گھر؟ ---- میرا خیال ہے غریبوں کے گھر میں زیادہ رہتا ہے۔ وہاں اللہ کا آنا جانا زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ کے جتنے بھی محبوب گزرے ہیں وہ زیادہ تر غریب تھے۔ اگر آپ کی زندگی حضور پاکؐ کی اتباع میں آجائے تو پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ یعنی کہ اگر آپ نے اپنی بیٹی کو

جہیز اتنا دیا جتنا حضور پاکؐ نے دیا تو پھر تو آپ کو مبارک ہو کہ آپ اصل مسلمان ہو ورنہ گزارہ کر لو اور بحث نہ کرنا کہ حالات ایسے آ گئے ہیں کہ بیٹی کی شادی کے لئے سب انتظامات کرنے پڑتے ہیں۔ اگر ایک آدمی سنت کے مطابق پہل کرے تو باقیوں کے لئے عافیت ہو جائے گی۔ آپ میں سے کوئی تو ہو جو یہ کہے کہ میں نے زندگی حضور پاکؐ کی زندگی کے مطابق گزارنی ہے۔ جس نے سماج کی خوشنودی کے لئے زندگی گزارنی ہے وہ بے شک یہ نہ کہے۔ اب آپ خود سوچو کہ کس کی خوشی کے لئے زندگی گزارنا چاہتے ہو۔ آخری وقت میں آپ نے جس کو یاد کرنا ہے اس کو زندگی میں کیوں یاد نہیں کرتے۔ جس وقت آپ قبر میں جاؤ گے تو اس آخری وقت میں کیا مانگو گے؟ حضور پاکؐ کا دیدار مانگو گے۔ ابھی سے کیوں نہیں مانگتے۔ اگر آپ یہ اب نہیں مانگتے تو آپ جھوٹے ہیں۔ پھر اسلام کا نام مت لو اور بہتر ہے کہ خاموش رہو۔ بس زندگی گزارتے جاؤ' لوگوں کو معافی دے دو اور معافی مانگنا شروع کر دو ـــــــ سائنس کی ترقی کا اسلام کی ترقی کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ سائنس مستقبل کو دیکھتی ہے اور مذہب جو ہے وہ ماضی کو دیکھتا ہے۔ ہمارا معیار یہ ہے کہ جتنا ہم ماضی کے قریب جائیں گے اور حضور پاکؐ کی زندگی کے قریب جائیں گے اتنا ہی ہمارا دین بہتر ہو گا۔ آپ نے اس لئے آگے نہیں جانا کہ واپس جانا ہے۔ پرانی چیز کی آپ قدر کرتے ہو۔ پرانے گھر کی قدر کرتے ہو۔ نماز بھی پرانے طریقے پر پڑھتے ہو۔ پرانے درویشوں سے عقیدت رکھتے ہو۔ داتا صاحبؒ سے عقیدت رکھتے ہو' وارث شاہؒ سے عقیدت رکھتے ہو۔ مولا علیؑ کا آپ نام لیتے ہو تو وہ بھی آج سے پہلے تھے۔ اچھا دین کون سا

ہے؟ وہی ہے جو چودہ سو سال پرانا ہے۔ لہٰذا اب بحث بند کر دو۔ اسلام کے نام پر اور مسلمانوں کے نام پر بحث بند کرو۔ ہمارا دین بڑا آسان ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ اپنے ماں باپ کو راضی رکھو اور ان کی خدمت کیا کرو۔ ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کے پاس اور کوئی نیکی نہ ہو اور اس کی ماں راضی ہو تو وہ بھی جنت میں جائے گا۔ تو ماں کتنی نمازوں کے برابر ہوتی ہے؟ نمازوں کی بات نہیں' وہ سارا دین ہے۔ یہ دین والوں نے خود فرمایا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ تم نے اپنے ماں باپ کو پالتے ہوئے دیکھا ہے اور انہیں نہیں مانتے تو مجھے کب مانو گے۔ انہوں انے تمہارے لئے اپنا سکون برباد کیا' تمہیں پالا اور سنبھالا۔ ان حاضر پالنے والوں کو اگر نہیں مانا تو غیب رب کو کیسے مانو گے؟ ---- تو جو شخص ماں باپ کو نہیں مانتا اور اللہ اللہ کرتا جا رہا ہے' وہ جھوٹا ہے۔ جو وعدہ پورا نہیں کرتا اور نماز پڑھتا جا رہا ہے وہ جھوٹا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو پریشان نہ کرو اور انہیں دوزخ میں بھیجنے کی کوشش نہ کرو۔ ان کے لئے جنت کی کوشش کرو۔ ہر کلمہ پڑھنے والے کو جنت کی خبر دو۔ آپ اسے یہ نہ کہنا کہ ابھی تو صرف کلمہ پڑھا ہے' پھر نمازیں پڑھو' روزے رکھو اور کتابیں پڑھو' پھر تمہارے بارے میں دیکھیں گے۔ پھر آپ اللہ سے کہتے ہو کہ ہم تو نمازیں پڑھ پڑھ کے مر گئے اور آپ نے فلاں شخص کو ویسے ہی معاف کر دیا ---- جو شخص دوسرے کو معاف نہیں کرتا' اس کی اپنی بخشش نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کو بخش سکتا ہے اور آپ کو بھی بخش سکتا ہے۔ اس لئے آپ سب کو معاف کر دیا کرو---- دین یہی ہے کہ سب کو معاف کر دیا جائے۔ آپ راضی رہا کرو۔ دین کو

بیچ کر دنیا نہ بناؤ۔ دین کے حوالے سے تعلّقات کو دنیا کے لئے استعمال کرنے والا یقیناً خسارے میں رہے گا۔ دنیا کو دین میں Invest کرنے والا یقیناً فائدے میں ہو گا۔ اگر اللہ نے تمہیں دنیا دی ہے تو اس کو دین بنا لو اور دین کے حوالے سے استعمال کرو ---- اگر آپ کو دین ملا ہے تو اس کو دنیاداری میں استعمال نہ کرو اور دنیا داری میں خرچ نہ کرو عبادت کے ذریعے سے پیسے نہ بناؤ بلکہ پیسوں سے عبادت بنا لو۔ اپنی اولادوں کو دین سکھاؤ اور ان سے پیار کرو۔ دین کیا ہے؟ اللہ کی عبادت اور اللہ کے محبوبؐ سے محبت اور ان کی اطاعت۔ جھگڑا نہ کرو' زندگی کے قریب رہنے کی کوشش کرو' سب کو معاف کر دو۔ آپ اندازہ لگاؤ کہ حضور پاکؐ نے کافروں کو بھی ساتھ ملایا' فتح مکہ کے موقع پر سب کو معاف کر دیا۔ انہوں نے مخالفین کو بھی صحابیؓ بنا دیا۔ آپ تو امتی ہو اور صحابی کا درجہ بھی جانتے ہو۔ یہ شان رسالت ہے کہ انہوں نے کافر کو بھی صحابی بنا دیا۔ آپ کسی مسلمان کو اس وقت تک غیر مسلم نہ کہنا جب تک آپ کے علم میں پوری بات نہ ہو۔ یہ نہ کہنا کہ وہ مسلمان ہے اور یہ مسلمان نہیں ہے۔ کوئی شخص اگر بیمار ہے اور مسجد میں نماز کے لئے نہیں پہنچا تو اس کے لئے دعا کرو اور آسانی پیدا کرو۔ آپ کو اور طرح سے علم دیا گیا ہے۔ مثلاً" آپ کو کہا جاتا ہے کہ یہاں ایک روپیہ دو گے تو آخرت میں ستر روپے ملیں گے۔ وہاں آپ نے پیسے لے کے کیا کرنا ہے؟ مطلب یہ کہ آپ کو بات یوں بتائی گئی ہے کہ خرچ کرنا ایک منفعت ہے اور یہ اور طرح کی منفعت ہے۔ وگرنہ قبر میں آپ کو پیسوں کی کیا ضرورت ہو گی۔ آپ اپنے ذمے واجب الادا قرضے اور بوجھ اتار دو۔ یہ عین اسلام

ہے۔ دوسرے کا حق اس کے تقاضے سے پہلے ادا کرو۔ بس راضی ہو کے جاؤ اور راضی کر کے جاؤ۔

سوال:۔

جب کہ دین پر اتنی زیادہ کتابیں موجود ہیں تو پھر اللہ کا راستہ اپنانے کے لئے تعلّق رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟

جواب:۔

جب آپ میرے ساتھ تعلّق بنا لو گے تو میری بات آپ کو اس وقت سند۔ لگے گی۔ بات سمجھنے کا طریقہ یہ ہے۔ کیا طریقہ ہے؟ پہلے تعلّق بناؤ اور بات بعد میں سنو' پھر میرے بتائے ہوئے راستے پہ چلو۔ اب آپ کو بات Verify کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اب اگر آپ بات کو Verify کرنے لگ جاؤ یا تحقیق کرنے لگ جاؤ تو یہ تو ایسے ہو گا کہ آپ نے ایک کے مقابلے میں ایک اور کھڑا کر دیا ہو۔ اسی طرح لوگ اللہ کے مقابلے میں ایک اور اللہ بنا لیتے ہیں۔ اللہ جب بھی حکم دے' وہ اسی کا حکم ہو گا۔ اگر آپ نے اڑھائی فی صد زکوٰۃ دے دی اور پھر سائل دروازے پر آ گیا تو پھر آپ کیا کہو گے کہ ہم نے تو پہلے ہی دے دیا ہے۔ یہ بھی ادھر سے آیا ہے۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ دین کیا ہے؟ دین کسی شخصیّت پر اعتماد کا نام ہے۔ علم پر کبھی اعتماد نہیں ہو سکتا' اعتماد صرف شخصیّت پر ہو سکتا ہے۔ علم کی بات تو یہ ہے کہ آپ کو علم ملے گا کہ یہ نماز یُوں پڑھو' یا حی یا قیوم کا وظیفہ اس طرح پڑھو' پھر ایک اور کتاب میں لکھا ہو گا کہ کلمہ طیّب کا ورد اس طرح کرو'

مبین کے ساتھ اس طرح سورۃ پڑھو ---- اس طرح آپ علم کے ذریعے کنفیوز ہو جاؤ گے' پریشان ہو جاؤ گے۔ کتابیں پڑھ کے آپ پریشان ہو جاؤ گے اور یہ ایسے ہو گا جیسے گدھے پر بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ حضور پاکؐ کے پاس کوئی آدمی ایمان لاتا تو آپؐ اسے کلمہ پڑھاتے۔ اس طرح اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے۔ پھر وہ پوچھتا کہ اب کیا کروں تو آپؐ فرماتے کہ جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ یعنی جنگ کا زمانہ ہو تو جنگ میں جاؤ اور امن کا زمانہ ہو تو کاروبار کرو' کام کاج کرو' بیوی بچوں کا پیٹ پالو۔ یہ تھا اسلام۔ آپؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ کتابیں پڑھو ---- یہ جو کتابوں والا اسلام ہے اور تقریروں والا اسلام ہے یہ آپ کی کم بختی ہے۔ اصل اسلام تو یہ تھا کہ ماں باپ کو راضی رکھنا' اپنے سے بڑے سے بحث نہ کرنا' اگر اللہ نے غریب رکھا ہے تو غریبی پر راضی رہنا' امیر رکھا ہے تو امیری پر راضی رہنا لیکن انسانوں کو تکلیف نہ دینا' جو نمازیں پڑھ لی ہیں ان کا شکر ادا کرنا اور جو نہیں پڑھ سکے ان پہ استغفار پڑھنا اور توبہ کر لینا۔ اس طرح اللہ راضی ہو جائے گا۔ آپ نے کتابوں کو کیا کرنا ہے اور علم کو کیا کرنا ہے۔ سب سے بڑا علم یہ ہے کہ حضور پاکؐ سے بڑھ کر کوئی انسان نہیں ہے اور حضور پاکؐ کو بھیجنے والا اللہ خود ہے۔ جس طاقت کے آگے حضور پاکؐ سجدہ فرماتے ہیں' اس طاقت کو اللہ کہتے ہیں۔ ہم بھی اسی طاقت کے سامنے جھکتے ہیں۔ ہم کیوں جھکتے ہیں؟ کیونکہ حضور پاکؐ نے فرمایا ہے اس لئے ہم سجدہ کرتے ہیں اور ہزار بار کریں گے۔ حضور پاکؐ نے فرمایا ہے کہ کسی بندے کو سجدہ نہ کرنا اور میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا' اس لئے ہم سجدہ

نہیں کرتے ـــــ باقی یہ کہ قرآن پاک ضرور پڑھو۔ اگر عربی سمجھ سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ترجمہ پڑھو کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اور بلاغت نظام ہے اور ہماری کل کائنات ہے۔ یہ کائنات اللہ کی بنائی ہوئی ہے' اس کو غور سے دیکھو۔ سورج' چاند' ستارے' زمین اور آسمان' ان سب کو غور سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اللہ پر ہر حال میں راضی رہنا عبادت ہے۔ اب آپ جھگڑا نہ کرو۔ آدھی سے زیادہ زندگی آپ گزار چکے ہو۔ کچھ عمر تو سو کے گزار دو گے باقی آہستہ آہستہ گزرتی جا رہی ہے لیکن آپ پیسے گن گن کے وقت گزار رہے ہو۔

مایہ گن گن رین ہوئی آئی چور کی وار
سویا مورکھ لٹ گیا' اب مانگے دوجی بار

پھر اور زندگی نہیں ملے گی' اور چانس نہیں ملے گا ـــــ اس کو آپ باتوں میں ضائع نہ کرو۔ ان لوگوں سے بچو تبلیغ اور دین جن کے رزق کا شعبہ ہے اور ذریعہ معاش ہے۔ ایسا Professional مبلغ چاہے وہ شیعہ ہو یا سنی ہو' ملاوٹ کر جائے گا' پرانے واقعات کو نیا بنا کے سنائے گا۔ ان سے کہو کہ تم ہمیں نئی بات نہ سناؤ اور ہمارا پرانا غم ہی ہمارے پاس رہنے دو۔ تو اسلام میں نیا واقعہ جو ہوتا ہے یہی بدعت ہوتا ہے۔

اسلام میں نیا کوئی واقعہ نہیں ہوتا۔ اب ہمیں کہتے ہیں کہ اسلام سے پچھلے تیرہ سو سال کے واقعے نکال دو اور پرانی کتابیں بھی نکال دو' مثلاً" امام غزالیؒ" کی کتابیں بھی نکال دو۔ امام غزالیؒ جو ہیں وہ حضور پاکؐ کے پسندیدہ ہیں' جب آپؐ معراج شریف پر تشریف لے گئے تو حضرت

موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا کہ آپؐ کی امت کے جو علماء ہیں ان کا مقام پرانی امتوں کے پیغمبروں کے برابر ہے' تو مجھے بھی ان میں سے کوئی عالم دین دکھایا جائے۔ آپؐ نے امام غزالیؒ کو بلوا لیا۔ حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ امام غزالیؒ نے اپنا نام اور پورا شجرہ نسب بیان کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ میں نے تو صرف تمہارا نام پوچھا تھا اور تم نے پورا شجرہ بیان کر دیا ہے۔ امام غزالیؒ نے جواب دیا کہ اللہ نے سوال کیا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو آپ نے جواب دیا تھا کہ میرے ہاتھ میں عصا ہے' میں اس سے پتے بھی گراتا ہوں' جانور بھی چراتا ہوں ---- حضور پاکؐ کے ہاتھ میں عصا تھا' انہوں نے امام غزالیؒ کے پاؤں پہ وہ عصا مارا کہ چپ ہو جاؤ' یہ پیغمبر ہیں' ادب کا مقام ہے۔ کہتے ہیں کہ جب امام غزالیؒ پیدا ہوئے تو ان کے پاؤں پر یہ نشان تھا ---- ایک مرتبہ دو بزرگوں کے درمیان امام غزالیؒ پر بحث ہو رہی تھی۔ ایک نے کہا کہ میں امام غزالیؒ کو نہیں مانتا۔ دوسرے نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا میں نے انہیں خود نہیں دیکھا' اور اگر ماضی میں کسی کو ماننا ہے تو میں امام غزالیؒ کی بجائے امام علیؑ کو کیوں نہ مانوں ---- تو آپ سب لوگ مکمل ماضی میں جا کر حضور پاکؐ کو کیوں نہیں مانتے۔ اپنا ایمان ایک جگہ قائم کر لو ورنہ یہ حال ہو گا کہ

بیٹھے ہم ہر بزم میں جا کر
جھاڑ کے اٹھے اپنا دامن

ایسے لوگ ہر بزم میں جا کر بیٹھتے ہیں اور کچھ نہیں پاتے۔ تو آپ

ایک محفل میں جا کے بیٹھو' یہی آپ کا ایمان ہے۔ ہر جگہ جانے والا منافق ہو جائے گا یا گمراہ ہو جائے گا' یا پاگل ہو جائے گا۔ علم کا انبار پڑھنے والا زیرِ بار ہو جائے گا۔ ایسا شخص اگر کسی پیر سے پوچھے کہ اسمِ اعظم کیا ہوتا ہے تو وہ ایک وضاحت بتا دے گا۔ پھر مولوی صاحب اور بات بتا دیں گے' اس طرح اسے سمجھ نہیں آئے گی۔ اللہ کا ہر اسم جو ہے وہ اسمِ اعظم ہے اور جس اسم کا وہ ورد کرے وہ اسمِ اعظم ہے۔

آج کی رات لیلۃ القدر ہے' ساری کائنات میں یہ ایک رات ایک دفعہ آئی ہے۔ معراج کی رات بھی ایک ہے جب حضور پاکؐ کو معراج عطا ہوا۔ سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی ایک رات میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک ---- جس روز حضور پاکؐ نے یہ واقعہ سنایا' یہ اس رات کا واقعہ ہے جب آپؐ آسمانوں پر گئے اور قاب قوسین سے آگے چلے گئے۔ اگر آپ کہو کہ آج کی رات معراج شریف کی ہے تو یہ یاد منانے والی بات ہے' یہ وہ رات تو نہیں ہے۔ یہ واقعہ تب کا ہے جب حضور پاکؐ تشریف رکھتے تھے۔ یہ آج کی رات کا واقعہ نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال پہلے کا واقعہ ہے۔ اب صرف منانے والی بات ہے تاکہ آپ ادب کے ساتھ مصروف ہو جائیں ---- جس شخص کو آج کی رات میں وہ رات محسوس ہو جائے' وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ آج کی رات ہے۔ اس میں تصوّر اور تصوّف دونوں آ جاتے ہیں۔ تو ثابت یہ ہوا کہ ان انسانوں کا' ان بزرگوں کا اور ان ایام کا ایک سلسلہ' تعلّق کے حوالے سے براہ راست موجود ہے اور وہ سلسلہ

آپ کو تعلق دے گا۔ اب آپ اللہ سے دعا کریں کہ ہمیں حضور پاکؐ کے معراج کی رات کی ایک جھلکی ہی عطا فرما دے، تھوڑا سا عکس ہی دکھا دے، کوئی انعام یا نوازش ہو جائے۔ آپ ادھر ادھر کی بات نہ کریں کہ یہ فلسفہ ہے، دین ہے، کتابیں ہیں، موت کے منظر ہیں، بلکہ آپ حضور پاکؐ سے تعلق کی بات کرو اور ان کی یاد کی بات کرو ---- آج کل کی کتابوں اور بلیغوں سے Modern man خصوصاً" نوجوان طبقہ پریشان ہو گیا ہے۔ ایک آدمی عید کی نماز پڑھنے گیا تو مولوی صاحب نے کہا اب کس منہ سے عید پڑھنے آ گئے ہو، تراویح تو پڑھنے نہیں آتے تھے ---- اس لئے بڑا دھیان کرنا، کہیں مولوی کے نرغے میں نہ آنا بلکہ حقیقت کے "نرغے" میں رہنا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس زندگی میں نیکی کا کچھ عمل کر لو کیونکہ اس کے بعد نیکی کا عمل کرنے کی توفیق نہیں رہے گی۔ کیونکہ زندگی ختم ہو جائے گی ---- اور سوال پوچھ لو ----- پوچھو -----

سوال :۔

ہم دین اور دنیا کے درمیان حدِ فاصل کیسے قائم رکھ سکتے ہیں؟

جواب :۔

حدِ فاصل Priority سے بنتی ہے، جب دین اور دنیا دونوں Equal اور Balance ہو جائیں۔ اگر ایک ایسا وقت آ جائے کہ آپ کو سوچنا پڑے کہ میں دین کو بچاؤں یا دنیا کو تو یہاں سے آپ کے Taste کا پتہ چلے گا کہ آپ کس کو بچانا چاہتے ہیں کیونکہ دونوں Options اب

Open ہیں۔ پیسہ کماتے وقت اگر تھوڑا سا جھوٹ بولنا پڑ جائے تو آپ نے محنت میں تھوڑا سا ایمان گنوا دیا۔ اگر آپ اللہ کو مانو اور اسے رب تسلیم کرو تو ہزارہا مصیبتیں ٹل جائیں گی۔ اس لئے رب کو ساتھ رکھا کرو کہ یا اللہ تو آپ ہی مہربانی کر۔ اس طرح کاروبار آباد رہیں گے اور آپ شاد رہیں گے۔ آپ لوگ جھوٹ سے بچو' منافقت سے بچو' کسی مسلمان کو پریشان کرنے سے بچو' انسانوں کو معاف کرتے جاؤ' کتابوں سے بچو' دین وہی ہے جو آپ حضور پاکؐ سے رجوع کرتے ہیں۔ آج بھی اللہ اسی طرح موجود ہے جیسے پہلے تھا۔ وہ چاہے تو آپ کو قرآن کا علم دے سکتا ہے' ہزار نوازشیں کر سکتا ہے۔ آپ براہ راست اللہ کو پکارو تو آپ پر علم کی تمام منزلیں آسان ہو جائیں گی۔ آج اللہ بھی موجود ہے اور حضور پاکؐ بھی آج ہیں' پھر آپ کو کتابوں سے کیا ڈھونڈنا۔ آپ پکارو تو جواب ملے گا Ask and you will be given آپ مانگو اور آپ کو ملے گا' تلاش کرو تو تم پالو گے' کھٹکھٹاؤ تو دروازہ کھلے گا کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مجھے پکارو تو میں سنوں گا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ جدھر آنکھ اٹھا کے دیکھو' اللہ ہی اللہ ہے ---- وفی انفسکم کا مطلب ہے' وہ تمہاری سانسوں میں ہے۔ وھو معکم این ما کنتم جہاں بھی ہو ہم تمہارے ساتھ ہیں ---- تو آپ جس حال میں بھی ہیں اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ جس حال میں بھی ہو' میرا ذکر کرو اور میں سنتا ہوں۔ آج کے زمانے کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہے کہ Modern man وعدہ پورا نہیں کرتا۔ کسی سے پوچھا گیا کہ آپ نے وعدہ پورا نہیں کیا تو اس نے کہا میں نے وعدہ پورا کرنے کا وعدہ نہیں

کیا تھا۔ آپ سب وعدہ کرو کہ آپ اپنا وعدہ پورا کریں گے۔ اب آپ ایماندار' سچے اور مسلمان ہو گئے۔ یہ حد ختم کر دو۔ یا پھر وعدے نہ کیا کرو ---- تو آپ اللہ اور اللہ کے حبیب پاکؐ سے رابطہ رکھو۔ اللہ اپنے بندوں کو نہیں چھوڑتا۔ وہ اپنے بندوں کے ساتھ ساتھ ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ آپ ہر وقت سجدہ کرو اور اسے پکارو۔ دین کی کتابیں نہ پڑھنا ---- اللہ کے ساتھ تنہائی میں باتیں کیا کرو' حضور پاکؐ سے محبت کرو' ماں باپ کا ادب کرو' وعدے پورے کر لو ---- زندگی پہ راضی ہو جاؤ۔ بڑے بڑے نیک نام بھی چلے جائیں گے۔ آپ کو کوئی بچا نہیں سکتا۔ جانا ضرور ہے' اللہ کے پاس اور اپنے خاندان کے بزرگوں کے پاس۔ اتنی سی کہانی ہے۔ جس طرح ایک اکیڈمی میں تربیت دی جاتی ہے کہ اس کو افسر بنانا ہے اسی طرح اللہ نے جس کو جنت میں بھیجنا ہے اس سے دوزخیوں والا کام نہیں کراتا ---- جس نے دوزخ میں جانا ہے اس سے جنت والا کام نہیں ہو سکتا ---- تو جو لوگ جنت میں جانے والے ہیں وہ یہیں سے جنت والے کام کریں گے ---- اس لئے کچھ لوگ کہہ گئے کہ جنت یہیں ہے۔ اگر آج آپ کا ارادہ گناہ اور غلطی چھوڑنے کا ہو گیا اور وعدہ پورا کرنے کا ہو گیا تو آپ ابھی سے جنت میں داخل ہو گئے۔ جنت وہ مقام ہے جہاں آپ کا کوئی مخالف نہیں ہے' وہاں کوئی شیعہ نہیں ہے' کوئی سنی نہیں ہے' سب اللہ کے سامنے ہیں۔ تو جن لوگوں نے شیعہ سنی سے نکل کر اللہ سے رجوع کر لیا وہ یہیں سے جنت میں چلے گئے۔ جو آج کے حالات پر راضی ہے وہ بھی جنت میں چلا گیا۔ جس نے لوگوں کو معاف کیا وہ جنت میں چلا گیا۔ آج کی موجود زندگی جنت کے ساتھ

Sequence میں ہے۔ بابا فرید گنج شکرؒ کے بارے میں خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے خواب دیکھا کہ حضور پاکؐ نے بشارت دی کہ جو اس دروازے سے داخل ہوا وہ امن میں آ گیا۔ من دخل ھٰذہ الباب فھو فی الامن اس دروازے کا نام رکھ دیا گیا جنتی دروازہ یا بہشتی گیٹ۔ لوگوں نے کہا کہ بہشتی دروازہ یہاں ہی لگا دیا تو آپ نے کہا اگر یہاں نہ لگا تو آگے کدھر سے لگے گا۔ بہشتی دروازہ لگتا ہی ادھر ہے ---- اب آپ بتاؤ کہ آپ کس دروازے سے جاؤ گے۔ وہ آدمی جو دروازے پر کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میں کسی کو اندر نہیں جانے دوں گا تو وہ خود بھی نہیں جائے گا۔ اب آپ یہ دیکھو کہ آپ کے دل کی بہشت میں کچھ بندے غیر تو نہیں ہیں۔ آپ سب کو جنت میں آنے دو۔ تو جنت کیا ہے؟ جنت یہ ہے کہ At peace with every one یعنی ہر ایک کے ساتھ امن، صلح ---- جنت کہاں سے شروع ہوتی ہے؟ زندگی سے۔ جس شخص کو حضور پاکؐ کی محبت عطا ہو گئی تو یہی جنت ہے۔

یہی جنت ہے جو حاصل ہو سکونِ خاطر
اور دوزخ یہی دنیا ہے جو آرام نہیں

اگر یہاں بے چینی ہے، اضطراب ہے اور پریشانی ہے تو انسان کہے گا سمجھ نہیں آتی کہ اللہ ہے کہ نہیں ہے۔ آپ یہ سوچو کہ آپ خود ہیں کہ نہیں ہیں۔ تو آپ اپنا حق رکھو تو جنت ہے، ماں باپ کا ادب کرو اور ان کے حق اور تقاضے سے زیادہ خدمت کرو، یہ جنت ہے، اولاد سے شفقت کرنا اور انہیں دین سکھانا، یہ جنت ہے،

At peace with every one ہونا' جنت ہے ---- آپ دریا کی روانی کی طرح کناروں کے ساتھ جھگڑا کئے بغیر چلتے جاؤ' سفر کرتے جاؤ' آپ نے آگے جانا ہے۔ اللہ تعالی آپ کو آباد رکھے اور خوش رکھے۔ دین کتابوں کا یا لیکچر کا نام نہیں ہے بلکہ موجود لمحے کا نام ہے کہ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہو' اس لمحے کا اور بینائی کا شکر ادا کرو۔ اگر آپ کہیں کہ یا اللہ تیرا ہزار بار شکر ہے کہ تو نے یہ سب کچھ بنایا اور مجھے چاند دکھایا اور ستارے دکھائے' تو یہ پورا دین ہے' یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں حضور پاکؐ کی امت میں پیدا کیا جو ساری کائنات کے لئے رحمت ہیں۔ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں حضور پاکؐ کی راہ دکھائی اور حضور پاکؐ کا شکو ہے کہ انہوں نے ہمیں تیری راہ دکھائی اور تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں حضور پاکؐ کی شفاعت کی راہ دکھائی۔

آخر میں سب کے لئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے حالات کی بہت اصلاح کرے' اللہ تعالیٰ آپ کو خوشحال زندگی عطا کرے' ملک کے اندر تضاد اور فساد نہ ہو' ملک قائم دائم رہے' یا اللہ اس ملک پر نگاہِ کرم کر اور جہاں انسانوں نے مشکل ڈالی ہے' تو اسے اپنی طرف سے آسان کر دے' یا رب العالمین رحم فرما اور کرم فرما' ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے آباد فرما اور اپنے محبوبؐ کی یاد سے آباد فرما۔ آمین۔

صلی اللہ تعالی علیٰ خیر خلقہٖ و نور عرشہٖ سیدنا و سندنا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین

ٹرانسکرپشن:۔ ڈاکٹر مخدوم محمد حسین

کمپوزنگ:۔ رئیس نذیر احمد